6.24

تذکرہ اولیائے لاہور

محمد وارث کامل (مرحوم)

مکتبہ ماحول ۹۔ بہادر شاہ مارکیٹ بندر روڈ کراچی

Marfat.com

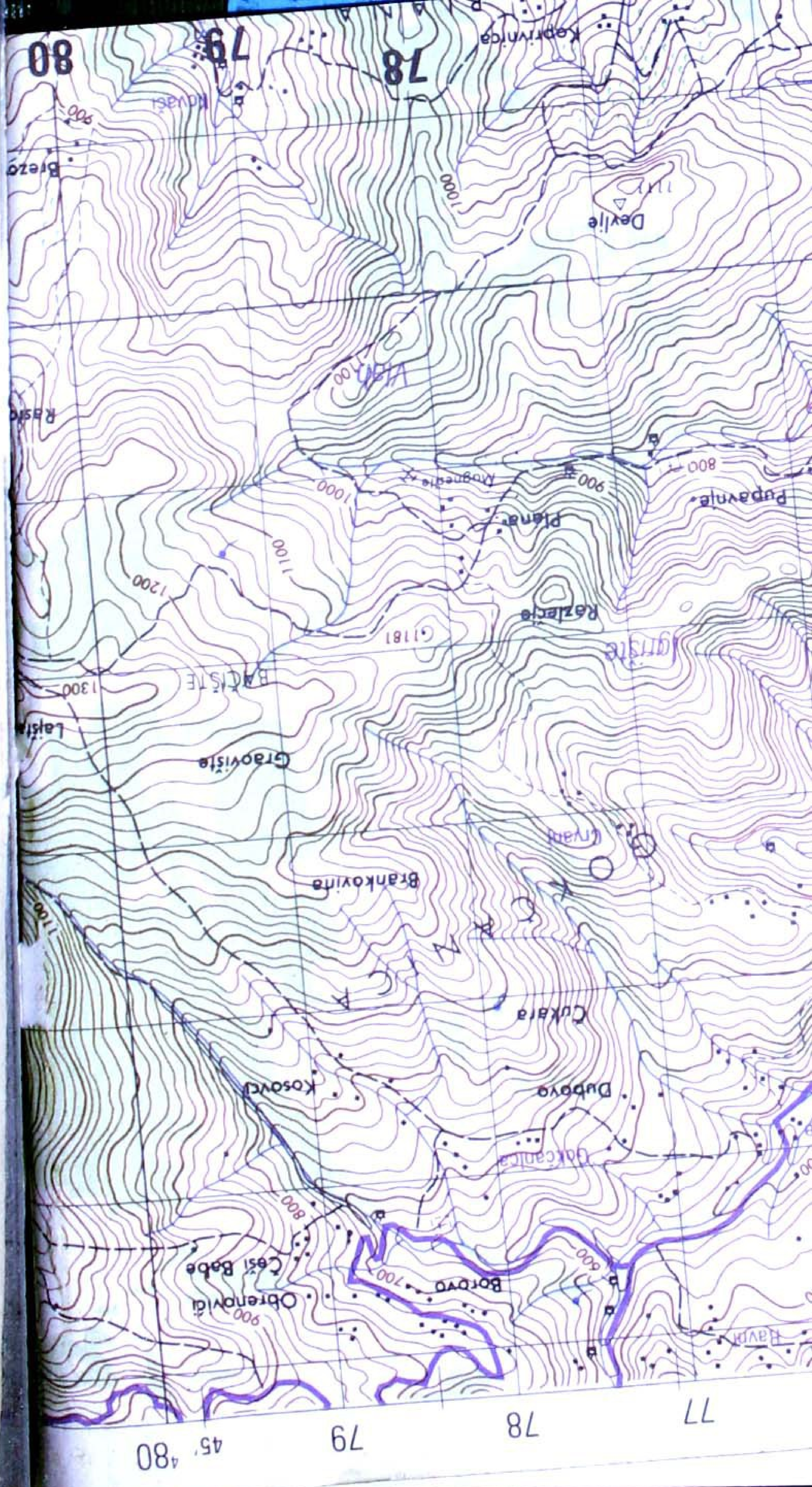
Koprivnica
Devije
Brankovina
Graovište
Dubovo
Kosovci
Borovo
Obrenovići
1181
1300
1200
1100
1000
900
800
700
600
80
79
78
77
45'
4 80

Marfat.com

تذکرہ
اولیائے
لاہور

Marfat.com

53319

کتاب انسان کی
بہترین دوست ہے

مکتبہ ماحول

آپ کے لئے معیاری
حیات افروز اور خوبصورت
کتابیں شائع کرتا ہے

Marfat.com

6.24

تذکرہ اولیائے لاہور

محمد وارث کامل (مرحوم)

مکتبہ ماحول ۹۔ بہادر شاہ مارکیٹ بندر روڈ کراچی

Marfat.com

پاکستان ــــــ میں اس کتاب کے دائمی حقوق النور عارف
مالک "مکتبہ ماحول" کراچی کے نام محفوظ ہیں۔
ہندستان ــــــ میں اس کتاب کے جملہ حقوق
"علوی بکڈپو" بمبئی کے نام محفوظ ہیں

طابع ــــــ ایجوکیشنل پریس ۔ کراچی

پہلی بار ــــــــــــــــ جون ۱۹۶۳ء
قیمت ــــــــــــــــ چھ روپے

Marfat.com

624

فہرست

	مقدمہ لیفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید	۱۱
	افتتاحیہ مولانا محمد وارث کامل (مرحوم)	۳۳
۱	حضرت شیخ اسمٰعیل بخاریؒ	۶۹
۲	حضرت میر حسن زنجانیؒ	۷۲
۳	شیخ حسام الدین لاہوریؒ	۷۹
۴	حضرت داتا گنج بخشؒ	۸۴
۵	حضرت میاں میرؒ	۱۱۶
۶	حضرت ملّا شاہؒ	۱۴۰
۷	حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ (المعروف بہ میاں کلاں یا میاں وڈاؒ)	۱۴۱
۸	حضرت لال حسینؒ	۱۵۷
۹	حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ	۲۰۲
۱۰	حضرت شاہ جمال سہروردیؒ	۲۰۸
۱۱	حضرت شاہ ابوالمعالیؒ	۲۱۳
۱۲	حضرت شاہ چراغؒ	۲۱۵
۱۳	میراں محمد شاہ بخاریؒ	۲۱۷
۱۴	حضرت شاہ محمد غوثؒ	۲۲۱

Marfat.com

۱۵	حضرت شاہ بلاول رح	۲۲۴
۱۶	حضرت سید جان محمد صؒ حضوری رح	۲۲۹
۱۷	حضرت شیخ عزیز الدین مکی رح	۲۳۱
۱۸	حضرت شاہ یعقوب زنجانی رح صدر دیوان	۲۳۳
۱۹	حضرت الیشان رح	۲۳۵
۲۰	حضرت میراں شاہ رح	۲۳۸
۲۱	حضرت شیخ حسن کنجد (المشہور حسو تیلی) رح	۲۴۰
۲۲	حضرت شیخ موسیٰ آہنگر رح	۲۴۲
۲۳	قطب عالم حضرت شیخ عبد الجلیل جوہر بندگی رح	۲۴۵
۲۴	شاہ عبد اللہ شاہ بلوچ قادری رح	۲۴۹
۲۵	بی بی پاک داماں	۲۵۴
۲۶	حضرت خواجہ بہاری رح	۲۵۷
۲۷	حضرت شاہ رستم غازی رح	۲۵۷
۲۸	حضرت شاہ فیروز گیلانی رح	۲۵۸
۲۹	حضرت میاں تنحا قادری رح	۲۵۸
۳۰	حضرت شاہ کاکو چشتی رح	۲۶۱
۳۱	حضرت شاہ سہرزبانی المشہور شاہ مروانی رح	۲۶۲
۳۲	حضرت سیلانی شاہ رح	۲۶۳
۳۳	حضرت جلیبے شاہ رح	۲۶۴
۳۴	حضرت تاجے شاہ رح	۲۶۵
۳۵	حضرت سید عبد الرزاق مکی رح	۲۶۵
۳۶	حضرت محمد سعید لاہوری رح	۲۶۷

Marfat.com

۳۷	حضرت شیخ اشرف رح	۲۶۹
۳۸	حضرت عبدالقادر المشہور شاہ گدا گیلانی رح	۲۷۳
۳۹	حضرت شیخ محترم رح	۲۷۳
۴۰	حضرت حاجی جمعیت رح قدم رسول	۲۷۵
۴۱	حضرت فضل شاہ رح	۲۷۶
۴۲	حضرت شاہ کنتھ رح	۲۷۷
۴۳	حضرت سید بہاول شاہ گیلانی رح	۲۷۷
۴۴	حضرت شاہ مقیم رح	۲۷۸
۴۵	حضرت پیر زہدی رح	۲۷۹
۴۶	حضرت عارف چشتی رح	۲۷۹
۴۷	حضرت سید چراغ شاہ چشتی سبزواری رح	۲۷۹
۴۸	حضرت شیخ سعدی بلخاری رح	۲۸۰
۴۹	حضرت پیر برہان رح	۲۸۱
۵۰	حضرت ماہی شاہ رح	۲۸۲
۵۱	حضرت شاہ رحمت اللہ قریشی رح	۲۸۲
۵۲	حضرت الف شاہ رح	۲۸۳
۵۳	حضرت فتح شاہ سرمست رح	۲۸۴
۵۴	حضرت شاہ ابوتراب المشہور شاہ گدا رح	۲۸۵
۵۵	حضرت سید محمود قصوری	۲۸۶
۵۶	حضرت سید عبدالقادر گیلانی لاہوری رح	۲۸۷
۵۷	حضرت سید اسمعیل گیلانی رح	۲۸۷
۵۸	حضرت میر میراں بن سید مبارک حقانی گیلانی رح	۲۸۸

Marfat.com

۵۹	حضرت سید شاہ نور حضوری رح	۲۸۹
۶۰	حضرت سید صوفی بن سید بدر الدین سید اسمٰعیل گیلانی رح	۲۸۹
۶۱	حضرت سید جیون المشہور بسید عبد القادر ثالث گیلانی رح	۲۸۹
۶۲	حضرت سید عبد الوہاب گیلانی رح	۲۹۰
۶۳	حضرت حاجی محمد ہاشم گیلانی رح	۲۹۰
۶۴	حضرت سید سرور دین حضوری لاہوری رح	۲۹۱
۶۵	حضرت سید جعفر بن حاجی محمد ہاشم بن صوفی علی گیلانی رح	۲۹۱
۶۶	حضرت سید محمد فاضل متوکل بن سید محمد ہاشم گیلانی رح	۲۹۲
۶۷	حضرت سید عمر گیلانی رح	۲۹۳
۶۸	حضرت سید بدر الدین گیلانی رح	۲۹۴
۶۹	حضرت سید عبد الوہاب بن سید سرور دین بن حیان محمد حضوری رح	۲۹۴
۷۰	حضرت سید عبد الحکیم رح	۲۹۴
۷۱	حضرت شاہ فرید رح	۲۹۵
۷۲	حضرت سید مہر رح	۲۹۶
۷۳	حضرت سکندر شاہ رح	۲۹۶
۷۴	حضرت شیخ محمد حفیظ المشہور جھولن شاہ رح	۲۹۶
۷۵	حضرت پیر غازی المشہور غیب رح	۲۹۷
۷۶	حضرت نظام شاہ مجذوب رح	۲۹۸
۷۷	حضرت پیر ہادی رہنما رح	۲۹۸
۷۸	حضرت شاہ درگاہی رح	۲۹۹
۷۹	حضرت پیر سراج الدین المشہور پیر سراجی رح (شیرازی)	۲۹۹
۸۰	حضرت موسیٰ کھوکھر رح	۳۰۱

Marfat.com

۸۱	میر عبداللہ شاہ گیلانی رح المشہور پیر روڑاں والا	۳۰۱
۸۲	حضرت شاہ مسکین امری رح المشہور پیر غیری	۳۰۱
۸۳	حضرت نظام الدین چشتی رح المشہور پیر مہکا	۳۰۲
۸۴	حضرت سید سر بلند رح	۳۰۳
۸۵	حضرت پیر ذکی رح	۳۰۳
۸۶	حضرت پیر بلخی رح	۳۰۳
۸۷	حضرت سید صوف لاہوری رح	۳۰۴
۸۸	حضرت شیخ محمد سلطان لاہوری رح	۳۰۴
۸۹	حضرت شیخ مصاحب خاں مخدد لاہوری رح	۳۰۵
۹۰	حضرت شیخ جان محمد قادری رح	۳۰۵
۹۱	حضرت شاہ سردار قادری رح	۳۰۷
۹۲	حضرت سید علی شاہ قادری رح	۳۰۸
۹۳	حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری رح	۳۰۹
۹۴	حضرت شیخ جان اللہ لاہوری رح	۳۰۹
۹۵	حضرت شیخ حاجی عبد الکریم چشتی لاہوری رح	۳۱۱
۹۶	حضرت شیخ عبد الخالق لاہوری چشتی صابری رح	۳۱۴
۹۷	حضرت شیخ محمد عارف چشتی صابری لاہوری رح	۳۱۴
۹۸	حضرت محمد صدیق چشتی صابری رح	۳۱۵
۹۹	حضرت شیخ خیر الدین المشہور خیر شاہ لاہور رح	۳۱۶
۱۰۰	حضرت شیخ فیض بخش لاہوری رح	۳۱۶
۱۰۱	حضرت سید نعمد علی رح بن سید الرحیم بن صفا الدین بن میراں شاہ موج دریا	۳۱۸

Marfat.com

۱۰۲	حضرت شیخ شاہ مراد قریشی لاہوری رح	۳۱۹
۱۰۳	حضرت سید احمد توختہ ترمذی رح	۳۱۹
۱۰۴	حضرت سید مٹھ لاہوری رح	۳۲۰
۱۰۵	حضرت خواجہ ایوب قریشی رح	۳۲۱
۱۰۶	حضرت شاہ حسین بن سید عبدالقادر بن سید حمید لاہوری رح	۳۲۳
۱۰۷	حضرت سید عبدالکریم المشہور پیر بہاول شاہ بن سید شاہ بلاق رح	۳۲۴
۱۰۸	حضرت مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ قریشی رح	۳۲۶
۱۰۹	حضرت مولانا غلام رسول فاضل لاہوری رح	۳۲۷
۱۱۰	حضرت لدھے شاہ سونہ ساز رح	۳۲۷
۱۱۱	حضرت حامد قادری رح	۳۳۰
۱۱۲	حضرت شاہ شمس الدین قادری رح	۳۳۰
۱۱۳	حضرت شاہ ابواسحاق قادری رح	۳۳۰
۱۱۴	حضرت سید کامل شاہ رح	۳۳۱
۱۱۵	حضرت شاہ رضا قادری رح	۳۳۱
۱۱۶	حضرت ملا شاہ رح	۳۳۲
۱۱۷	حضرت عادل شاہ المشہور نتھو گیانی رح	۳۳۳
۱۱۸	حضرت سید شادی شاہ رح قادری لاہوری	۳۳۳
۱۱۹	حضرت سید محمد یعقوب گیانی رح	۳۳۴
۱۲۰	حضرت شاہ عنایت قادری رح	۳۳۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مقدمہ

از

لیفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید

انسان اور حیوان میں جو فرق امتیاز ٹھہرایا گیا ہے وہ انسان میں علم کا عطیہ ہے عقل دونوں میں مشترک ہے۔ ان دونوں کے فہم و تفہیم میں یہ ایک بڑی رکاوٹ ہے جو اللہ تعالےٰ نے ان کی فطرت میں ودیعت کر دی ہے۔ عقل کے لغوی معنیٰ اس لئے روکاوٹ کے قرار پائے ہیں۔ عربی میں گائے۔ بیل اور اونٹ کی پچھاڑی کو عقل کہتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں میں جو روکاوٹ نقل و حرکت کے لئے وقتے پیدا کرتے ہیں اس کو عقل کہا جاتا ہے اسی بنا پر اس رکاوٹ کو جو چیز دور کرتی ہے وہ علم کہلاتا ہے یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلافت کی ذمہ داری انسان کے سر سونپی تو اس کو علم کے عطیے سے سرفراز فرمایا۔ یہ علم الاشیاء تھا۔ (CONCEPTUAL KNOWLEDGE) عقل حیوانات میں بھی ہوتی ہے کیونکہ ان سے ایسی حرکات کا صدور ہوتا ہے جس میں مخالفت کا

Marfat.com

عمل دیکھتے ہیں۔ مثلاً آگ سے بچنا' یا پانی سے ڈرنا۔ کُتّے کے آگے آپ گرم گرم دودھ رکھئے تو وہ اُس کو سنبھل سنبھل کر اور رُک رُک کر پیے گا۔ گویا رد کا دعمل عقل ہی کی وجہ سے ہے۔ یہ عقل اس لئے پیدا کی گئی ہے کہ مخلوقات کو راہ اعتدال پر لایا جائے۔ گویا یہ عقل ایک قسم کا تقویٰ ہے۔ اور مخلوقات کو احتیاط سکھاتا ہے کہ بچ کر قدم اٹھائے۔ اور بچ کر چلنے ہی کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ مگر انسان چونکہ اللہ تعالےٰ کی ایک اعلا مخلوق ہے اور اس کو خلافت کی ذمہ داری دے دی گئی ہے ضروری تھا کہ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے سامان کر دیا جاتا۔ چنانچہ خالق کائنات نے انسان کو علم بخشا تاکہ اس کی مدد سے رکاوٹیں ضرورت کے مطابق دُور کر سکے۔ گویا علم عبوری شے ہے! اب چونکہ تخلیق کا تقاضا یہ تھا کہ ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے جائیں تاکہ قانون زوجین نافذ کر کے ارتقار کا اہتمام کیا جائے۔ اس لئے علم کے بھی دو پہلو بنا دیئے گئے۔ ایک ان میں علم عامیانہ کہلایا (EXOTERIC KNOWLEDGE) اور دوسرا علم محرمانہ کہلایا۔ (ESOTERIC KNOWLEDGE) آپ ان کو بالا ترتیب مادی اور روحانی علم بھی کہہ سکتے ہیں یا علم ظاہر اور علم باطن بھی۔ علم عامیانہ مادی علم ہوتا ہے اور علم محرمانہ' روحانی علم۔ یہ تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ حیات (LIFE) کے اندر مادہ اور روح کی پرورش ضروری ہے اور یہ ہر دو علم اس لئے سکھائے گئے کہ انسان اپنے خالق حقیقی کو پہچان سکے۔ دونوں قسم کے علوم کی نوعیت تجرباتی ہے اور یہ دونوں علوم خاص طبقوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ علم محرمانہ طبقہ اولیار کے ساتھ مخصوص ہوا۔ چونکہ یہ عامیانہ نہیں

Marfat.com

عوام اس کا صحیح مقام نہ سمجھ پائے۔ یہی روحانی علم جسکو ہم نے علم محرمانہ کہا ہے علم تصوف کہلاتا ہے۔ علم تصوف کی بہت سی تشریحات کی جا چکی ہیں۔ چنانچہ کتاب زیر نظر میں بھی اس پر مدلّل بحث موجود ہے مگر اس تمام بحث کا لب لباب یہ ہے کہ علم تصوف کا مقتضا اور منتہا یہی ہے کہ وہ تصفیہ قلب کرے یہی اس کی اہمیت ہے اور یہی اصل تشریح۔ تصفیہ قلب ہی ایک ایسا عمل ہے جو روحانی دنیا کا دروازہ کھولتا ہے۔ مختصر یہ کہ تصوف ایک علم محرمانہ ہے جو تصفیہ قلب کا موجب ہوتا ہے۔ اور یہ خاص خاص لوگوں کے ساتھ وابستہ ہے جن کو اولیاء کہا جاتا ہے لفظ اولیاء اور صوفیا میں ایک فرق یہ ہے کہ اولیاء قرآنی اصطلاح ہے اور ہر اللہ کے دوست کو ولی کہا گیا ہے جس کے دل سے ماسوا اللہ تعالیٰ کے سب کا خوف نکل چکا ہو۔ صوفیا ایک غیر اسلامی اصلاح ہے اور ہر کوئی جو علم محرمانہ میں دخل رکھتا ہے صوفی کہلا سکتا ہے۔ یہ روحانی علم جو خاص اسلامی عمل اور طریقوں سے پیدا ہوتا ہے اس کو علم تصوف کہا جاتا ہے اور اس پر عمل کرنے والا جب تمام مدارج طے کرے گا تو اس کا قلب مُصفّٰی ہو کر ہر قسم کے واردات قبول کرنے کے قابل ہو جائے گا ایسا عامل ولی کہلائے گا نہ کہ صوفی! بظاہر یہ محیر العقول بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر ہے صحیح! اس لئے یہ کتاب جس کو قابل مصنّف نے "تذکرہ اولیائے لاہور" کے نام سے منسوب کیا ہے تو اس کا نام صحیح تجویز کیا ہے۔ یہ کتاب اس طبقہ کے حضرات کے سوانح حیات پر مشتمل ہے جنہوں نے اسلامی روحانی اصولوں پر عمل کر کے دین کو ترقی دی

Marfat.com

اور اپنے عمل سے غیر مسلموں کو مرعوب کیا۔ اور وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ انہوں نے روحانیات کے ماہر پیدا نہیں کئے بلکہ دین اسلام کے ماہر پیدا کئے اسلام میں تصوف شریعت سے باہر نہیں۔ روحانیت کے لئے کسی شریعت کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ع روحانیاں را مذہب و ملت جُداست!

اولیائے کرام کی اسلامی خدمات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا بلکہ اگر ہم یہ کہدیں کہ اسلام کا تمام تر عروج و وقار اولیائے کرام ہی کی وجہ سے ہے تو ہم حق بجانب ہوں گے اسلام میں علوم عامیانہ کے ماہر بھی لاتعداد گزرے ہیں مگر یہ دنیاوی ترقی کا باعث تھے۔ انہوں نے مذہب اسلام کا روحانی وقار نہیں بڑھایا

اس موضوع پر گزشتہ ایک دو برس میں چند ایک عمدہ کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ ان میں ایک کتاب مولانا اعجاز الحق قدوسی صاحب کا تذکرہ صوفیائے پنجاب ہے اور دوسری محمد لطیف ملک صاحب کی اولیائے لاہور۔ اب یہ تیسری کتاب مولانا محمد وارث کامل مرحوم کا "تذکرہ اولیائے لاہور" شائع ہو رہا ہے۔ درحقیقت یہ تینوں کتابیں علم تصوف کے موضوع پر کوئی نئی تحقیق پیش نہیں کرتیں۔ البتہ اولیائے کرام کی سوانح حیات مختلف ماخذوں سے لے کر از سر نو ترتیب دے دئیے گئے ہیں۔ ایسا کرنے میں مصنفین کو یقیناً بہت زیادہ محنت کرنا پڑی ہو گی کیونکہ حالات کو یکجا کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ خصوصاً ان بزرگوں کے حالات میں جو کمی محسوس ہو رہی تھی اس کو پورا کر دیا گیا ہے اور اعتدال پر لے آیا گیا ہے۔ ماخذ تینوں کتابوں کے تقریباً ایک سے ہی ہیں۔ ان تینوں میں محمد لطیف ملک صاحب کی اولیائے لاہور

Marfat.com

مختصر ترین ہے۔ باقی دونوں تفصیلی ہیں۔ کتاب زیر نظر جامع ہے مقابلۃً خصوصاً جب کہ اس کا احاطہ تحقیق صرف لاہور تک محدود ہے۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب تمام صوبہ پہ حاوی ہے۔

تذکرہ اولیائے لاہور کی ترتیب میں مصنف نے لاہور کی پوری مذہبی علمی اور ادبی تاریخ مرتب کر دی ہے۔ بادشاہوں کے حالات اور دیگر واقعات کا بیان جو لاہور شہر سے متعلق تھے سب کو یکجا کر دیا ہے۔ مولانا وارث نے ۱۲۰۔ اولیائے کرام کا حال بیان کیا ہے۔ ان ناموں کو یکجا کرنے میں انہوں نے یقیناً بہت زحمت اٹھائی ہوگی۔ کیوں کہ اتنے نام کسی ایک تذکرہ میں بھی نہیں ملتے۔ صاحب تذکرہ صوفیائے پنجاب نے صرف ۹۶ نام گنوائے ہیں۔ حالانکہ اس میں تمام پنجاب کے صوفیا کا ذکر ہے بیشتر اولیائے لاہور سے وابستہ تھے۔ مگر بہت تھوڑوں کا ذکر ہو پایا ہے۔ محمد لطیف ملک نے اولیائے لاہور میں صرف ۵۹۔ اولیاء کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مولانا محمد وارث کامل کا کارنامہ بڑا مفصل اور جامع ہے اور اکمل بھی۔ اور مصنف کی یہ کوشش لائق تحسین ہے، مصنف کو ایسا عمدہ مواد اکٹھا کرنے میں بڑی تگ و دو کرنا پڑی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور انہیں اولیائے کرام کا قرب جنت میں نصیب فرمائے (آمین) چونکہ موضوع ایک ہی ہے ان تینوں کتابوں کا مواد ملتا جلتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے بچنا محال تھا۔ زیر نظر کتاب کو بہر حال باقی دونوں پر فوقیت حاصل ہے کہ ان سے پہلے لکھی گئی اگر اللہ تعالے نے مولانا وارث کو حیات بخشی ہوتی تو شاید یہ بہت پہلے شائع ہو چکی ہوتی اس

Marfat.com

کتاب کی ایک خصوصیت جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ مصنف نے کتاب کی ترتیب میں جن ماخذوں کا حوالہ دیا ہے ان کے علاوہ انہوں نے چند ایک اور مشہور کتابوں کی طرف بھی رجوع کیا ہے جو علم تصوف سے متعلق ہیں۔ دوسری کتابوں میں یہ چیز نہیں ملتی۔ اس لحاظ سے یہ کتاب زیادہ مستند ہے۔ مصنف نے اولیائے کرام کی تعلیمات پر مفصل تبصرے کئے ہیں اور جن جن لوگوں نے ان بزرگوں کے متعلق اپنی نظم و نثر میں عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ اس تذکرہ کی اہمیت چنانچہ اور بھی بڑھ گئی ہے

مولانا وارث کامل مرحوم ایک سلجھے ہوئے ادیب اور صحافی تھے۔ آپ کی نظر علوم اسلامیہ پر بڑی وسیع تھی۔ انہوں نے اس کتاب میں صرف حوالہ ہی نقل نہیں کئے بلکہ اپنی ذاتی رائے سے بھی عبارت کو جا بجا مزین کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک پُر مغز افتتاحیہ ہے جس سے ان کی نظر علم تصوف پر بڑی گہری معلوم ہوتی ہے۔

مادھولال حسین کے ذکر میں انہوں نے چند ایک باتیں شاہد بازی اور شریعت کے احترام میں بڑی پتہ کی لکھی ہیں جو بڑی غور طلب ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف اولیاء کے حالات ہی قلمبند کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ان کے اعمال و اقوال پر بھی یکساں روشنی ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے اسرار و رموز پر مولانا وارث کامل نے کافی بحث کی ہے اور یہ بڑی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

اولیائے کرام ہمیشہ سے اخفائے اسرار کے قائل رہے ہیں اور افشار سِرّ ربوبیت کو کفر مانتے تھے اس لئے مولانا وارث کا یہ کہنا کہ یہ تمام اشارے اور کنائے جو انہوں نے اظہار واردات کے لئے اختیار کئے ہیں جائز ہیں اور مناسب تھے، بالکل درست ہے۔ راہ سلوک میں افشار سِرّ ربوبیت کفر کے مترادف ہوتا ہے اس کی ایک وجہ جو ہماری سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ کسی کا راز فاش کر دیں تو دوسری مرتبہ وہ آپ پر اعتماد کر کے پھر کچھ اور نہیں بتائے گا۔ اور پھر حبیب خود اللہ تعالیٰ آپ پر اعتماد کر کے اپنا کوئی راز کھول دیں تو وہ کس طرح دوبارہ آپ پر اعتماد کر کے آپ کو کچھ اور بتائیں گے؟ یہی ایک بات ہے جو راہ سلوک میں کچھ پیچیدگی پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ اولیائے کرام پر واردات بھی ہوتے ہیں اور ان کو اخفا بھی رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر حالت جذب و شوق میں وہ انہیں اشاروں اشاروں میں بیان بھی کر جاتے ہیں مگر عوام ان کو بخوبی سمجھ نہیں پاتے۔ ہر شخص اپنے فہم کے مطابق ان کی تشریح کرتا ہے اور یہ اکثر غلط فہمی کا موجب بن جاتا ہے۔ مولانا وارث کامل نے اس ضمن میں جن مباحث کا آغاز کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔

مصنّف نے شدہ شدہ خیالات علم تصوّف پر بھی ظاہر کئے ہیں ہم چاہتے ہیں کچھ تھوڑا بہت اپنے فہم کے مطابق اظہار خیال یہاں کر دیں۔ جیسا کہ اس مقدمہ کے شروع میں نظر سے گزر چکا ہوگا۔ ہم نے چند سطور علم تصوّف کی تشریح میں لکھی ہیں۔ اب اس ضمن میں کچھ اور تفصیل ضروری سمجھتے ہیں۔

اس کارخانہ قدرت کو وجود میں لانے کا باعث یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتے تھے جو ایک مقولے کے مطابق ایک چھپے ہوئے

Marfat.com

خزانے کی مانند تھا۔ اس غرض سے اس نے حضرت انسان کو تخلیق کیا اور اس کو
علم سے سرفراز تاکہ تحقیق و تجسس کے بعد وہ اپنے خالق کو پہچانے۔ مقصد تو
اس کا یہ تھا کہ مجھے پہچانو مگر حضرت انسان نے یہ مقولہ گھڑ لیا کہ نہیں پہلے خود
اپنے کو پہچانو! تاکہ تم اپنے رب کو پہچان سکو۔ اس ذاتی جستجو میں انسان نے
ہزاروں برس گزار دیئے اور اپنے ہی بت بنا کر پوجتا رہا۔ اور حقیقی طور پر اس
نے اپنے رب کو پہچاننے کی کوشش نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغام میں
کھول کر بتایا کہ کائنات قدرت کا مشاہدہ کرو اور اس پر تفکر، تدبر اور تعقل
کرو تاکہ تمہیں خالق کائنات کی تخلیقی قوت کا ادراک ہوسکے۔ اس کائنات کے
اندر جو قوانین نافذ ہیں ان کو سمجھنے کے لئے انسان کو علم عامیانہ عطا کیا گیا۔
پھر یہ بھی بتا دیا کہ اس کائنات سے خود تم کوئی علاحدہ شے نہیں ہو۔ لہذا اپنے
پر بھی غور کرو۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ یہ علم محرمانہ کا
آغاز تھا۔ گویا خارجی اور داخلی حقائق کا مطالعہ ہی صحیح علم تھا۔ انسان خود
کائنات کا ایک حصہ ہے بلکہ ایک ذرّہ ہے۔ چنانچہ ان تمام ذرات کا علم ہی
حقیقی علم ہے جو اس کائنات میں بکھرے پڑے ہیں۔ آپ اسے یوں تصور
کیجئے جس طرح ایک شہر میں رہتے ہیں اور آپ کو اپنے گھر کا بخوبی علم ہے کہ کون
سا کمرہ کہاں ہے اور اس میں کیا سامان رکھا ہے۔ مگر آپ کو شہر کے گلی کوچوں سے
مطلقاً واقفیت نہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کا علم اپنے شہر سے متعلق ناقص ہے،
محض اپنا گھر جان لینا شہر کے علم کے مترادف نہیں۔ البتہ اگر آپ کو شہر کے
گلی کوچوں سے واقفیت ہے اور آپ اس کے حدود اربعہ سے بھی واقف ہیں

Marfat.com

ور ساتھ ہی اپنے گھر کا بھی مکمل علم رکھتے ہیں تو آپ کا علم مکمل ہوگا۔ اسی طرح جب
تک آپ کو پوری کائنات کا علم نہ ہوگا آپ اس میں اپنا مقام تعین نہیں کر سکتے اور
کائنات کا علم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اپنی دنیا کی طرح جس میں کہ انسان آباد ہے
بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اور بھی دنیا میں موجود ہیں جن کے اپنے اپنے نظام شمسی
ہیں اور ہر ایک کا نظام علاحدہ ہے اور ایسی دنیائیں لاتعداد ہیں۔ مجموعی طور
پر اس کو کائنات (Cosmos) کہا جاتا ہے۔ فقط انسان کے متعلق معلومات
حاصل کر لینا کافی نہیں اس علم کائنات کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ
انسان کے وجود میں بلندی آئے اور وہ زمان و مکان کی قید سے نکل کر بالائی
حدود میں رسائی حاصل کرے۔ جب انسان کو مجموعی علم کا صحیح ادراک ہوگا تو اس
کارخانہ قدرت میں اس کو مشیئت الہی کی ایک عجیب شان کارفرما اور جلوہ گر
ہوتی ہوئی نظر آئے گی۔ اور ہمیں ہمارے خالق حقیقی کی ہستی کا ادراک ہوگا

ذرا غور فرمائیے کہ ہمارے ہاں مختلف قسم کے آلات ایجاد کئے جاتے
ہیں کہ مختلف حقائق کی پیمائش کی جائے۔ اسی طرح ہماری اس دنیا اور اس کے
نظام شمسی کے مابین حقائق کی پیمائش کے لئے حیات (LIFE) کا پیمانہ
اللہ تعالیٰ نے جو تخلیق فرمایا ہے۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت انسان ہے۔
گویا انسان ہی ایک ایسا آلہ ہے جس سے حقائق کی پیمائش ہو سکتی ہے۔ یہی آلہ قدرت
جس کو ہم نے انسان کے نام سے منسوب کیا ہے۔ جب حرکت میں آتا ہے تو آسمان
فلک کے تارے بھی توڑ لاتا ہے۔ اور اگر اپنی طاقتوں کو صحیح طور پر استعمال میں لے
آئے تو علم تصوف کی بھی ایجاد کر لیتا ہے جس سے ورا الورا کی خبر لانے کے قابل

Marfat.com

ہوجاتا ہے۔ علم تصوف کے ذریعہ یہ اپنے قلب کو صاف کر کے اپنا وجود بلند کر لیتا ہے

لیکن کائنات کے اس آلہ کو زندگی بخشنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ذہن میں تازہ بتازہ اور نو بنو خیالات ابھرتے رہیں۔ مگر انسان کے ضمیر میں کچھ اس قسم کی طراوت سرایت کر گئی ہے کہ وہ روایات میں کھو گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا فکر معطل ہو گیا ہے، کیونکہ روایات فرسودہ ہو کر بوسیدہ ہو جاتی ہیں اور ان میں جان نہیں رہتی انسان تفکر اور تعقل کھو بیٹھتا ہے۔ اولیائے کرام کے حصہ میں یہ بات آئی کہ وہ انسان کو نئے نئے خیالات سے جھنجھوڑتے رہے اور اس کے فکر کو تازگی بخشتے رہے فکر تازہ یا فکر نو کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ وہ انسان کو بیدار کرتا رہتا ہے اور جس راہ سے وہ مانوس ہو چکا تھا اس کو فرسودہ ثابت کر دے۔ اور نئی راہیں اس کے سامنے کھولتا چلا جائے۔ چونکہ انسان روایتوں پر چلنے کا عادی ہو چکا ہے نئی راہوں پر چلنے سے گھبراتا ہے۔ اس لئے ہر نیا فکر اس کو چونکا دیتا ہے اور اس کے قبول کرنے میں اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور اگر وہ اس کو قبول کر لے تو یہی تکلیف اس کو جگانے کا موجب بن جاتی ہے۔

روایۃ کا لفظ رویۃ (روی) سے بنا ہے جس کے معنی نقل کرنے کے ہیں۔ رویۃ ادراک کی ضد ہے اور ادراک فکر سے پیدا ہوتا ہے۔ جوں ہی فکر تازہ کی آمد ہوتی ہے ادراک روشن تر ہوتا چلا جاتا ہے اور رویۃ رفو ! انسان بیدار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسلام میں تجدید مذہب اور مجدد کے تخیل کا بھی اصل یہی ہے چنانچہ اولیائے کرام نے تجدید اور احیائے دین میں حصہ لیا۔ انہوں نے اسلام کو ایک نئے انداز میں پیش کر کے اس کی روح کو

Marfat.com

تازگی بخش دی۔ یہ انداز کوئی انوکھا نہ تھا بلکہ وہی اصل اسلام تھا جو لوگوں کی نگاہ سے روایات نے پوشیدہ کر دیا تھا۔

تاریخ اقوام اس بات کی شاہد ہے کہ قوموں میں جمود و تعطل اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ سوچنے کی عادی نہیں رہتیں گویا جب غور و فکر ان سے سلب کر لیا جاتا ہے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ جوں جوں ترقی ہوتی ہے زندگی کی قدریں بھی بدلتی جاتی ہیں۔ ان نئی اور بدلتی ہوئی قدروں کو سامنے رکھ کر جب ایک نئے فکر کی تخلیق کی جاتی ہے تو زندگی جمود سے ہٹ کر حرکت کی طرف رجوع کر آتی ہے۔ حرکت فکر نو سے پیدا ہوتی ہے اور یہی حرکت تازگی حیات بخشتی ہے۔ مگر یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان تمام حقائق کے باوجود انسان فکر نو سے گریز کرتا ہے اور اس کو قبول کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتا یہ ہے کہ ہر بات جو اس کی روایات سے ہٹ کر ہے وہ ناقابل قبول ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ہماری اس تحریر کا بھی یہی انجام ہو! اور فتویٰ لگ جائے کہ یہ رد کر دینے کے قابل ہے۔ تھوڑے غور کے بعد ایک صحیح الفہم انسان کو اس میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور دکھائی دے گی۔ یہ رویہ ہماری روحانی ترقی کے لئے بھی مانع ہے۔ فکر نو سے شعور کے مدارج میں بھی ترقی ہوتی ہے۔

جب تک فکر مرکوز نہیں ہوتا اس کی نوعیت تخیّل کی سی رہتی ہے تخیّل کو ڈھیل دے کر چلنے دینا کبھی انسان کو سُلا دیتا ہے، چاہئیے کہ اس کی باگ کو پکڑ کر اس پر کنٹرول حاصل کیا جائے، جونہی یہ قابو میں آتا ہے تو مرکوز ہو کر فکر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ سورج کی روشنی چار عالم میں بغیر کسی روک ٹوک

Marfat.com

کے پھیلی ہوئی ہے مگر جہاں یہ روشنی ہر روز نظر آتی ہے کوئی شخص بھی اس کو محسوس نہیں کرتا ۔ مگر جونہی ایک آتشی شیشہ رکھ کر اس کو مرکوز کر لیا جاتا ہے تو یہ آناً فاناً اپنا اثر دکھاتی ہے ۔ اسی طرح اگر تخیل کو قابو میں نہ لایا جائے تو یہ روایات میں پھنسا رہتا ہے اور روز بروز پھنستا چلا جاتا ہے ۔ اور یہ روایات رسوم کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جو اُن کی انتہائی بڑی مشکل ہے ۔ چنانچہ آج کل آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ اسلام رسوم اور روایات کا ایک پلندہ بن کر رہ گیا ہے ! مختصر یہ کہ تخیل اور فکر میں یہ فرق ہے کہ تخیل پر قابو نہیں ہوتا جب تخیل قابو میں آجائے تو فکر بن جاتا ہے ۔

انسان کو نئے طریق سے سوچنے میں جو باتیں حائل ہیں ان میں سے سب سے اہم اس کے منفی جذبات ہیں جو خواہشات نفسانی کے مترادف ہیں اور ان میں سب سے خطرناک منفی جذبہ دروغ گوئی ہے ۔ چونکہ ہر انسان جھوٹ بولتا ہے اور یہی سمجھتا ہے کہ وہ نہیں بولتا ۔ اس لئے یہ حقیقت اس کو بہت ناخوشگوار معلوم ہوتی ہے ۔ انسان نہ صرف دوسروں کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے بلکہ خود اپنے ساتھ بھی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور اس خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ یہ سب کچھ جو وہ سوچ رہا ہے سچ ہے ! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے تخیل میں کچھ سوچتا ہے اور پھر اس پر یقین کر لیتا ہے اور پھر اس کو بھول بھی جاتا ہے کہ یہ اُس کا تخیل تھا ! یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ اپنے آپ کو نہ سمجھتے ہوئے بھی کئی ایک نظریے خود اپنے متعلق بنا لیتے ہیں اور ان میں سے اکثر نظریے جھوٹے ہوتے ہیں ۔ مگر ہم ایسا رویہ اختیار کر لیتے ہیں کہ گویا

53319

Marfat.com

ہر چیز ہیچ نظر آتی ہے۔ یہ ایک ایسا منفی جذبہ ہے جس سے فکری صلاحیت تباہ ہو جاتی ہے۔ اخلاقی قدریں اپنی اہمیت کھو دیتی ہیں۔ خیر و شر کا امتیاز نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ شر ایک اخلاقی کمزوری ہے جو منفی جذبات کے دباؤ کے تحت پیدا ہوتا ہے۔ خیر ایک شعوری فعل ہے۔ شر میکانیکی اور غیر شعوری! ہمارے ذہن میں ان شعوری اور میکانیکی افعال کا امتزاج کچھ اس طرح وقوع پذیر ہوتا ہے کہ ہم ان میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاقی قدریں زمانہ ملک، قوم اور قبائل کے مطابق بدلتی رہتی ہیں۔ مگر جو چیز نہیں بدلتی وہ انسان کا مافی الضمیر ہے۔ ضمیر کیا ہے؟ یہ ایک قسم کا جذباتی ادراکِ حقائق ہے جو بدلتا نہیں۔ یہ نیک و بد میں تمیز کرتا ہے اگرچہ قدریں ان کی مختلف کیوں نہ ہوں۔ تصوف ضمیر کا زنگ اتارتا ہے اور اس کو جلا دیتا ہے۔ ولی اس زنگ کو اتارنے میں مدد دیتا ہے

بُرے افعال اچھے افعال یا اعمال کو منسوخ کرتے رہتے ہیں مگر نیکیاں برائیوں کو منسوخ نہیں کرتیں۔ تصوّف کہتا ہے کہ برائیاں اور گناہ استغفار سے دُور ہوتے ہیں۔ مگر استغفار کا یہ مطلب نہیں کہ ایک مرتبہ گناہ کیا اور استغفار کر لیا اور سمجھ لیا کہ دوبارہ اس گناہ کی تکرار میں استغفار کی ضرورت ہی نہیں! استغفار کا مطلب گناہ سے تائب ہونا ہے اور حتی الوسع ایسے منفی جذبات پہ قابو پانا ہے تاکہ دوبارہ اس سے یہ سرزد نہ ہوں۔ ولی ان راہوں کو متعین کرتا ہے اور محبت کی راہنمائی کرتا ہے اور اس کو بتاتا ہے کہ ایسے مقاموں سے کیوں کر

P1EGG

Marfat.com

گزرنا ہے۔

فکر لو کو بارآور (FERTELIZE) کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خاموشی اختیار کرے۔ انسان بہت باتیں کرنے کا عادی ہے۔ جہاں باتیں زیادہ ہوتی ہیں وہاں عمل ناپید ہوتا ہے کیونکہ فکر موجود نہیں اور لطف تو یہ ہے کہ جو لوگ باتیں زیادہ کرتے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم باتیں زیادہ نہیں کرتے! خاموشی سے فکر محرک ہوتا ہے اور وجود انسانی میں بلندی آتی ہے اور جوں جوں وجود میں بلندی آتی ہے۔ انسان بیدار ہوتا چلا جاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنے فکر سے بیدار کرتا چلا جاتا ہے۔ یہی کام اولیائے کرام کا ہے، یہ طبقہ بیدار اشخاص کا ہے۔ وہ بیدار لوگ تھے جو اوروں کو بھی بیدار کرتے تھے

ع خفتہ را خفتہ کے کند بیدار؟

خالق کائنات نے جس طریق سے انسان کو تخلیق کیا ہے۔ اس سے بہتر اسکی تخلیق ہونا ناممکن تھی۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ خالق کائنات اسے بہتر مخلوق کو تخلیق ہی نہیں دے سکتے تھے! حاشا وکلا قرآن کریم خود اس بات کا شاہد ہے کہ اس کائنات میں انسان سے بھی بہتر مخلوق موجود ہے۔ مگر انسان اپنے آپ کو احسن تقویم سمجھ کر اشرف المخلوقات بن بیٹھا ہے۔ احسن تقویم کا مطلب اشرف المخلوقات ہونا نہیں۔ یہ کس قدر بڑا دھوکہ ہے۔ انسان کا دعویٰ علم کے زور پہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بہترین جسمانی اور ذہنی ترتیب پر بنا کر نامکمل چھوڑ گیا ہے اور یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ بتدریج اپنے شعور

Marfat.com

کو بیدار کر کے اپنے وجود کو بلند کرے اور تکمیل تک پہنچائے۔ اس لئے علم اور وجود کا ارتقا ساتھ ساتھ جاری ہے۔ ادراک اور فکر اس وجود اور علم کے ہمراہ ہیں اور ایک ساتھ ان سب کا نشوو ارتقاء ہو رہا ہے اور کب تفصیل کا متقاضی ہے ظواہر سے متنفر ہے۔ علم عمق کا متلاشی ہے۔ ان دونوں کے امتزاج سے شعور کو بیداری نصیب ہوتی ہے۔ انسان کے اندر اس نشوونما کی صلاحیت چھوڑ دی گئی ہے اور جب تک انسان کے اندر یہ خاصہ نمودار نہیں ہوتا ہم ایک دوسرے کو بھی نہیں سمجھ سکتے اسی بیداری کے لئے علم محرومہ کو ضروری سمجھا گیا۔ علم محرومہ کو ہم علم باطن بھی کہہ سکتے ہیں اگر اس سے (ESOTERIC KNOWLEDGE) کا مفہوم سمجھ آجائے۔ اس علم باطن سے علم تصوف پیدا ہوا ہے جس کی تلقین کے لئے اولیائے کرام کا طبقہ وجود میں آیا۔

اب ایک آخری چیز ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ فکر نو کی تخلیق کیوں کر ہوتی ہے۔ مادی دنیا میں کسی بھی تخلیق کے لئے مشین کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کو بھی مشین سے تشبیہ دی گئی ہے مگر انسان مشین نہیں ایک مکمل کارخانہ ہے جس کے اندر سینکڑوں قسم کی مشینیں کام کر رہی ہیں! ہر مشین کے لئے ایک تقسیم کار ہے اور اس میں ہمہ تن مصروف ہے اس کے لئے کوئی لمحہ بھی آسائش کا نہیں۔ یہ مشینیں مختلف رفتاروں سے کام کر رہی ہیں۔ دل کی دھڑکن اس کارخانہ کا گھڑیال ہے جس کی ٹک ٹک سے آپ تمام مشینوں کے کام کی رفتار کا اندازہ لگا سکتے ہیں! ان تمام مشینوں کے

Marfat.com

اندر مختلف قسم کے تیل (لعاب) ان کی حرکت میں امداد دے رہے ہیں۔ یہ سب مختلف تیل یا لعاب ایک ہی خون سے پیدا ہو رہے ہیں۔ فتبارک اللّٰہ أحسن الخالقین — اور ہر مشین کی ضرورت کو یہ پورا کئے جا رہے ہیں۔ ان کی دھار سب کو علاحدہ علاحدہ راس آتی جا رہی ہے کہیں کوئی تیلی بدلنا نہیں پڑتا خود بخود صاف ہوتا چلا جاتا ہے ثم فتبارک اللّٰہ — کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اپنے اس کارخانہ کی مشینوں سے واقفیت حاصل کرے؟ جب تک وہ ان سے واقف نہ ہوگا وہ ان کا صحیح مصرف نہیں سمجھ سکتا اور ان کو اعتدال پہ نہیں لا سکتا۔ اس کا علم غور و فکر سے پیدا ہوتا ہے اور کچھ مطالعہ سے۔ اس کو غور و فکر کی نئی راہیں تلاش کرنا ہوں گی پھر وہ ملاحظہ کرے گا کہ ہر مشین ایک نئی صنعت تیار کرتی چلی جاتی ہے۔ جو ایک نئے فکر کی تخلیق کا موجب ہوتی ہے۔ ان تمام کے مجموعی افکار سے فکر نو تخلیق پاتا ہے جس سے انسان بیدار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بات شاید سمجھنا ذرا مشکل ہو۔ مگر ذاتی مشاہدہ سے یہ راز کھل سکتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ وفی انفسکم افلا تبصرون!

اور یہ جو فکر نو تخلیق پاتا ہے تو یہ انسان کے مختلف مراکز کے مابین ایک رابطہ قائم کر دیتا ہے۔ جونہی یہ رابطہ یا تعلق قائم ہوا انسان بیدار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ انسان کو جو چیز سلاتی ہے وہ یہی قطع تعلق ہے ان مراکز کا آپس میں، جونہی منقطع ہوا انسان پہ غنودگی طاری ہوگئی اور وہ سو گیا یہ مراکز مختلف قسم کے ہیں مثلاً جذبات کا مرکز، عقل کا مرکز وغیرہ۔

Marfat.com

یہ تمام باتیں جو ہم نے اس وقت اس مقدمہ میں تحریر کی ہیں یہ بھی فکرِ نو کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کو قبول کرنے میں کچھ لوگوں کو شاید تردد ہو اور تکلیف بھی مگر چند سال بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ جائزہ حقیقت پر مبنی تھا۔ مگر مسلمان کا ذہن اس وقت تیار نہیں کہ وہ ان باتوں کو قبول کرلے۔ الّا ماشاء اللہ۔

اب ہم آخراً کتاب زیرِ نظر سے متعلق کچھ اور باتیں لکھ کر اس مقدمہ کو لپیٹ دیں گے۔ کیونکہ ضروری معلوم ہوتا ہے بعض باتیں جو غور طلب ہیں ان کی طرف احباب کی نظر منتقل کروادی جاوے۔

مصنف نے اپنے افتتاحیہ میں علماء، صوفیاء اور حکماء کے طبقات کا ذکر کرکے ان کا آپس میں تعلق ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ طبقۂ صوفیاء، طبقۂ علماء کے خلاف ایک احتجاج کے طور پر وجود میں آیا تھا۔ یہ بات سو فی صد صحیح ہے۔ ہم نے اس موضوع پر مفصل بحث اپنے ایک مضمون میں کی ہے جو "علماء اور حکومت" کے عنوان سے ۱۹۶۲ء میں ندوۃ المصنفین کے مجلہ شہریہ برہان میں کئی قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔

لائق مصنف نے جگہ جگہ اولیاء اللہ کی کشف و کرامات کا ذکر کیا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جس پر خود کبھی صاحبِ کشف نے زور نہیں دیا۔ اور ہمیں مراد نہیں کہ ہم بھی ان کو بے جا اہمیت دیں۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ محیر العقول حادثات کا متلاشی رہتا ہے۔ اس کو ان میں ایک عجیب قسم کی دلچسپی محسوس ہوتی ہے اور وہ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ مگر یہ کسی کی بیداری کا پیمانہ نہیں اور نہ ہی اولیائے کرام کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحبِ کشف و کرامات ہوں

Marfat.com

بلکہ بعض دفعہ تو ان کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اُن سے کشف صدور کر رہا ہے! بلکہ انتہا یہ ہے کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ولی ہیں ! لہذا ایسی باتوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دینا چاہیئے اصل بات جو ہے وہ ان کی تعلیمات ہیں اور اگر یہی انسان میں تغیر پیدا کر دیں تو یہ ان کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔

مولوی عبدالحق مرحوم بابائے اردو' اپنی کتاب " اردو کی ابتدائی نشوو نما میں صوفیائے کرام کا کام "کے اندر رقمطراز ہیں" اصل صوفی بہت بڑا ماہر نفسیات ہوتا ہے .... وہ نفس کی چوریاں اس آسانی خوش اسلوبی اور لطف سے پکڑتا ہے اور ان کی اصلاح کرتا ہے کہ بعض اوقات مرید کو خبر بھی نہیں ہونے پاتی ...... یہی وجہ ہے کہ علماء و اُمراء بلکہ حکومتوں اور بادشاہوں سے بھی وہ کام نہیں ہو سکتا جو فقیر اور درویش کر گزرتے ہیں..... لیکن حال یہ ہے کہ انہیں مرے صدہا سال گزر چکے ہیں لیکن اب بھی ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا صبح و شام ان کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں اور جن جن مقامات پر ان کے قدم پڑے تھے وہ اب تک " شریف" اور " مقدس "کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں"۔

قدیم سلسلوں کے متعلق مصنف نے چند نام گنوائے ہیں ۔ درحقیقت ان سلاسل تصوف کی فہرست کو یوں ترتیب دے لینا چاہیئے۔

۱۔ علوانیہ ۲۔ ادھمیہ

۳۔ بسطامیہ ۴۔ سقاطیہ

Marfat.com

۵-	قادریہ	۶-	رفاعیہ
۷-	سہروردیہ	۸-	کبراویہ
۹-	شاذلیہ	۱۰-	مولویہ
۱۱-	بدویہ	۱۲-	نقشبندیہ
۱۳-	سعدیہ	۱۴-	بکتاشیہ
۱۵-	خلوتیہ	۱۶-	زینیہ
۱۷-	بابیہ	۱۸-	بہرامیہ
۱۹-	اشراقیہ	۲۰-	بکرمیہ
۲۱-	سنبلیہ	۲۲-	جلسانیہ
۲۳-	عقباشیہ	۲۴-	آمرسنانیہ
۲۵-	جلوتیہ	۲۶-	اشتاکیہ
۲۷-	شمسیہ	۲۸-	سنان امیہ
۲۹-	نیازیہ	۳۰-	مرادیہ
۳۱-	نورالدّینہ	۳۲-	جمالیہ

لائق مصنّف نے تصوّف اور عشق، خلق و تصوّف کے مباحث کو کچھ خلط کر دیا ہے۔ یہ دونوں پہلو بڑے غور کے متقاضی ہیں اور ان پر بغیر سوچے سمجھے ہر کس و ناکس کو عمل نہیں کرنا چاہیے۔ عشق ایک غیر قرآنی بلکہ غیر اسلامی اصطلاح ہے۔ قرآن کریم نے اس کے لئے حُبّ کا لفظ کیا ہے جو بڑا جامع ہے۔ ومن الناس من یتخذ من

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (البقرۃ)

ہمارے فلاسفہ نے مغرب کی تقلید میں عشق کو عقل پر ترجیح دے دی ہے جو عقلاً غلط ہے! مغرب میں REASON AND EMOTION

ایک پرانا موضوع ہے جس پر بہت مدت سے بحث ہوتی چلی آ رہی ہے اور وہاں عقل (REASON) پر عشق (EMOTION) کو ترجیح دی گئی ہے

یہ سراسر مغربی افلاطونی تخیل ہے۔ اسلامی تخیل میں عقل ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اعتدال پر لاتی ہے اور چونکہ اعتدال اسلام کا ایک زرین اصول ہے۔ اس لئے عشق کو عقل پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ تعقل تفکر اور تدبر کی تلقین کی گئی ہے کسی جگہ پر بھی تعشق کا پرچار نہیں!

اسی طرح مصنف نے افتتاحیہ میں فرمایا ہے کہ "سیرت کی باطنی خصوصیت کا نام خلق ہے" اور "تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق کا نام ہے۔" درحقیقت اخلاق، خَلق اور خُلق سے ماخذ ہے! خَلق کے معنیٰ خارجی تعمیر کے ہیں اور خُلق داخلی تعمیر کا نام ہے گویا اخلاق سرتا سر ایک تعمیری چیز ہے۔ اور تصوف اس بات کا متقاضی ہے کہ سیرت انسانی کو تخریب سے بچائے تاکہ فساد برپا نہ ہو یہی روحانی اور مادی تربیت ہے جس کی تصوف تعلیم دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ اخلاق تعمیر سیرت کا نام ہے۔

مجموعی طور پر تذکرہ اولیائے لاہور بڑی عمدہ کتاب ہے اور اس

Marfat.com

قابل ہے کہ ہر ذوق سلیم رکھنے والے اصحاب کے مطالعے سے گزرے
اللہ تعالیٰ مولانا محمد وارث کامل کو اجرِ عظیم عطا فرمائیں۔ (آمین)

مخلص
عبد الرشید نعمانی غفر لہٗ

۲۱ اپریل ۱۹۶۳ء

Marfat.com

Marfat.com

افتتاحیہ

شریعت ہو کہ طریقت، معرفت ہو کہ حقیقت ان کا سرچشمہ نبوت محمدیہ ہے اس سرچشمہ سے سیرابی جنہیں نصیب ہوتی ہے شریعت طریقت اور معرفت وحقیقت کی وادیاں انہوں نے اس شان سے قطع کی ہیں کہ خود منزل مقصود نے قدم قدم پہ ان کا خیر مقدم کیا یہ راہرو جادہ پیما رہے اور قدرت نے منزل کے ہر موڑ پہ ان کی دستگیری کی۔ ایک ہی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ان جادہ پیماؤں نے جدا جدا راہیں اختیار کیں اور یہی مناسب بھی تھا۔ ان کے دائرہ کا مرکز ایک ہی تھا لیکن جن خطوط سے اپنی اپنی سہولت کے پیش نظر انہوں نے اپنے دامن منسلک کئے تھے ان میں ایک دوسرے سے فصل تھا۔

Marfat.com

عبارا تنا شتّٰی وحسنک واحدٌ
وکل الیٰ ذاک الجمال یشیرٗ

کسی اردو شاعر نے یہی مفہوم اس انداز میں پیش کیا ہے
حقیقت ایک ہے گو مختلف ہیں تعبیریں ،
فسانہ ہے نہ فسوں لا اِلٰہ اِلاّ اللّٰہ

زیادہ واضح الفاظ میں یہ سمجھئے کہ میراث نبوت جو علم و فضل اور رشد و ہدایت کا منبع ہے اس کی تین شکلیں ہیں ۔ اولاً ۔ اقوال و ارشادات ۔ ثانیاً افعال و اعمال اور ثالثاً ۔ احوال و کوائف ۔

اقوال و ارشادات کی میراث جن کے حصہ میں آئی محدثین کہلائے ۔ افعال و اعمال کے ورثا فقہا ٹھہرے اور احوال و کوائف کی وراثت کے علمبردار صوفیہ قرار پائے ۔ اگر بنظر غائر اور بنگاہ انصاف دیکھا جائے تو ان ہر سہ طبقات کا ایک مقام ہے اور انہوں نے اپنے اپنے شعبہ عمل میں جو خدمات سرانجام دی ہیں ان کی افادیت میں کوئی شبہ نہیں ہے ۔ ابتدائے اسلام میں ان طبقات میں ہم آہنگی پائی جاتی تھی ۔ محدثین فقہا اور صوفیا کو ایک دوسرے سے استفادہ و استفاضہ میں کسی قسم کی کوئی عار نہ تھی ۔ تاریخ اسلام کے طلبہ میں سے کسی کی نظر اس حقیقت پر نہیں ہے کہ یہ مختلف الصفات علماء ایک دوسرے کے کمالات کا اعتراف کرتے تھے ۔ ہم نے جس دور میں آنکھیں کھولی ہیں اسے قحط الرجال کا

Marfat.com

دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ارباب کمال تو رہے نہیں اصحاب نام و نمود رہ گئے ہیں انہوں نے اپنی سیادت و قیادت کا سکہ جمانے کے لئے تشتت و افتراق اور بغض و نفاق کے دروازے کھول دیئے ہیں چنانچہ اب یہ عالم ہے کہ اس دور کے نام نہاد صوفی ان علماء کو جو محدثین و فقہا کے جانشین ہیں آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس نام نہاد عالم، ان صوفیا کو جو طریقت، حقیقت اور معرفت کے علم بردار ہیں، منفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ عوام ہیں کہ عجب مخمصے میں مبتلا ہیں۔ علما کا ساتھ دیتے ہیں تو مشرک قرار دیئے جاتے ہیں اور صوفیا سے رسم و راہ بڑھاتے ہیں تو ملحد کہلاتے ہیں

ع غرض دو گونہ عذاب ست جان مجنوں را

جو ضعیف الاعتقاد اور خود فریب عوام علماء و صوفیا ہی سے کسی نہ کسی طبقہ کے ساتھ وابستہ ہیں وہ بھی جب ٹھنڈے دل سے اس نسبت اور اس تعلق پر غور کرتے ہیں تو شرم و ندامت سے ان کی گردنیں جھک جاتی ہیں اس لیے کہ جو جذبہ انہیں کشاں کشاں ان کے قریب لایا تھا اس کے آئینے پر گرد کی تہیں جمی ہوئی ہیں عوام نے علماء و صوفیا کو حق شناس و خدا آگاہ سمجھا تھا اور تاریخ سلف کی روشنی میں انہیں یہی سمجھنا بھی چاہیئے تھا لیکن اب وہ اقبال کی ہم نوائی میں یہ کہنے پر مجبور رہے ہیں۔

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی

Marfat.com

رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی

اس دور میں کثیر تعداد ایسے عوام کی ہے جو نہ علماء کو خاطر میں لاتے ہیں نہ صوفیاء کو۔ دونوں کو ایک لاٹھی سے ہانکتی ہے۔ حالات کی یہ رفتار اور زمانہ کا یہ رخ آپس کی پھوٹ کا نتیجہ ہے اگر یہ علماء اور صوفیاء ایک دوسرے سے ملے رہتے تو عوام دونوں کی راہ میں آنکھیں بچھاتے اور ان پر جانیں چھڑکتے بہر حال اب بھی موقعہ ہے ہمارے علماء اور صوفیاء کو چاہیئے کہ وہ اسی راہ پر گامزن ہوں جس پہ ان کے اسلاف نے قدم جمائے ہیں تاکہ کسی نہ کسی وقت وہ اپنی صف میں تو کہہ سکیں۔

ہم تھے افتادہ یونہی عمر بسر ہو جاتی
اب دبا تا ہے زمانہ تو ابھرنا ہی پڑا

ہمارے اسلاف

امام اعظم نعمان ابن ثابت کوفی، امام مالک سے عمر میں تیرہ سال بڑے تھے اور باعتبار علم و فضل بھی انہیں مونتہا اللہ کو یہ فوقیت حاصل تھی لیکن جب امام اعظم ان سے ملتے تو اس انداز میں ملتے جیسے کوئی خورد اپنے بزرگ سے ملتا ہے۔ اشہب بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو امام مالک کے پاس مودبانہ انداز میں دو زانو بیٹھے ہوئے دیکھا ہے[1]

ایک دفعہ امام شعبی آنحضرت صلعم کے عہد مبارک کے غزوات کا ذکر کر رہے

[1] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۹

Marfat.com

تھے اتفاق سے ابن عمرؓ کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ موصوف بھی سامعین میں شامل ہو گئے۔ جب بیان ختم ہوا تو ابن عمرؓ فرمانے لگے ان غزوات میں جن نفوس قدسیہ نے حصہ لیا میری آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے لیکن مغازی سے متعلق یہ شعبی مجھ سے زیادہ باخبر ہیں۔[1]

امام باقرؒ اپنے وقت کے امام تھے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مسائل حج پر جتنی گہری نظر عطاؒ کی ہے روئے زمین پر کسی کی بھی نہیں۔[2]

امام زین العابدینؒ اپنے ایک شاگرد زید بن اسلم کے پاس بیٹھا کرتے تھے لوگوں نے اس پر اظہار حیرت کیا تو نیک دل امام نے فرمایا کہ جس کسی کی صحبت میں دینی منافع حاصل ہوتے ہیں اس کے پاس انسان بیٹھتا ہی ہے۔[3]

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امام زہریؒ امام ربیعہؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک مکان میں لے گئے اور وہاں دونوں نے ایک دوسرے کے علم و فضل کا جائزہ لیا۔ جب عصر کے وقت وہ دونوں امام باہر نکلے تو امام زہریؒ یہ کہتے ہوئے نکلے ربیعہؒ کا ثانی نہیں اور ربیعہ کی زبان سے یہ فقرہ سننے میں آیا کہ زہریؒ کے مقام تک کسی کی رسائی نہیں۔[4]

ابن اسحاق اصفہانیؒ جب بصرہ پہنچے اور وہاں کے محدثین نے حدیث کا سبق لینا چاہا تو انھوں نے پوچھا تمہارے شہر میں عباس بن یزید نہیں ہیں، انھوں نے کہا نہیں، تو انھوں نے کہا "ان کے ہوتے ہوئے تم ہمارے پاس کیوں آئے"۔[5]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ا، ج ا، ص ۷۱، ۳ [2] ایضاً، ج ا، ص ۸۶ [3] ایضاً ج ا، ص ۱۱۹ [4] ایضاً ج ا، ص ۹۸
[5] ایضاً ج ۲، ص ۲۶۵

Marfat.com

امام عمرو ابن دینارؒ کی ملاقات امام زہریؒ سے ہوئی تو فرمانے لگے "میں نے اس قریشی کا ثانی علم و فضل میں نہیں دیکھا"[1]

مولانا ابن موید رومیؒ جب محقق دوانی سے ملے تو محقق نے ان سے سوال کیا کہ روم سے ہمارے لیئے کیا ہدیہ لائے؟ مولانا نے علامہ خواجہ زادہ کی "تازہ تصنیف تہافۃ" پیش کی محقق نے اوقات فرصت میں اس کا مطالعہ کیا جب اس پہ اول سے آخر تک نظر ڈال چکے تو محقق نے ابن موید سے کہا خدا تعالیٰ تم کو اور اس رسالے کے مصنف کو جزائے خیر دے میں بھی اس موضوع پہ کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اللہ نے لاج رکھ لی اگر میں یہ کتاب دیکھنے سے پہلے لکھ چکا ہوتا تو بڑی ہنسی اڑتی[2]

جب تک سالم بن عبداللہؓ زندہ رہے امام نافعؒ نے فتویٰ نہیں دیا[3]۔ علامہ سعید بن المسیبؒ کے پاس جب کوئی حاجت مند استفتا کے لئے جاتا تو امام ممدوح فرماتے کہ سلیمان ابن یسار کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ اس دور میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے[4]

قاسم بن محمد بن ابی بکر سے کسی نے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں کہ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ تو انہوں نے فرمایا کہ فضیلت کا مقام سالم ہی کو حاصل ہے[5]

عبداللہ بن مسعودؓ کو جب ضرورت پیش آتی تو وہ زر ابن جلیش سے عربی طرز و نحو سے متعلق کچھ معلومات حاصل کر لیا کرتے تھے[6]

قابوس نے جب اپنے والد سے یہ سوال کیا کہ آپ صحابہ کرام کی موجودگی میں علقمہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۵ [2] شقائق النعمانیہ ج ۱ ص ۱۵۰ [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸۸ [4] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۸۷ [5] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۴

تابعی کے پاس کیوں جایا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس لیے کہ بعض صحابہ کو دیکھا کہ وہ مسائل میں علقمہ سے رجوع کرتے تھے۔[1]

خواجہ حسن بصری کو جب کوئی مشکل پیش آجاتی تو بذریعہ تحریر حضرت سعید بن المسیب سے رجوع فرما لیا کرتے تھے۔[2]

امام احمد بن حنبل کے پاس ایک بار امام ذہلی آئے تو امام احمد بن حنبلؒ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دونوں امام کے منصب میں غیر معمولی فرق تھا۔ لوگوں کو اس تعظیم سے حیرت ہوئی امام ممدوح نے صرف تعظیم ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے صاحبزادوں[1] اور شاگردوں کو حکم دیا کہ ان سے درس حدیث لیں۔[3]

سفیان بن عیینہ سے کسی نے کہا کہ شہر میں حسین بن جعفی آئے ہیں ابن عیینہؒ یہ سن کر بے اختیار کھڑے ہو گئے اور فوراً ابن جعفی سے جا کر ملے ان کے ہاتھ چومے اور فرمایا کہ آج یہاں ایسا شخص وارد ہوا ہے جس کی فضیلت سب سے بڑھی ہوئی ہے۔[4] ابن عیینہ ابن جعفی سے عمر میں بڑے تھے اور مرتبہ میں بھی۔

امام محمد اور امام شافعی میں جس قدر جزئیات میں اختلاف ہے ظاہر ہے باایں ہمہ امام محمد حنفی امام شافعی کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اتنی کسی اور عالم کی نہیں کرتے تھے۔[5]

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ امام ابو داؤد کے پاس (جن کی سنن صحاح ستہ میں شامل ہے) تشریف لے گئے۔ امام صاحب نے ان کو اہلاً وسہلاً کہا اور تعظیم سے بٹھایا تو حضرت

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۳ [2] ایضاً ص ۴۷ [3] ایضاً [4] ایضاً ص ۳۱۳ [5] ایضاً ج ۱ ص ۳۰۰ [6] ابن خلکان ص ۴۹۷

حضرت ممدوح بیٹھ گئے تو امام موصوف سے فرمایا کہ میں ایک عرض سے حاضر ہوا ہوں۔ امام الصمد المقود نے فرمایا کہ ارشاد فرمائیے۔ حضرت سہل نے کہا کہ جب تک یہ وعدہ نہ ہو جائے کہ حتی الامکان میری درخواست مقبول ہو گی، میں نہ کہوں گا۔ امام حدیث نے جب یہ منظور کر لیا تو انہوں نے کہا کہ اپنی زبان جس سے آپ نے احادیث نبویہ کی روایت کی ہے نکالئے تا کہ میں اسے چوموں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زبان نکالی اور انہوں نے چوم لی۔[1]

جلیل القدر تابعی حضرت عطا کے پاس ایک روز ابن ابی لیلیٰ گئے تو حضرت نے ان سے بعض مسائل ازراہِ استفادہ دریافت کئے جو لوگ ان کی شان امامت سے واقف نہ تھے انہیں تعجب ہوا۔ حضرت عطا نے سنا تو فرمایا کہ ابن ابی لیلیٰ مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔[2]

تصوف کا تدریجی ارتقا جیسا کہ ہم نے شروع میں تحریر کیا ہے، تصوف کی داغ بیل عہد نبوت میں پڑی تھی۔ البتہ اس کا ظہور تابعین کے دور اور ان کی سرپرستی میں ہوا۔ اس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے جو حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز نے ردرح مقصوف میں نقل کی ہے وہ روایت یہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب جنت میں ایک حجرہ سونے سے تعمیر شدہ دیکھا۔ اس حجرہ کے دروازے پر سونے کا قفل

---

[1] ابن خلکان صد ۲۱۴ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صد ۱۵۱

لٹکا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے فرمایا یہ حجرہ کھولو۔
دیکھوں اس حجرہ میں کیا رکھا ہے۔ حضرت جبرئیل نے حق تعالیٰ سے اجازت
لے کر حجرہ کا قفل کھولا۔ تو اس میں ایک صندوق مقفل نظر آیا۔ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے باذن خداوندی حضرت جبرئیل نے اس
صندوق کا قفل کھولا۔ تو اس میں ایک اور مقفل صندوق منظر آیا
وہ بھی کھولا گیا تو اس کے اندر سے ایک اور صندوق برآمد ہوا۔ اسے
کھولا تو اس کے اندر ایک اور صندوق نکلا جس میں ایک خرقہ رکھا ہوا تھا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے جبرئیل! یہ خرقہ اگر مجھے مل جاتا
تو بہت اچھا ہوتا۔" حضرت جبرئیل نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ سے
پہلے ہزارہا انبیا آچکے ہیں۔ یہ خرقہ ہم نے کسی کو نہیں دیا۔ یہ خرقہ آپ
ہی کے لئے مخصوص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرقہ مبارک
زیب تن فرمایا اس کے بعد حضور سرور کائنات نے حق تعالیٰ سے عرض
کیا کہ یہ خرقہ میرے لئے مخصوص ہے یا اس خرقہ کا حقدار میری امت
میں سے کوئی ہے۔ حکم ہوا۔ ہاں ہاں (خدا کی طرف سے ایک بات کی
تلقین کی گئی) تمہارے چاروں اصحاب میں سے جو یہ بات کہے وہی
اس کا حقدار ہے۔ غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے
چاروں اصحاب کو بلا کر فرمایا کہ اگر یہ خرقہ میں تمہیں دوں تو تم کیا کرو گے؟

Marfat.com

حضرت صدیقؓ نے عرض کیا۔ صدق و راستی کو اپنا شیوہ بناؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد فاروقؓ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ میں دنیا میں عدل وانصاف کی عام اشاعت کروں گا اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا۔ خدا سے حیا کروں گا۔ خدا کی عبادت خوب کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آخر میں مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے حضورؐ نے فرمایا۔ اگر یہ خرقہ تم کو عطا کیا جائے تو تم کیا کروگے؟ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مخلوق الٰہی کی عیب پوشی کروں گا حضورؐ نے فرمایا۔ علیؓ! بے شک تم ہی اس خرقہ کے اہل ہو۔ لو یہ خرقہ پہن لو۔[1]

یہ روایت تو خرقہ خلافت سے متعلق ہے۔ حضرت خواجہ سید گیسو دراز کے خیال کے مطابق اگرچہ صحاح میں یہ روایت کسی راوی سے مروی نہیں ہے۔ تاہم تاریخ تصوف کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ روحانیت کا سر چشمہ مولائے کائنات ہی کی ذات بابرکات تھی۔ ولایت، قطبیت، اور غوثیت کے دریا اس سرچشمے سے نکلے ہیں۔

ابتدائے اسلام میں زہاد و عباد ہی روحانیت کے علمبردار تھے۔ بقول مولانا

---

[1] روح تصوف اردو ترجمہ ص ۱۳۹، ۱۴۰

Marfat.com

عبدالرحمٰن جامی سب سے پہلے صوفی کا لقب ابوہاشم کوفی المتوفی ۷۷۶ھ کو ملا۔ کوفہ اور بصرہ سے اس آفتاب روحانیت کی شعاعیں چاروں طرف پھیل گئیں۔ سب سے زیادہ مقبولیت تصوف کو خراسان میں نصیب ہوئی۔ ابراہیم ادہم بلخی، شفیق بلخی حاتم الاصم، عبداللہ بن مبارک، البشر بن الحارث حافی، اور فضیل بن عیاض ۸۰۳ھ ۸۱۰ھ، ۸۵۲ھ اور ۸۴۱ھ میں فقر و سلوک کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں۔ خواجہ حسن بصری تابعین میں سے ہیں اور اس اعتبار سے ان کا مقام بہت بلند ہے کہ انہیں مولائے کائنات سے براہ راست فیض حاصل ہوا تھا ان کے معاصرین میں رابعہ عدویہ، امام جعفر صادق، حبیب عجمی، اور خرانہ وغیرہم تھے۔ یہ بندگان دین، شریعت کے احکام کے پابند تھے۔ ان پر ریاضت اور مجاہدہ سے تصوف کی وجدانی اور ماورائی خصوصیات منکشف ہو گئی تھیں[1]

نویں صدی میں تصوف کے علمی دور کا آغاز ہوا۔ دسویں اور گیارہویں صدی تک میں معرکۃ الآرا تصانیف منظر عام پر آئیں۔ طبقات (ابوبکر شبلی متوفی ۹۴۶ھ) طبقات (ابوسعید بن العربی متوفی ۹۵۲ھ)

حکایات الاولیا (ابو محمد الخضری متوفی ۹۵۹ھ) کتاب المواقف (عبد الجبار متوفی ۹۶۱ھ) کتاب اللمع (ابو نصر سراج متوفی ۹۸۸ھ) قوت القلوب (ابو طالب مکی متوفی ۹۹۶ھ) التعارف المذہب (الشیخ ابوبکر ۱۰۰۰ھ) طبقات الصوفیین

---

[1] پروفیسر آربری SUFISM صفحہ ۲۱

Marfat.com

(ابوعبدالرحمن سلمی متوفی ۱۰۲۱ء) حلیۃ الاولیاء (ابونعیم اصبہانی متوفی ۱۰۳۸ء) رسالہ قشیریہ (ابوالقاسم قشیری متوفی ۱۰۷۲ء) کشف المحجوب (مخدوم شیخ علی ہجویری ۱۰۶۹-۷۲ء) منازل السائرین (عبداللہ انصاری ہروی معروف بہ پیر ہروی متوفی ۱۰۸۸ء)

علماء اور فقہاء نے شروع شروع میں متصوفانہ خیالات کی سختی کے ساتھ تردید کی۔ لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کے خیالات کو قبول عام کی سند مل چکی ہے۔ تو وقت کے تقاضوں نے انہیں صوفیائے کرام سے مفاہمت پر مجبور کیا۔ گیارہویں صدی میں حجۃ الاسلام امام غزالی نے بزور دلائل تصوف کی حق بجانبی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ امام غزالی نے یہ حقیقت واضح کی کہ توحید ذات کا صحیح تصور تصوف کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ امام موصوف کا کمال یہ ہے کہ آپ نے شریعت و طریقت کے ڈانڈے ملا دیئے۔ موصوف کے ایمان کے مدارج جو مقرر کیے ہیں ان سے ہر چیز روشنی میں آجاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

۱۔ ایمان کا پہلا درجہ وہ ہے جس کے ذیل میں عوام آتے ہیں یعنی وہ عوام جن کے معتقدات کا دارو مدار محض تقلید پہ ہوتا ہے

۲۔ دوسرے درجے میں وہ علما آتے ہیں جو دلائل و براہین کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔

۳۔ تیسرے درجہ میں وہ ارباب حق شمار ہوتے ہیں جو بلا کسی واسطے کے خدا کی ذات و صفات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

یہ آخری درجہ اس حس باطنی یا وجدان کا نتیجہ ہے جو انبیاء میں بالخصوص اور اولیاء میں بالعموم پایا جاتا ہے۔

تصوف کی عام مقبولیت کا راز اس چیز میں مضمر ہے کہ شعراء نے اسے موضوعِ سخن قرار دیا۔ اور مسائلِ تصوف کو ایسے دلپذیر انداز میں نظم کیا کہ نہ صرف عوام بلکہ خواص بھی تصوف پر ایمان لے آئے۔ عمر بن الفرید متوفی ۱۲۳۵ء نے عربی میں اپنی شاعری کی اساس تصوف پہ رکھی۔ فارسی میں ابوسعید ابوالخیر متوفی ۱۰۴۸ء حکیم سنائی (متوفی ۱۱۵۰ء) فرید الدین عطار (متوفی ۱۲۲۹-۳۰ء) جلال الدین رومی (متوفی ۱۲۷۳ء) سعدی (متوفی ۱۲۹۱ء) حافظ (متوفی ۱۳۸۹ء) نظامی (متوفی ۱۲۸۹ء) نے گل پاشیاں کیں۔

قدیم سلاسل تصوف میں طیفوریہ، قصاریہ، ملامتیہ، نوریہ، محاسبیہ، اشتریہ، حکیمیہ، خرازیہ، خفیفیہ، سیاریہ، حلولیہ، اور حلاجیہ مشہور تھے۔ بعد میں قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ نے شہرت پائی۔ دو سلسلے خانیہ اور مولویہ مصر اور ترکی میں مقبول ہوئے۔

تصوف کی حقیقت

تصوف کی مختصر سی تاریخ کے بعد جو ہم نے سطورِ بالا میں پیش کی ہے ہم خود صوفیائے کرام کے الفاظ میں تصوف کی حقیقت بے نقاب کرتے ہیں۔

Marfat.com

داستان عہد گل را از نظیری می شنو ؎
عندلیب آشفتہ تر می گوید ایں افسانہ را

● تصوف کا مفہوم ہے حق کی جانب میلان اور ماسوا سے گریز (معروف کرخی)

● اہل فقر و تصوف وہ ہیں جو ہر شے پر تصور ذات باری کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کا صلہ انہیں یہ ملتا ہے کہ قدرت انہیں دنیا کی ہر چیز بخش دیتی ہے (ذوالنون مصری)

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا جہاں میرا، عجم میرا، عرب میرا

● تصوف یہ ہے کہ نہ کوئی چیز تیری ملک ہو اور نہ تو کسی کی ملک ہو (نون المحب)

تصوف کی ابتدا فنا فی اللہ اور انتہا بقا باللہ ہوتی ہے (جنید بغدادی)

خود فنا ہو کے ذات میں ملنا!
یہ تماشا حباب میں دیکھا

— تصوف نام ہے صفائے اسرار، رضائے جبار، اور صحبت بے اختیار کا یعنی تزکیۂ قلب، خدا کی خوشنودی اور ناگوار حالات میں مخلوق کے ساتھ ہم نشینی صرف یہی تصوف ہے (ممشاد دنیوری)

— تصوف مجموعہ تسلیم و رضا ہے (ابو محمد رویم)

— تصوف دراصل خدا سے تعلق اور ماسوائے سے بے تعلقی کا نام ہے (علی بن سہل اصفہانی)

Marfat.com

• تصوف فضائل کے اختیار اور رذائل کے ترک کا نام ہے (ابو محمد الجریری)

• تصوف اخلاق حسنہ سے عبارت ہے (ابو بکر الکتانی)

• تصوف کی حقیقت یہ ہے کہ دل حق دوستی کا سرچشمہ ہو۔ اور زبان اس کی یاد کی گہوارہ (احمد خضرویہ)

تصوف نہ اسم ہے نہ رسم بلکہ سراسر خلق ہے (ابو الحسن نوری)

فقر کی انتہا تصوف کی ابتدا ہے (ابو العباس نہاوندی)

صوفی کا مقام

صوفی وہ ہے جس کا دامن کسی آلودگی سے داغدار نہ ہو اور اس کی شان یہ ہے کہ جس پر اس کی روحانیت کا پرتو پڑ جائے اس میں جان پڑ جائے (ابو تراب نخشبی)

• جس کا آئینہ دل صاف ہو وہ صوفی ہے (بشر حافی)

• صوفی وہ جو کتاب وسنت کے احکام پر مضبوطی کے ساتھ کاربند ہو (سری سقطی)

• صوفی وہ ہے جو نہ مال کو اپنا سمجھے۔ نہ جان کو (سہل بن عبداللہ تستری)

• صوفی کی شان یہ ہے کہ ہر وقت ایسے امور میں مشغول رہے جو اس کی نظر میں ہر اعتبار سے اہمیت رکھتے ہیں (عمرو بن عثمان مکی)

• صوفی وہ ہے جو اپنے اندر انفرادی خصوصیات رکھتا ہے نہ وہ کسی کی نظر میں مرکز التفات ہو اور نہ کوئی اس کے نزدیک درخور اعتنا (حسین بن منصور حلاج)

• صوفی وہ ہے جس کے اندر شان استغنا اور خدا خوفی کا جذبہ پایا جائے (محمد مرتعش)

Marfat.com

ہ۔ صوفی کی مثال اس روزِ روشن کی سی ہے جو آفتاب کی ضیاپاشیوں سے بے نیاز نہ ہو، یا صوفی اس رات کی مانند ہے جسے نہ چاند کی احتیاج ہو نہ تاروں کی، یا اس علم سے مماثل ہے جو وجود کا حاجت مند نہیں (ابوالحسن خرقانیؒ)

خلّت ابراہیمؑ، تسلیم اسمٰعیلؑ، اندوہ داؤدؑ، فقر عیسٰیؑ، صبر ایوبؑ، شوق موسیٰؑ اور خلق محمد مصطفےٰؐ جس کی سرشت میں داخل ہوں وہ صوفی ہے (جنید بغدادیؒ)

صوفی وہ ہے جس کے کردار و گفتار میں ہم آہنگی ہو (مخدوم سید علی ہجویریؒ)

تو مگو خود مرد صوفی نیستی ؟
نقد را اندر نسیہ خیزد نیستی

تو شاید صوفی نہیں ہے صوفی تو نقد نہ تیرہ ادھار کا قائل ہے (عارف رومیؒ)

صوفی مادہ اشتقاق کے اعتبار سے

عرفِ عام میں صوفی کا اطلاق ہر اس صاحب صدق و صفا پر ہوتا ہے جس کے ایک ہاتھ میں جام شریعت اور دوسرے میں سندان عشق ہوتا ہے۔ شریعت سے ان کا تعلق ایک ضابطے کی حیثیت سے بلکہ ایک رابطے میں درج ہوتا ہے، استغراق و محویت، سوز و مستی، ذوق و شوق، خشوع و خضوع، تسلیم و رضا، صبر و شکر، توکل و قناعت، مہر و وفا وغیرہ کی جیتی جاگتی تصویریں الہی صوفیائے کرام کی شخصیتیں ہیں۔ صوفی اور اسی قبیل دوسرے الفاظ جن میں ص اور ف حروف شامل ہیں مادہ اشتقاق کے اعتبار سے کچھ

Marfat.com

کچھ معنوی مناسبتیں ضرور رکھتے ہیں مثلاً

صفا، صفہ، صف، صوفہ، صوفت القفا، تھیوصوفیا، صوفانہ، صوف، (الف)

صفا۔ پاکیزگی کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے (ب)۔ صفہ کے معنی چبوترہ کے ہیں اصحاب صفہ اسی اعتبار سے وہ صحابہ مشہور ہوئے جو مسجد نبوی کے بن۔ چھتے چبوترہ پر رہا کرتے تھے۔ (ج) صف قطار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ نماز باجماعت میں نمازیوں کی ہر قطار کو صف کہا جاتا ہے۔ (د) صوفہ خدام کعبہ کے ایک قدیم قبیلہ کا نام ہے۔ (ہ)۔ صوفت القفا۔ گدی پر جو بال ہوتے ہیں ان کو صوفت القفا کہتے ہیں (و) تھیوصوفیا یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں حکمت الٰہی (ز) صوفانہ۔ ایک قسم کا پودا ہوتا ہے (ح) صوف بمعنی پشمینہ یا اون امام قشیری اپنے رسالے میں رقمطراز ہیں۔

آنحضرت صلعم کے بعد مسلمانوں کا معزز و محترم لقب صحابہ تھا۔ اس لئے کہ صحابیت کے مقام سے افضل اور کیا مقام ہو سکتا تھا جو اشخاص صحابہ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے انہیں تابعین سے تعبیر کیا گیا ان کے بعد ان کے پیروؤں کو تبع تابعین کہا گیا۔ بعد ازاں لوگ درجات و طبقات میں تقسیم ہوتے رہے۔ زہاد و عباد وہ لوگ قرار پائے جنہوں نے دین پر اپنی توجہات مرکوز کیں جب بدعات کا سلسلہ شروع ہوا اور امت مسلمہ مختلف فرقوں میں بٹ گئی تو ہر فرقہ نے

Marfat.com

اپنی اللّٰہیت کا دعویٰ کیا۔ اس وقت جو اہل سنت میں مخصوص بزرگ تھے ان کے مسلک کو تصوف قرار دیا گیا۔ اور انہیں صوفیا دوسری صدی سے قبل ان بزرگان دین کو اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا[۱]

مولانا جامی کی روایت کے مطابق اولین صوفی جنہیں صوفی کے لقب سے یاد کیا گیا شیخ ابوالہاشم کوفی تھے ان کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی[۲]

ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین السراج القاری نے امیر معاویہؓ کے ایک خط کی نقل درج کی ہے جو انہوں نے ابن ام الحکم حاکم مدینہ کے نام تحریر کیا تھا۔ اسی میں ایک شعر تھا[۳]

قد کنت تشبہ صوفیا لہ کتب

من الفرائض او آیات فرقان

ترجمہ: تو ایسے صوفی سے مشابہ تھا جس کے پاس کتابیں ہوں۔ جس میں فرائض اور آیات قرآن مذکور ہوں۔

تصوف کی تائید کتاب و سنت سے بھی ہوتی ہے جب اللہ جو تصوف کی روح ہے قرآن کریم میں اس سے متعلق کئی آیات ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں اسی حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے۔ ان الفاظ میں قرآن نے انسان کے لئے دینی عقائد و اعمال کا جو تصور قائم کیا ہے اس

---

[۱] رسالہ قشیریہ صفحہ ۹ مطبوعہ مصر [۲] نفحات الانس صفحہ ۲۴ [۳] ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۸۰

بنیاد بھی تمام تر رحمت و محبت پر ہی رکھی ہے کیونکہ وہ انسان کی روحانی زندگی
کو کائنات فطرت کے عالمگیر کارخانہ سے کوئی الگ اور غیر متعلق چیز قرار نہیں دیتا
بلکہ اسی کا ایک مربوط گوشہ قرار دیتا ہے چنانچہ قرآن نے جابجا حقیقت واضح
کی ہے کہ خدا اور اسکے بندوں کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے اور سچی عبودیت اسی
کی عبودیت ہے جس کے لئے معبود صرف معبود ہی نہ ہو بلکہ محبوب بھی ہو ۔

احادیث نبویہ میں جسے احسان کہا گیا ہے اس میں اور تصوف میں کوئی
فرق نہیں ہے مثلاً یہ حدیث کہ ۔

احسان یہ ہے کہ تم اسطرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گویا تم اسکو دیکھ رہے ہو اگر تم اس
کو نہیں دیکھ رہے ہو وہ تم کو دیکھ رہا ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں
تصوف کی تائید میں بحث کی ہے اور تحریر کیا ہے کہ حقیقی تصوف یہی ہے ۔

اصحاب صفہ گروہ صوفیہ کے اعمال و اشغال یہ در اصل اصحاب صفہ کی
للّٰہی زندگی کا پرتو تھا ۔ اصحاب صفہ کی زندگی کے شب و روز
تزکیہ نفس ، اصلاح باطن اور قوت لایموت کی تکمیل میں گزرتے تھے گویا یہ
عابد و زاہد بھی تھے اور جفاکش مزدور بھی تھے لیکن بظاہر دنیا داری سے انکا علاقہ
اور وابستگی کا نہ تھا کہ ہم انہیں دنیا دار کہہ سکیں ، رات دن عبادت ، ریاضت اور
اعلیٰ مدارج کی تکمیل میں مشغول و منہمک رہتے البتہ جب کبھی ضرورت پیش آتی
تو اپنے ہاتھ میں کاسہ گدائی لئے پھرتے رہنے کی بجائے یہ ایسا کرتے کہ جنگل

Marfat.com

سے لکڑیاں چنتے اور انہیں بیچ کر اپنی معاشی ضرورت رفع کرتے صدقات کی تقسیم زیادہ تر انہی لوگوں میں ہوتی۔ یہ طبقہ آنحضرت صلعم کو بہت زیادہ عزیز تھا۔ آپؐ ہر طرح ان کی خاطر مدارات کرتے۔ اسی خاطر مدارات کا نتیجہ تھا کہ اصحاب صفا سے انصار و مہاجرین بھی خصوصیت کے ساتھ دلچسپی لیتے تھے۔ قرآن کریم کی بعض صورتوں میں اصحاب صفہ کے فضائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کا مقام کیا تھا۔

دور بنی امیہ کے اواخر میں جب ملوکیت نے صلاحیت پسند مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھائے شروع کئے تو کچھ حضرات نے انفرادی طور پر اپنی روحانیت توجہ اور تصرف سے عوام کی دلجوئی کے لئے اصلاح باطن کا ایک لائحہ عمل مرتب کیا۔ خود ان کی شخصیتیں بے داغ تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کو رسول کریم کی سیرت کے سانچے میں ڈھالا اور ساتھ ہی ساتھ عوام کو بھی اس راستہ پر چلنے کی تلقین کی اس دور میں یا دور بنی امیہ میں حق پرستوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں لیکن ان کے حوصلے اتنے بلند تھے کہ انہوں نے ہر حادثہ کا مردانگی سے مقابلہ کیا۔ شروع شروع میں ایذا رسانی کا رنگ جما لیکن بعد میں حالات نے ثابت کر دیا کہ ع۔ یہ نشہ وہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔

تصوف اور عشق تصوف کی سرشت میں عشق و سرمستی کی کیفیتیں داخل ہیں۔ اس مسلک کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ محبت و شیفتگی ہر کی

تمام یونانی کرسے سلاسفہ نے بنی نوع انسان کی ذہنی ارتقا کے لئے صرف عقل کو اپنا مرکز التفات قرار دیا تھا اور یہی ان کی معراجِ کمال ہے۔ ان مفکرین کو تعینات کے دائرہ میں جو کچھ نظر آیا ملے انھوں نے اپنا قبلہ مقصود اور کعبہ مراد سمجھا۔ ایک فلسفی کے فکر کی پرواز صرف حقیقت بشریت کے ادراک تک ہے اور بس ؎

اتنا تو جانتے ہیں کہ بندے خدا کے ہیں

آگے حواس گم خرد نارسا کے ہیں

رہی حضور و وصال کی دنیا، اس سے عقل اور اس کے مدرکات کو کیا سروکار

عقل گو آستاں سے دور نہیں

اس کی قسمت میں وہ حضور نہیں!

ارباب تصوف میں جوہر محبت پوری قوت کے ساتھ کارفرما ہوتا ہے اور اسی کا صدقہ ہے کہ قدرت ان پر اسرار شہنشاہی منکشف کر دیتی ہے

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی

کھلتے ہیں فقیروں پہ اسرارِ شہنشاہی

یہ مردان خود آگاہ و خدا آگاہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوتے کہ خدا نے اپنے پیاروں کو جن کمالات سے نوازا ہے ان کی بنیاد صرف محبت اور صرف محبت ہے ؎

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

Marfat.com

سراپا محبوبیت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی محبت سے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اس باب میں اتفاق ہے کہ انسان کی پیدائش کا اہم مطلوب اور بڑا مقصود رب العالمین کی محبت ہے ؎

قرآن وحدیث میں محبت پر کافی زور دیا گیا ہے ایک قرآنی آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ محبت کے بغیر ایمان کی تکمیل ہی نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے کہ ایک ایمان ایک مسلمان کی زندگی کا ایک ایسا سرمایہ ہے جس کا کوئی معل نہیں ہو سکتا باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اور جو ایمان لائے وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ بقرہ ـــــ ۲۰

ایک دوسرے مقام پر کسی قدر صراحت کے ساتھ یہ آیت وارد ہے کہ

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین کی راہ سے پھر جائے گا (تو وہ یہ نہ سمجھے کہ دعوت حق کو اس سے کچھ نقصان پہنچے گا) عنقریب اللہ ایک گروہ (سچے خدا پرستوں کا) پیدا کر دے گا جنہیں اللہ کی محبت حاصل ہوگی اور وہ اللہ کو محبوب رکھنے والے ہوں گے۔

ہمارے آقا و مولا آنحضرت صلعم کی سیرت طیبہ کا تو سرمایہ ہی محبت

ؔ سیرۃ الاولیاء ص ۴۵۵

Marfat.com

ہی تھا۔ آپ اکثر و بیشتر یہ دعا فرمایا کرتے تھے :۔

"اللہ العالمین : تو اپنی محبت کو میری جان سے، میرے اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنا" (ترمذی)

صوفیائے کرام نے بھی اپنے مسلک کی بنیاد محبت پر رکھی عارف رومی کس دلآویز پیرائے میں اسرار محبت فاش کرتے ہیں ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما — اے دوائے جملہ علت ہائے ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما — اے علاج نخوت و ناموس ما
عشق جان طور آمد عاشقا — طور مست و خر موسیٰ صعقا
جسم خاک از عشق بر افلاک شد — کوہ در رقص آمد و چالاک شد

عارف رومی ایک دوسرے مقام پر یوں گویا ہیں ؎

از محبت نار نورے می شود — وز محبت دیو حورے می شود
از محبت سرکہا مل می شود — وز محبت خار ہا گل می شود
از محبت نیش نوشے می شود — وز محبت شیر موشے می شود
از محبت دار تختے می شود — وز محبت بار بختے می شود
از محبت شاہ بندہ می شود — وز محبت مردہ زندہ می شود

حضرت بابا فرید شکر گنج کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ والہانہ محبت میں اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

Marfat.com

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم | خاکے گشوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من بندہ زکونین توئی | از بہر تو میرم و برائے تو زیم

ابوبکر شبلی کا یہ قول ہے کہ :-

سوائے حق تعالیٰ کی محبت کے کسی چیز سے سکون نہیں پاتا [لہ]

عشق و محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ محبوب کا تصور ہر وقت ذہن میں رہے کسی لمحہ اور کسی لحظہ یہ نہ سمجھے کہ اس کے سمع و بصر، علم اور ارادہ و قوت کے دائرے سے وہ یا اس کی ہستی باہر ہے کشف المحجوب میں شیخ ہجویری تحریر فرماتے ہیں

جب یہ بات بندہ یقین کی رو سے جان لے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے تو وہ ہرگز ایسا کام نہ کرے گا جس سے اس کو قیامت کے دن خدا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے

تذکرہ المجالس میں تحریر ہے کہ سید الطائفہ جنید بغدادی نے ایک شب بارگاہ الٰہی میں یہ التجا کی کہ اے اللہ مجھے یہ بتا دے کہ بہشت میں میرا یار اور مصاحب کون ہوگا آواز آئی فلاں چرواہا ۔ جنید بغدادی اس چرواہے سے جا کر ملے اور کئی دن اس کا حال دیکھنے کے بعد پوچھا ۔ تم پنج وقت نماز باجماعت سے پڑھتے ہو اس کے سوائے کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اتنی مقبولیت کا باعث ہو سکتا ہے یہ اعلیٰ مرتبہ جو تمہیں ملا ہے وہ تمہارے کسی باطنی معاملہ کے سبب ہے
چرواہے نے جواب دیا ، مجھ میں دو خصلتیں ہیں ایک یہ کہ اگر

[لہ] کشف المحجوب صہ ۱۹

اللہ تعالیٰ۔ سب پہاڑوں کو سونے کا کر دے اور میرے قبضہ تصرف میں ہوں اور وہ سب میرے پاس سے جاتے رہیں تو مجھ کو ان کے نہ ہونے کا رنج و غم نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجھ پر جفا کرے یا مجھ سے احسان و وفا کرے تو میں وہ جفا و وفا اس کی طرف سے نہیں جانتا بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں [1]

جس فقر میں بوئے اسداللہی ہوتی ہے اس کے ڈانڈے محبت سے ملتے ہیں۔ اس منزل اور اس مقام پر ایک خرقہ پوش کا آستانہ سجدہ گاہ ملوک و سلاطین بن جاتا ہے یہ مقام دراصل انعام ہے تعلق باللہ کا ؎

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولےٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

یہ فقرا اس ذات سے وابستہ ہوتے ہیں جو فاطر السموٰت و الارض ہے جس کے امر کن سے کائنات کی تخلیق اور ارض و سماء کا ظہور عمل میں آیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ حیّ و قیوم ذات وابستگی کی لاج نہ رکھے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ !
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ !

یہ ارباب فقر یوں تو بے سر و سامان ہیں لیکن ان کی بے نیازی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ان کا دستِ سوال کسی کے آگے دراز نہیں ہوتا جو کچھ انہیں مانگنا

---

[1] خیر المجالس قلمی نسخہ مجلس ہفتم اردو ترجمہ مطبوعہ ۲۷۳ (تاریخ مشائخ چشت ۴۲۲، ۴۲۳)

Marfat.com

ہوتا ہے براہِ راست رب دو دو سے مانگتے ہیں ؎

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبرؔ
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

کبھی دعا مانگتے ہیں تو اس انداز سے ؎

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا جہاں میرا ، عرب میرا عجم میرا

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش رقمطراز ہیں کہ

ایک بادشاہ نے ایک فقیر سے کہا ، مجھ سے کچھ مانگ ، جواب دیا میں اپنے غلاموں کے غلام سے کیا مانگوں ، بادشاہ نے کہا ، یہ کیا کہا ، غلاموں کا غلام کیسا ؟ جواب دیا " میرے دو بندے ہیں اور وہ دونوں تیرے آقا ہیں ایک حرص دوسرے امید[1]

میر خورد نے یہ فرمایا ہے کہ (از افادات سلطان نظام الدین محبوب الٰہی) مجھے خواب میں ایک کتاب دی گئی جس میں تحریر یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے دلوں کو راحت پہنچا ۔ کیونکہ مومن کا دل اسرارِ ربوبیت کا محل ہے :

ایک بزرگ نے خوب کہا ہے ؎

---

[1] کشف المحجوب ۴۶۱

Marfat.com

میکوشش کہ راحتے بجائے برسد
یا دست شکستہ بنائے برسد

اور فرمایا کہ قیامت کے بازار میں کوئی سامان اتنا قیمتی نہ ہوگا۔ جتنا کہ دلوں کو راحت پہنچانا[1]

خلق و تصوف سیرت کی باطنی خصوصیت کا نام خلق ہے۔ صوفیائے کرام کا وجود خلق و مروت کا مرقع رہا ہے اور وہ اس لئے کہ ان کی سیرتیں آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھلی تھیں ہر گھڑی ان کی کوشش یہی رہتی تھی کہ ان کے قول و فعل سے کوئی ایسی چیز ظہور میں نہ آئے جس پر دنیا کو انگشت نمائی اور حرف گیری کا موقع ملے۔

قدیم دور کے صوفیائے خلق کے بارے میں جو تعبیرات کی ہیں ان سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس درجہ خلیق تھے۔ شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ

تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق کا نام ہے[2]

شیخ محمد بن قصاب رحؒ کا ارشاد ہے کہ

اخلاق کریمہ کا نام تصوف ہے جو بہتر زمانہ میں بہتر شخص سے بہتر قوم کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں[3]

حضرت محمد بن علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب سے منقول ہے:

---

[1] سیر الاولیا صہ ۱۳۸ [2] کشف المحجوب [3] رسالہ قشیریہ

Marfat.com

تصوف خوش خلقی کا نام ہے یعنی جو شخص خلق میں بڑھا ہوا ہے وہ تصوف میں بھی بلند پایہ ہے[1]

حضرت خواجہ مرتعش کا ارشاد ہے :-

تصوف خلق کریم کا نام ہے (یعنی ایسی اچھی عادتوں اور پسندیدہ خصلتوں کا کسی ایک شخص میں جمع ہونا جو دوسرے کا دل موہ لیتی ہیں)[2]

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے :

تصوف راہ صدق اور اخلاق حسنہ کا نام ہے (یعنی سچائی بھی ہو اور ستھری خصلتیں بھی)[3]

حضرت شیخ رکن الدین ملتانیؒ کا ارشاد ہے :-

جنابت دو قسم کی ہوتی ہے ایک جنابت دل کی دوسری جنابت بدن کی - بدن کی جنابت وہ ہے جو عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے حاصل ہو اور دل کی جنابت نالائقوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے - بدن کی جنابت تو پانی سے پاک ہو جاتی ہے لیکن دل کی جنابت آنسوؤں سے دھوئی جاتی ہے[4]

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں :-

بہت نمازیں پڑھنا، وظائف میں مشغول رہنا، قرآن مجید کی

---

[1] کشف المحجوب [2] ایضاً [3] خیر المجالس مجلس ۱۳ [4] اخبار الاخیار ص ۶۲

تلاوت میں بہت مصروف رہنا۔ یہ سب کام چنداں خشک نہیں ہیں ہر باہمت شخص کر سکتا ہے بلکہ ایک ضعیف بڑھیا بھی کر سکتی ہے۔ قرآن مجید کے چند پارے بھی پڑھ سکتی ہے۔ لیکن مردان خدا کا کام کچھ اور ہی ہے [۱]

فوائد صوفیائے کرام کی سیرتیں

یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ صوفیائے کرام کی سیرتوں سے عوام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

ہم اس سوال کا جواب اپنے الفاظ اور اپنی زبان میں نہیں بلکہ صاحب تذکرہ اولیاء حضرت خواجہ فرید الدین عطار کی زبان میں دینا چاہتے ہیں اور وہ اس لئے کہ اس کتاب میں لاہور کے مشائخ کا تذکرہ مقصود ہے۔ شروع ہی میں ہمارے قارئین کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جانی چاہیئے کہ ہم جن حضرات سے انہیں متعارف کرا رہے ہیں ان کی سیرتوں میں ان کے لئے بہت کچھ ہے دین و دنیا کی فلاح کا راز اگر کسی چیز میں مضمر ہے تو انہیں نفوس قدسیہ کے حالات و واقعات میں جنہیں خدا اور اس کے رسول سے ربط خاطر رہا ہے۔ حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے اولیائے کرام کے سوانح جن اسباب و وجوہ کی بنا پر قلم بند کئے ہیں وہی اور اس کی نوعیت کے وجوہ و اسباب ہمارے سامنے ہیں مثلاً

---

[۱] سیر الاولیاء صفحہ ۵۰

Marfat.com

۱۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس پر فقر و تصوف کے رموز و اسرار منکشف ہوں اسے چاہیئے کہ مشائخ کے ملفوظات و ارشادات کا بغور مطالعہ کرے ہر چیز عیاں ہو جائے گی۔

۲۔ اولیاء و صوفیاء مدارج کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ بعض اہل معرفت ہوتے ہیں تو بعض اہل معاملہ، بعض اہل محبت ہوتے ہیں تو بعض اہل توحید، بعض کے اندر یہ جملہ خصوصیات ہوتی ہیں بعض میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں اور کچھ نہیں ہوتیں۔ بعض صوفیا ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں ان میں سے کوئی صفت اور کوئی خصوصیت بھی نہیں ہوتی۔

۳۔ شیخ ابو علی دقاق سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اس صورت میں جب کہ مردان راہ خدا کے مسلک و مشرب پر عمل نہ کیا جائے محض ان کے ملفوظات سے ہمیں کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے، آپ نے جواب دیا' فائدہ کیوں نہیں؟ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس راہ پر گامزن ہے اور اس کے اندر اس طریق کی طلب پائی جاتی ہے تو ملفوظات کے مطالعہ سے اس کی ہمت قوی اور عزائم بلند ہو سکتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر ابتدا میں کسی کے دماغ میں فنا سما جائے اور وہ اس خیال فاسد کا شکار ہو جائے کہ میں بہت کچھ ہوں تو ان سوانحی خاکوں پر ایک نظر ڈالنے سے اس کی عقل ٹھکانے آ سکتی ہے۔

۴۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے لوگوں نے پوچھا کہ صوفیائے

Marfat.com

کرام کی حکایات و روایات سے مریدوں کو کیا نفع حاصل ہو سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا" اولیائے کرام کے تذکرے کی مثال لشکر کی سی ہے۔ لشکر سے جو مقصد حاصل ہوتا ہے۔ وہی مقصد تذکرہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی کے حوصلے اگر پست ہوں تو بلند ہو سکتے ہیں۔

۵۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ یعنی جب نیکیوں کا ذکر ہوتا ہے تو رحمت باری کا نزول ہوتا ہے۔

۶۔ پریشانی اور فرسودہ روزگاری کے عالم میں صوفیائے کرام کی ارواح مقدس کے تصرفات سے سکون و قرار کی ابدی دولت میسر آتی ہے

۷۔ قرآن و حدیث کے بعد انہی صوفیائے کرام کے اقوال کچھ وزن رکھتے ہیں۔ دراصل ان کی باتیں بھی خدا اور رسول کی باتیں ہوتی ہیں

۸۔ قرآنی آیات اور احادیث کی زبان سمجھنے کے لئے صرف ونحو کا علم ضروری ہوتا ہے۔ لیکن ان صوفیائے کرام کی باتیں جو قرآن و حدیث کی شرحیں ہوتی ہیں ایسی زبان میں ہوتی ہیں جسے عوام سمجھتے اور ان سے نہیں عمل کی تحریک ہوتی ہے۔

۹۔ دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ اکثر ناشائستہ باتیں دل و دماغ میں فوری ہیجان برپا کر دیتی ہیں جب ناشائستہ باتوں کی اثر اندازی کا یہ عالم ہے تو پھر شائستہ انداز بیان کا اثر کیا کچھ نہ ہوگا۔

Marfat.com

۱۰۔ شیخ الرئیس بو علی سیناؒ کا قول ہے کہ میری دو آرزوئیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی ایسا شخص ہو جو خدا کی محبت کی باتیں مجھے سنائے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی ایسا شخص نہ ملے تو پھر کوئی ایسا ہی آدمی مل جائے جو میری زبان سے محبت و شگفتگی کی باتیں سنے۔

۱۱۔ امام یوسف ہمدانی سے لوگوں نے پوچھا کہ جب یہ زمانہ گذر جائے اور اہل اللہ بھی ڈھونڈنے سے نہ ملیں تو کیا کیا جائے۔ آپ نے کہا کہ اگر کوئی ان حالات میں ہماری سیرت کے آٹھ ورق بھی پڑھ لے گا تو اسے یہ خلا محسوس نہ ہوگا۔

۱۲۔ آج جب کہ ہمارے دور میں تصوف کے کھوٹے سکے چل رہے ہیں۔ اور کھری چیز ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی ان صوفیائے کرام کے تذکرے اکسیر و کیمیا کا اثر رکھتے ہیں۔ سید الطائفہ جنید بغدادی نے اپنے مرید ابو بکر شبلی سے یہ فرمایا تھا کہ اے شبلی! اگر اس دنیا میں تمہیں کوئی ایک ایسا شخص بھی مل جائے جس کی باتیں تیری باتوں سے ملتی جلتی ہیں اس کا دامن تھام لینا

۱۳۔ چونکہ نیکو کاروں کی اور حق پرستوں کی بے وقعتی اور بدکاروں کی قدر دانی کا زمانہ آگیا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے حق کا ساتھ دیا جائے اور باطل سے منہ موڑا جائے۔

راقم الحروف نے حضرت خواجہ فریدالدین عطار کے یہ ملفوظات جن میں

Marfat.com

مصنف نے تذکرہ اولیاء کی افادیت واضح کی ہے بار بار پڑھنے اور سوچنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس مادی دور میں بھی اگر کوئی چیز سکون و اطمینان کا باعث ہو سکتی ہے تو وہ صرف اولیائے کرام کے تذکرے ہی ہو سکتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش کی سیرت مرتب کرنے کے بعد میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اولیائے لاہور کی سیرتیں بھی ضبط تحریر میں لاؤں تاکہ ان کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکارا ہو کہ یہ لاہور جو آج مرکز فسق و فجور بنا ہوا ہے کسی زمانے میں سرچشمہ صدق و صفا بھی تھا۔ یہاں تاریخ کے مختلف ادوار میں اولیائے کرام نے اپنی روحانیت کے فانوس روشن کئے۔ اور عوام کے دل و دماغ میں اسلام اور اس کی تعلیمات اور حقانیت کا سرمدی صور پھونکا۔ یہ اولیائے کرام آج بھی لاہور کے مختلف گوشوں میں اپنے فیوض و برکات سے باشندگان لاہور کو فیضیاب کر رہے ہیں لیکن ان فیوض و برکات سے بہرہ یابی صرف انہی عقیدت مندوں کے حصے میں آئی ہے جو ان سے روحانی رابطہ رکھتے ہیں، کاش! ہم روحانیت کے ان سرچشموں سے آج بھی سیراب ہوں۔

اولیائے لاہور جداگانہ خصوصیت کے حامل تھے کسی کی شخصیت پر خداوند قدوس کی شان جلالی کا پرتو تھا اور بے کہ ہمیشہ ان کے لطف و عطا کے خوان نعمت سے طالبین و معتقدین زلہ ربائی کرتے ان میں چند اولیاء ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے انداز قلندرانہ رہے ہیں ان میں ارباب علم و فضل بھی تھے اور اصحاب

Marfat.com

تلقین و ارشاد بھی۔ لاہور میں ہر زمانہ میں حضرت رونما ہوئے لیکن ہمارا مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان مقدس ہستیوں کی روحانیت کے چراغ گل نہیں ہوئے ان میں سے بعض اولیاء کے مزارات پر زائرین کی کثرت سے آمد و رفت اس امر کا بین ثبوت ہے کہ

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ان بزرگان دین کے مزارات پر راقم الحروف کو ایک اہل دل درویش کی معیت میں حاضری اور فاتحہ خوانی کی سعادت نصیب ہوئی ہے اس لئے یہ بات تجربے کی بناء پر کہی جاسکتی ہے کہ ان مزارات سے آج صدیوں کے بعد بھی کسب فیض کیا جاسکتا ہے۔ اس چیز پر علماء کا اتفاق ہے کہ زہد و ریاضت اور اوراد و اشغال کے سبب جن لوگوں کی روحانی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے وہ اولیاء اللہ کی ارواح سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں عوام کو بھی ارادت و عقیدت کا صلہ ملتا ہے لیکن یہ واضح رہے کہ ان لوگوں کی روش مستحسن نہیں جو اس رابطہ میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ آج کل جاہل صوفیا نے مشائخ کے متصوفانہ مسلک کی وہ مٹی پلید کی ہے کہ استغفر اللہ! کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو طریقت کو شریعت کی ضد سمجھ بیٹھے ہیں۔

لاہور کے جن اولیاء اللہ کے تذکرے ہم احاطہ تحریر میں لا رہے ہیں اُن

Marfat.com

میں سے اکثر شریعت اور طریقت دونوں میدانوں کے مرد تھے۔ جن صوفیاء سے کچھ ایسے افعال ظہور میں آئے ہیں جن سے بظاہر شریعت اور اس کے آئینے کی نفی ہوتی ہے وہ بھی شریعت پر دل وجان سے شیدا تھے ان سے اس قسم کے افعال جذب وسکر میں ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں اس لئے ان کی معذوری ظاہر ہے کون نہیں جانتا کہ شریعت کے احکام کے اتباع کے لئے صرف وہی لوگ مکلف ہوتے ہیں جن کے دل ودماغ کی صلاحیتوں پر داخل و خارج سے کوئی دباؤ نہ پڑے حق آشنا معتقدین کا یہ فرض ہے کہ وہ احترام تو ان جملہ اولیاء اللہ کا کریں لیکن عمل کا دائرہ صرف انہی مشائخ تک محدود رہے جو عمر بھر شریعت پر کاربند رہے۔ اور جن کی مبلغانہ مساعی سے اسلام اور اس کی تعلیمات کا نور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا ؎

بہت دشوار ہے شائستۂ راہِ طلب ہونا
نظر کو حد میں رکھنا، شوقِ دل کا باادب ہونا

اولیاء اللہ اپنے اپنے مقام ومنصب کے اعتبار سے کامل واکمل تھے یہ عوام کا انتخاب نظر ہے کہ انہوں نے ان سے غلط قسم کی توقعات وابستہ کیں، ایسے مشائخ سے جو اپنے دور میں علم وفضل کے سنوان رہے ہیں اور جن کے آستانے پر آج بھی دقیق سے دقیق مطالب حل ہو جاتے ہیں عوام نے ادنیٰ قسم کی منتیں مرادیں مانگیں اور ان صوفیاء واولیاء سے جن کا طریق قلندرانہ رہا ہے انہوں

Marfat.com

نے رشد و ہدایت کی بھیک مانگی۔ تھوڑی دیر یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ ہم کس سے کیا مانگ رہے ہیں۔ لالہ و گل، سوسن و نسترن، ریحان و سنبل، نرگس و یاسمن سب کے سب پھول ہیں ان میں خوشبو بھی ہے، لیکن ہم کسی قیمت پر بھی ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے!

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

علیٰ ہذا القیاس اولیاء اللہ بھی سب کے سب اللہ کے دوست ہیں لیکن اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مدارج و مراتب کے اعتبار سے بھی ان میں یکسانیت ہے۔ جب انبیاء علیہم السلام کے مراتب میں تفاوت تھا تو پھر ان اولیاء اللہ کے مدارج ایک کیسے ہو سکتے ہیں

ع گر فرق مراتب نکنی زندیقی؟

محمد وارث کامل

Marfat.com

حضرت شیخ اسمٰعیل بخاریؒ

کم و بیش ایک ہزار پچاس سال پہلے حضرت شیخ اسمٰعیل بخاری نے لاہور کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔ اس باکمال ہستی نے جس کا نسبی و وطنی علاقہ بخارا کے سادات عظام سے تھا ۳۲۵ھ یا ۳۹۵ھ میں بخارا سے لاہور کا رخ کیا۔ دوران سفر میں جن مشائخ سے ملاقاتیں اور جن مقامات سے گذر ہوا ان کے متعلق تفصیل تو کیا اشارات بھی نہیں ملتے۔

تحفۃ الواصلین میں منقول ہے کہ پہلے پہل جس مبلّغ اسلام صوفی صافی نے اسلام کی تعلیمات کا پرچم بلند کیا آپ ہی کی ذاتِ گرامی تھی۔ آپ بلند پایہ شیخ تھے۔ شریعت و طریقت کے علوم و معارف پر آپ کی گہری نظر تھی۔ مشہور فلسفی مستشرق ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب دعوت اسلام (اردو ترجمہ) میں تحریر کیا ہے کہ اس شیخ کی تبلیغ کا انداز عجیب تھا۔ کسی کے پیروں کی آہٹ سنتے تو بس آنکھ اٹھا کر ایک نظر دیکھ لیتے۔ نظر اس قیامت کی ہوتی تھی کہ اس کا وار خالی نہ جاتا

کیا بچے ناوک نظر سے دل ؟
چوکتی ہی نہیں شکار سے آنکھ

حضرت شیخ اسمٰعیل کی مجلس وعظ میں عوام کثرت سے شریک ہوتے تھے روزانہ لوگ سینکڑوں کی تعداد میں اسلام قبول کرتے۔ جو شخص تھوڑی دیر کے لئے بھی ان کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا کلمہ پڑھے بغیر نہیں رہ سکا۔ روایات میں

Marfat.com

آیا ہے کہ جب شیخ اسمٰعیل بخاری نے لاہور میں قدم رنجہ فرمایا اور بروز جمعہ آپ نے تبلیغی خطبہ ارشاد فرمایا تو دو سو پچاس اشخاص نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ دوسرے جمعہ کی تقریر میں اور اضافہ ہوا تقریباً پانچ سو پچاس اشخاص نے قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ تیسرے جمعہ کو ایک ہزار اشخاص حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ تاریخ الاولیاء اور خزینۃ الاصفیاء کی روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے لاہور میں سب سے پہلے درس قرآن کے سلسلہ کی بنیاد ڈالی۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ لاہور کے مسلمان جو آئے دن چند مخصوص مشاہیر کے یوم مناتے رہتے ہیں اپنے قدیم ترین محسن کو بھولے ہوئے ہیں۔ عوام سے زیادہ ہمارے وہ علماء قصوروار ہیں جو لاہور کی مختلف مساجد میں درس قرآن کے علمبردار ہیں۔ کیا سب سے پہلے مدرس قرآن کے ان پر کچھ حقوق نہیں ہیں۔؟ ہیں ــــ! اور ضرور ہیں!!

فطرت گل و بلبل کی جو تھی وہی اب بھی ہے
سو بار خزاں آئی۔ سو بار بہار آئی؟

ان کا فرض تو یہ تھا کہ ان کی یاد بڑی شان سے مناتے۔ اس لئے کہ درس قرآن حکیم کی لاہور میں اس شیخ نے داغ بیل ڈالی ہے وہ نمایاں کارنامہ ہے جس کی بدولت دنیا میں توحید و رسالت کی قندیلیں روشن ہیں اور یہ اسی کارنامہ کا طفیل ہے کہ ہم فخر زمانہ سے کہہ سکتے ہیں ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے ، آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

Marfat.com

لاہور میں ایک دوسرے شیخ بھی اسی نام کے ہو گذرے ہیں۔ لیکن ان کا زمانہ بہت بعد کا ہے۔ یہ شیخ حافظ محمد اسمٰعیل میاں وڈا رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۹۹۵ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی وفات ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ اس ذکر سے مقصود اس غلط فہمی کا ازالہ ہے۔ جس میں لاہور اور دیگر مقامات کے عوام مبتلا ہیں اور وہ یہ کہ مفسر و محدث شیخ محمد اسمٰعیل سے مراد یہاں میاں وڈا کی ذات گرامی ہے کیونکہ ان کی درگاہ آج بھی عوام میں درس میاں وڈا کے نام سے مشہور ہے اور اس سلسلہ میں ان کی کرامتیں بھی کافی دیر سے شہرت پا چکی ہیں۔ یہ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ حضرت شیخ اسمٰعیل بخاری کو لوگ بھول ہی گئے حالانکہ ان کے درس کا سلسلہ حضرت میاں وڈا کے سلسلۂ درس سے صدیوں پیشتر لاہور میں قائم و دائم رہا ہے ۔

اس چمن میں ہیں رنگ رنگ کے پھول
کوئی لالہ ہے کوئی نرگس ہے

حضرت شیخ اسمٰعیل بخاری کا وصال ۴۴۸ھ میں ہوا۔ ان کا مزار عالیہ پٹیالہ ہاؤس کے متصل ایک اونچے چبوترہ پر واقع ہے ۲۷ رجب آپکے عرس کی تاریخ ہے۔ "مہتاب" سے آپکی تاریخ وفات نکلتی ہے مشہور یہ ہے کہ یہاں کوئی رات بسر نہیں کر سکتا۔ جب کبھی کسی نے شب باشی کی جرأت کی اس پر اس بلا کی دہشت سوار ہوئی کہ بھاگتے ہی بنی۔ اس کرامت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی طبیعت میں جلال کا عنصر غالب تھا۔ دوسرے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا شعار خلوت گزینی رہا ہے۔

Marfat.com

حضرت میر حسن زنجانیؒ

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے آفتاب ولایت کی شعاعیں بھی دنیا کے گوشے گوشے میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکیں۔ خدا معلوم یہ کیسا آفتاب تھا کہ جب سے اسے طلوع کی سعادت نصیب ہوئی پوری آب و تاب کے ساتھ اپنی روپہلی کرنیں پھینک رہا ہے اس جنیدی سورج کی کرنیں وہ سلسلے ہیں جنہیں حضرت جنید بغدادی کے روحانی تصرفات نے نوازا ہے یہ سلسلے ہیں۔ گازرونیہ طوسیہ، وہابیہ، قیبیہ محمد شاہی، بہلول شاہی، ہاشم شاہی، سرو شاہی، مقیم شاہی، محمود شاہی، قاسم شاہی، ستطاریہ، سروری، جلالیہ، مخدومیہ، بخاریہ، لعل شاہ بازیہ، صفویہ موسیٰ سہاگ شاہی، رسول شاہی، دولا شاہی، صوفیہ ان کے علاوہ ان سلاسل کی لامتناہی شاخیں ہیں۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوا ہے کہ کسی ایک سلسلہ سے کئی کئی لڑیاں نکلی ہیں ؎

باد طوفاں کی قیامت خیزیاں!

قطرہ قطرہ موج ، دریا موج موج

حضرت میر حسن زنجانی کی عظیم الشان شخصیت اسی جنیدی سلسلہ کی ایک کڑی ہے موصوف ۳۹۵ھ میں یا اس کے لگ بھگ لاہور میں رونق افروز ہوئے آپ کی وطنی نسبت خراسان کے قریبی قصبہ زنجان ہے، زنجان، اندجان اور سنجار خراسان کے گرد و نواح میں مشہور تاریخی قصبے ہیں۔ اندجان اور زنجان کے مردم خیز

خطوں نے مشہور و معروف ہستیاں پیدا کی ہیں۔ شیخ فرح زنجانی، سید یعقوب زنجانی ان خطوں میں برگزیدہ مشائخ گذرے ہیں۔ میر حسن زنجانی اور سید یعقوب زنجانی کے مزارات لاہور میں ہیں ان کے علاوہ محمد شاہی دور میں میر عبدالعزیز زنجانی لاہور کے مشہور عالم اور صاحب دیوان شاعر ہوئے ہیں تذکرہ الاخیار میں ان کا حال درج ہے

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

حضرت میر حسن زنجانی کی آمد لاہور کے بارے میں تذکرہ نویسوں نے جو سنین درج کیے ہیں ان میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض مورخین کے نزدیک حضرت موصوف ایک سمجھنے نہ سمجھانے کا معمہ بن کر رہ گئی ہے۔ ہسٹری آف لاہور (انگریزی) کے مصنف جج محمد لطیف نے تو ان کا ذکر بھی نہیں کیا۔ تحقیقات چشتی کا مصنف لکھتا ہے کہ آپ سید یعقوب زنجانی صدر دیوان کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور صدر دیوان کے متعلق صہ ۲۲۰ پر تحریر فرمایا ہے کہ وہ ۵۳۵ھ میں بہرام شاہ غزنوی کے دور میں تشریف لائے تھے۔ صہ ۲۳۰ پر ۲۲ سال کا اضافہ کر کے ۵۵۷ھ کا سن تحریر کیا ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی حضرت میر حسن زنجانی اور حضرت یعقوب زنجانی کو ہم عصر ٹھہرایا ہے اور یہ تحریر کیا ہے کہ یہ دونوں مشائخ حقیقی بھائی تھے اور ساتھ ہی ساتھ تشریف لائے تھے۔ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیا میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ

حضرت خواجہ در سیاحی شیخ ارزانی را دیدہ اند

Marfat.com

یعنی حضرت خواجہ نے زمانہ سیاحت میں شیخ ارزانی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے اس اختلاف کے باوجود قریب قریب تمام تذکرہ نگاروں نے اس سے اتفاق کیا ہے کہ جب حضرت مخدوم سید علی ہجویری ۴۳۱ھ میں لاہور میں تشریف لائے تو آپ نے اپنی آمد کے پہلے ہی دن حضرت میر حسن زنجانی کے جنازہ میں شرکت کی اگر یہ واقعہ تسلیم کر لیا جائے اور یقیناً صحیح ہے اس لئے کہ قدیم ترین معتبر راوی حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ نے اپنے مرید شیخ حسن علاسنجری سے مخاطب ہو کر ایک مجلس میں یہ ارشاد فرمایا۔

شیخ حسن زنجانی و شیخ علی ہجویری ہر دو مرید یک پیر بودند۔ و آں پیر قطب عہد بودہ است۔ حسن زنجانی دیر بار ساکن سہاور بود۔ بعد ازچند گاہ پیرشاں خواجہ علی ہجویری عرضداشت کرد کہ حسن زنجانی آنجا است فرمود کہ برو وچوں علی ہجویری بحکم اشارت در سہاور آمد شب بود بامداد جنازہ شیخ حسین را بیرون آوردند (فوائد الفواد ص ۳۵)

شیخ حسن زنجانی اور شیخ علی ہجویری دونوں ایک پیر کے مرید تھے اور وہ پیر اپنے زمانے کا قطب ہوا ہے۔ شیخ حسن زنجانی عرصہ سے لاہور میں ہی سکونت پذیر تھے کچھ مدت بعد ان کے پیر نے شیخ علی ہجویری کو یہ حکم دیا کہ وہ لاہور میں ہی قیام کریں۔ شیخ علی ہجویری نے عرض کیا کہ وہاں تو شیخ حسن زنجانی موجود ہیں پیر نے حکم دیا کہ تو جا جب شیخ علی ہجویری حکم کے بموجب لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ صبح کو آپ نے دیکھا کہ لوگ حسن زنجانی کا جنازہ لئے جا رہے ہیں۔

مذکورہ بالا ارشاد جس بزرگ ہستی سے منسوب ہے اس کی دیانت کلام میں

Marfat.com

کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ ایک تو خود یہ بزرگ ہستی ولایت کبریٰ کے اس مقام پر فائز تھی جہاں تطہر انوار الٰہیہ کا مظہر اور زبان کلام وحی و الہام کی ترجمان بن جاتی ہے۔ دوسرے اس مقدس شخصیت اور سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کے درمیان صرف دو واسطے ہیں۔ ظاہر ہے حضرت محبوب الٰہی نے حضرت بابا فرید شکر گنج اور بواسطہ حضرت بابا قطب الدین بختیار کاکی سے قدیم صوفیائے کرام کے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہوں گی اصول درایت کی روشنی میں غیر معتبر نہیں قرار دی جاسکتیں۔ سلطان الہند خواجہ غریب نواز کا زمانہ حضرت بابا فرید شکر گنج نے بھی پایا ہے اس نسبت سے حضرت محبوب الٰہی سلطان الہند سے اور بھی قریب ہوجاتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت خواجہ غریب نواز حضرت داتا گنج بخش کے مزار عالیہ پر معتکف رہے ہیں۔ ان کا حجرہ اعتکاف آج بھی اس تاریخی حقیقت کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ بزرگان دین کا عام دستور رہا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے لاہور کے مزارات اور اصحاب مزارات کے حالات و واقعات کی ضرور تحقیق کی ہوگی۔ مراقبات کے ذریعہ لاہور کے شائخ وقت سے' صدر دیوان یعقوب زنجانی سے ان کی ملاقاتیں پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہیں

اس بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت میر حسن زنجانی کی آمد لاہور کے جتنے سنین بیان کئے گئے ہیں یہ سب غلط ہیں۔ ہم نے شروع میں جو سن تحریر کیا ہے وہی صحیح ہوسکتا ہے اس حساب سے آپ ۳۶ یا ۳۷ سال لاہور میں رہے

یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ صدر دیوان یعقوب زنجانی حضرت میر حسن زنجانی کے برادر حقیقی نہ تھے البتہ سادات زنجان سے نسبت کی بنیاد پر ان

Marfat.com

کا شجرہ نسب ایک ہی ہے۔

حضرت شیخ حسن زنجانی کا مزار چاہ میراں میں ہے۔ یہ مقام کسی زمانہ میں درندوں کا مسکن تھا۔ آج سے دو تین صدی پیشتر لہنا سنگھ حاکم لاہور کے حکم سے کسی مسلمان نے اسے آباد کیا تھا۔ آج کل یہ مزار ایک باغ میں ہے۔ یہ باغ سکھوں کے زمانہ میں آباد ہوا تھا۔ کہتے ہیں اس سے پہلے بھی یہاں ایک باغ تھا اور اسے باغ زنجان کہتے تھے۔ حضرت زنجانی کا مزار پہلے بے گنبد تھا آج کل اس پر نو تعمیر گنبد ہے۔ میر عبدالعزیز نے اپنے قصیدہ اور صفت لاہور میں آپ کے مزار کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

بدرگاہ شہنشاہ حسین شاہ زنجان او د

کہ اسرار الہٰی در مزار او عیاں بینی

شیخ ابوالفضل الختلی کے یہ مرید بامراد اس اعتبار سے قابل صد احترام ہیں کہ انہوں نے تبلیغ کے لئے زمین ہموار کی۔ اور اپنے جانشین سید علی ہجویری کے لئے اتنا وسیع میدان چھوڑا کہ جس کی پہنائیوں کا کچھ اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تذکرہ نویسوں نے موصوف کی تبلیغی خدمات پر روشنی نہیں ڈالی جن سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ لاہور میں کتنے ہندوؤں نے آپ کے دست حق پرست اسلام قبول کیا۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہو نہ ہو چاہ میراں اور اس کے گرد و نواح کی آبادی انہی کی تبلیغی سرگرمیوں سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت میر حسن زنجانی ایسی تاریخی شخصیت سے باشندگان لاہور کو اتنی عقیدت نہیں ہے جس کے وہ خدمات کے سلسلہ

Marfat.com

ہیں مستحق ہیں۔ زنجان سے بعید مسافت طے کر کے لاہور آنا اور پھر یہاں آخر دم تک رہنا کوئی معمولی بات نہیں ہے ہم تو یہ کہیں گے کہ لاہور میں روحانیت کی جو داغ بیل پڑی ہے اس کا سہرا منجملہ حضرت شیخ اسمٰعیل بخاری اور شیخ حسام الدین لاہوری کے ان کے سر بھی ہے۔

رفع اشتباہ لاہور میں ایک بزرگ قاضی حسن زنجانی بھی ہوئے ہیں عہد اکبری میں لاہور کا عہدہ قضا ان کے سپرد تھا۔ قاضی حسن کا وطن زنجان (عراق عجم) تھا۔ ظہیر الدین بابر نے ان کا آوازہ فضل وکمال سن کر انہیں فرمانہ میں لشکر لعب آوری کی دعوت دی تھی۔ قاضی حسن زنجانی کا انتقال ۹۷۵ھ میں ہوا۔ ان کا مزار محلہ مزنگ میں شاہ سہر یا بی کے مزار کے قریب واقع ہے۔

قاضی حسن زنجانی سے متعلق سطور بالا ہم نے اس لئے تحریر کی ہیں تاکہ ہمارے قارئین کو شبہ نہ ہو۔ زمانہ کے الٹ پھیر سے لاہور کے اکثر مزارات کا نقشہ بدل دیا گیا ہے اس لئے بعض وہ حضرات جنہیں آثار قدیمہ سے دلچسپی ہے یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آیا جن مزارات کی نشاندہی خزینۃ الاصفیاء اور تحقیقات چشتی وغیرہ میں کی گئی ہے وہ کہیں ہیں بھی یا نہیں؟ دس پندرہ سال کے اندر اندر حضرت میر حسن زنجانی کے مزار کی حیثیت قطعاً تبدیل ہو گئی ہے۔ شروع شروع میں جب ہم نے یہ مزار اور اس کے ساتھ ملحقہ مسجد دیکھی تھی تو دونوں کو ایک شکستہ حالت میں پایا تھا لیکن حال ہی میں زیارت کا اتفاق ہوا تو مزار اور مسجد کو نئے لباس میں ملبوس دیکھا اس تبدیلی سے جہاں ہمیں

Marfat.com

یہ خوشی ہوئی کہ عقیدت کیشوں نے ایک بزرگ کی یادگار کو شکست و ریخت سے محفوظ رکھا ہے وہاں یہ افسوس ہوا کہ مزار کے ساتھ جو قدیم روایات وابستہ ہیں اُن کا ایک دھندلا سا نقش بھی باقی نہیں رہنے دیا گیا ہو سکتا ہے کہ آئندہ نسلیں یہ خیال کریں کہ یہ مزار اس شخصیت کا نہیں ہے جس کا سلطان نظام الدین محبوب الٰہی نے فوائد الفواد میں تذکرہ کیا ہے یا جس کے متعلق مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیا میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

شیخ حسام الدین لاہوری رحمۃ

حضرت شیخ حسام الدین لاہوری کس دور کے بزرگ ہیں اس کا ثبوت کسی تاریخ یا تذکرہ سے نہیں مل سکا۔ کشف الاسرار میں جس کا اردو ترجمہ مولوی فیروز الدین مرحوم مترجم کشف المحجوب نے کیا ہے اور جسے حضرت مخدوم علی ہجویری کی تصنیف بتایا جاتا ہے یہ تحریر ہے کہ میں نے (حضرت داتا گنج بخش نے) شیخ حسام الدین لاہوری سے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کی قبر پہ جا کر دعا کرے تو خدا اس کی مشکل آسان کر دیتا ہے۔ ان فقروں کے بعد حضرت مخدوم علی ہجویری شیخ حسام الدین لاہوری کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ وہ ایک نیک طینت بزرگ تھے جنہوں نے ۸۰ سال کی عمر پائی۔ جب حالت نزع میں شیخ کے پاس پہنچا تو شیخ نے کہا میری جان! میرے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کر میں نے ان کے آخری سانس پہ ان کے منہ پر کان دھرا تو یہ الفاظ سنائی دیئے

اللّٰھم انت ربی وانا عبدک الہٰی تو میرا رب ہے۔ اور میں تیرا بندہ

جب میں نے شیخ سے کہا کہ میرے لئے بھی دعا کیجئے تو فرمایا:-

"اے علی ہجویری! کسی کو رنجیدہ نہ کر۔ یہ کوشش کرتا رہ کہ ہر کوئی تجھ سے خوش رہے جہاں تک ہو سکے احسان کر مگر بایں ہمہ کسی کو بھی اپنا دوست نہ سمجھ اور اپنے علم کو برباد نہ کر۔ مال و اولاد کو فتنہ سمجھتے رہنا جیسا کہ قرآن شریف میں بھی آیا ہے

انما اموالکم واولادکم فتنہ یعنی مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں میری طرف دیکھو کہ میری جانکنی کا وقت ہے کوئی بیٹا اور کوئی رشتہ دار اس وقت میری مدد نہیں کر سکتا۔ جو کچھ میں نے کیا ہے وہی میرے سامنے ہے اور وہی میرے آگے آئے گا

حضرت شیخ حسام الدین کے بارے میں جو کچھ ذخیرہ معلومات ہمارے پاس ہے۔ بس یہی چند جملے ہیں جن کی روایات حضرت داتا گنج بخش کی ذات گرامی اور ان کی تصنیف کشف الاسرار سے منسوب کی جاتی ہے

کشف الاسرار (اردو ترجمہ) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصنیف کشف المحجوب کے بعد کی ہے اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو لامحالہ اس کا پیرایہ بیان کشف المحجوب کے انداز تحریر سے کہیں بلند ہونا چاہیئے تھا لیکن ایسا نہیں ہے جو فارسی اشعار کشف الاسرار میں ایک دو جگہ دیئے گئے ہیں۔ ان کی زبان قطعاً غیر شگفتہ ہے۔ غزنی کے صاحب دیوان صوفی شاعر ایک متبحر فاضل کے قلم سے ایسے اشعار نہیں نکل سکتے، ہو سکتا ہے کسی شخص نے فارسی میں کشف الاسرار کے نام سے کوئی کتاب لکھی ہو اور اسے کشف المحجوب کے شہرہ آفاق مصنف حضرت داتا گنج بخش کے نام نامی سے منسوب کر دیا ہو

مولوی فیروز الدین مرحوم نے التماس مترجم کے عنوان سے یہ فرمایا ہے کشف الاسرار کا ایک صحیح کانپوری چھپا ہوا نسخہ میرے پاس موجود تھا۔ مگر ترجمہ کا خیال آیا تو وہ نسخہ نہ مل سکا۔ بازاروں میں دیکھا تو وہاں بھی نادر تھا۔ آخر مخدومی مولوی محرم علی صاحب چشتی مدظلہ (یہ بھی مرحوم ہیں) کے کتب خانے

Marfat.com

سے ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا جس کا اردو ترجمہ کر کے اصل انہیں واپس کر دیا گیا۔ اور اردو ترجمہ کی ایک ہزار کاپیاں چھپوا کر حضرت کی درگاہ شریف میں خدام ہی کی نذر کر دی گئی تھیں۔ کشف الاسرار (اردو ترجمہ) صـ۳۲ مطبوعہ یونین اسٹیم پریس لاہور ۱۳۲۹ھ۔

ہم اس تحریر سے متفق ہیں نہ مخالف البتہ ہم یہ بات ضرور کہیں گے کہ مرحوم سے ک زبردست غلطی یہ ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے کسی تحقیق کے بغیر کشف الاسرار فارسی اردو کا لباس پہنایا۔ اور پھر اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی کہ اس کا فارسی متن بھی اس ے ساتھ ہی شائع کر دیتے۔ کشف الاسرار کے ۳۲ صفحات ہیں سے کل ۱۸ صفحات رسی متن کے ہیں۔ ان کی نقل و کتابت کا معاملہ چند گھنٹوں کی بات تھی۔ نہ معلوم ں مصلحت سے مولوی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ ہمیں اس کے باوجود مرحوم کی نت میں شبہ نہیں ہے اور اس لئے کہ

ع اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو

حضرت داتا گنج بخش ؒ

تاریخ اولیائے لاہور میں یوں تو جتنے مشائخ کے تذکرے شامل ہیں۔ ان کی عظمت میں کوئی کلام نہیں اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ جملہ نفوس قدسیہ اپنے منصب ولایت کے اعتبار سے کامل و اکمل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے۔ کہ جس شخصیت کو ہر طبقہ میں قبول عام کا شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت داتا گنج بخش ؒ کی شخصیت ہے۔ کشف المحجوب جو فارسی میں تصوف کی قدیم ترین اور معرکۃ آلارا تصنیف شمار کی جاتی ہے۔ آپ ہی کے زور قلم کا نتیجہ اور کاوش طبع کا ماحصل ہے۔ اس کتاب کے سبب وہ علمائے ظاہر بھی جو تصوف سے کوئی قلبی رابطہ نہیں رکھتے۔ حضرت داتا گنج بخش ؒ کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

عوام اس لئے آپ پر فریفتہ ہیں۔ کہ آپ کی ذات فیوض و برکات کا مرجع ہے۔ خواص اس لئے آپ پر جان چھڑکتے ہیں۔ کہ آپ کی ہستی علوم و معارف کا گنجینہ ہے ؎

تو نخل خوش ثمرے کیستی کہ باغ و چمن

ہمہ ز خویش بریدند و و تو پیوستند

ترجمہ:۔ اے اچھے پھلوں سے لدے ہوئے درخت تو کون ہے۔ کہ باغ و چمن جہاں کہیں بھی ہیں اپنی اپنی جگہوں سے اکھڑ اکھڑ کر تجھ میں آملے ہیں۔

Marfat.com

شجرۂ نسب

حضرت داتا گنج بخشؒ (حضرت مخدوم سید علی ہجویریؒ) کا شجرہ نسب یہ ہے:۔

علی بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمن بن سید عبداللہ بن سید ابوالحسن علی بن حسن بن حضرت زید اشد بن حضرت امام حسن بن حضرت علی مرتضیٰؓ (بعض تذکرہ نگاروں نے سید عبدالرحمن بن شاہ شجاع بھی تحریر کیا ہے۔) چونکہ آنحضرت صلعم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ زادہ تھے۔ اس لئے نو واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب آنحضرت صلعم تک پہنچتا ہے۔

پیدائش

حضرت داتا گنج بخشؒ کی ولادت سلطان محمود غزنویؒ کے عہد میں بمقام غزنی ہوئی۔ طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ سے ثابت ہے کہ سلطان محمود غزنوی کا انتقال ۴۲۱ھ میں ہوا۔ اس وقت حضرت مخدوم کی عمر تقریباً ۲۱ سال کی تھی۔ غزنوی دور کے ایک مورخ یعقوب بن عثمان غزنوی نے اپنی کتاب رسالہ ابدالیہ میں (پندرھویں صدی کی تصنیف ہے۔) یہ انکشاف کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی کی موجودگی میں غالباً مؤخر الذکر کے ایما سے حضرت مخدوم سید علی ہجویریؒ المعروف بہ داتا گنج بخشؒ نے ہندوستان کے ایک فلسفی سے مناظرہ کیا۔ اپنے علم کے اعجاز اور اپنی شخصیت کے مقناطیسی اثر سے حضرت داتا گنج بخشؒ نے اس فلسفی کو اس غضب کی شکست دی کہ اس پہ گھڑوں پانی پڑ گیا۔

تعلیم و تربیت

حضرت مخدومؒ خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے آپ کے والد محترم نے خاندانی روایات کے پیش نظر آپ کی تعلیم و تربیت پہ خصوصی توجہ صرف کی۔ ابتدائی درجہ کے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد آپ نے فرغانہ، ماوراء النہر، خراسان، مرو، اور آذربائیجان وغیرہ

Marfat.com

بلادِ اسلامیہ کا رُخ کیا۔ جہاں جہاں بھی گئے۔ وہاں کے اربابِ کمال سے علمی استفادہ کیا غزنی کے اساتذہ کے علاوہ جن مشہور علماء سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

(۱) امام ابو العباس احمد اشتقانیؒ (۲) شیخ ابو القاسم گورگانیؒ (۳) شیخ ابوسعید ابو الخیرؒ

(الف) امام ابو العباس اشتقانیؒ کا اصلی نام احمد بن محمدؒ ہے۔ اصول و فروع کے آپ امام تھے۔ بعض علوم میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ شرعی علوم میں آپ منتہی تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ یہ بھی ان پر شفقت فرمایا کرتے تھے۔

(ب) شیخ ابو القاسم گورگانیؒ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے ساتھ تین واسطوں سے نسبت رکھتے تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے جن اصحاب کمال سے علوم و معارف کا درس لیا ہے ان میں ان کا شمار بھی ہے۔ ان کا باطنی کمال اس درجہ بڑھا ہوا تھا۔ کہ ستون تک نے ان سے باتیں کی ہیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ میں اُن سے ملاقات کے لئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ستون سے ہمکلام تھے۔

(ج) شیخ ابوسعید ابو الخیرؒ کا اصل نام فضل اللہ بن ابی الخیر ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ نے آپ سے علمی استفادہ کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ باطنی فیوض بھی آپ کو ان سے حاصل ہوئے ہیں۔ موصوف اپنے دور میں یکتائے روزگار تھے۔ مشائخ طریقت ان پر جان چھڑکتے تھے۔ ان کے پیر

Marfat.com

طریقت شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسیؒ ہیں۔ نیشاپور میں آپ کا قیام تھا۔ آپ نے بہت سی فارسی رباعیات بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی بعض رباعیات اوراد و وظائف میں داخل ہیں۔

سلسلۂ بیعت

حضرت داتا گنج بخشؒ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اس تجسس میں تھے۔ کہ کہیں سے ان کے باطن کی تشنگی بھی فرو ہو۔ آپ نے جو علوم و معارف سیکھے تھے۔ ان کا تقاضا تھا کہ آپ پر روحانیت کے دروازے بھی کھلیں۔ حصول علم کا مقصد جب اپنی اصلاح اور تبلیغ دین کا عزم ہوتا ہے تو پھر طالب کا دامن گوہر مراد سے خالی نہیں رہتا۔ علم کا تعلق جسم سے ہو تو دنیا ملتی ہے اور اگر اس کا رشتہ روح سے ہو تو دین کی دولت ہاتھ آتی ہے ؎

علم را بر تن زنی مارے بود!

علم را بر دل زنی یارے بود

حضرت داتا گنج بخشؒ نے قطب وقت حضرت شیخ ابوالفضل بن حسن ختلیؒ کے روحانی کمالات کے چرچے سنے تو آتش شوق کے شعلے بھڑک اٹھے۔ پہلی فرصت میں اس شیخ کامل کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت شیخ ختلیؒ کی نظر کیمیا اثر جو حضرت داتا پر پڑی تو جگر تک اتر گئی۔

دل سے تری نگہ جگر تک اتر گئی!

دونوں کو ایک نظر میں رضامند کر گئی

حضرت شیخ ابوالفضل الختلیؒ کو ایک قابل مرید ملا۔ اور حضرت داتا گنج بخشؒ کو ایک کامل مرشد۔ دونوں کی دلی مراد پوری ہو گئی۔ پیری مریدی کا رشتہ بیعت کے بعد اتنا

Marfat.com

استوار ہو گیا۔ کہ پیر و مرشد دونوں سفر و حضر میں ساتھ رہنے لگے۔ گھڑی بھر کے لئے بھی
حضرت داتاؒ کو اپنے پیشوا کی جدائی گوارا نہ تھی۔ ان ایام میں حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنے
باطنی رہنما کی ذات سے اتنا فیض حاصل کیا کہ آپ کا سینہ انوار کا گنجینہ اور آپ کا دل اسرار
کا خزینہ بن گیا تھا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ تھوڑی سی مدت میں روحانی کمالات کے انتہائی
بلند مقام پر پہنچ گئے تھے۔ جہاں تک مرغ تخیل کی پرواز بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ خدا ہی بہتر
جانتا ہے۔ کہ مرید نے کیا لیا اور پیر نے کیا دیا۔ شمع انجمن سے پروانے کو جو دولت بے بہا ملتی
ہے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ کسی پروانے سے پوچھو تو وہ بتائے کہ اسے کیا
ملا۔ مرغ سحر اس داد و ستد اور اس لین دین کی حقیقت کیا جانے۔ کہاں کسی مرغ سحر کی نغمہ
ریزی اور کہاں پروانہ کا سوز ؎

بے نیازی کی ادائیں سیکھ اے مرغِ سحر
شمع کے نزدیک پروانہ کہاں تک آ گیا

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ میرے پیشوا اپنے مرید کو کم گوئی اور کم خوابی کی تعلیم
دیا کرتے تھے۔ ایک جگہ کشف المحجوب کے بیسویں باب میں ہے کہ جب نیند کا پورا غلبہ
ہو تو سو رہو۔ اور جب آنکھ کھل جائے تو دوبارہ سونے کی کوشش نہ کرو کیونکہ مرید کے
واسطے ایسی نیند حرام ہے۔ اور بیکاری کا شغل ہے۔ حضرت داتاؒ کے شیخ نے ۵۶ برس
تک ایک ہی جامہ پہنا اور آپ بے تکلف اس میں پیوند لگا کر سی لیا کرتے تھے۔
اصل جامہ کا نشان بھی باقی نہ رہا۔

حنفی مسلک

حضرت داتا گنج بخشؒ کو امام اعظم ابو حنیفہؒ سے خاص عقیدت
آپ نے کشف المحجوب میں ایک ایسے خواب کا ذکر کیا ہے

Marfat.com

سے امام اعظمؒ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت مخدومؒ فرماتے ہیں:۔

"میں ملک شام میں تھا ایک دفعہ حضرت بلال حبشیؓ کے مزار کے سرہانے مجھے نیند آگئی۔ خواب میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ میں مکہ معظمہ میں حاضر ہوں۔ اور آنحضرت صلعم باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ اور جس طرح کوئی کسی بچے کو گود میں لئے ہوئے ہو۔ آپ ایک معمر شخص کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہیں۔ میں دوڑتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں پہونچا۔ اور میں نے آپ کے پائے اقدس کو بوسہ دیا۔ اور دل میں یہ سوچنے لگا۔ کہ یہ معمر شخص کون ہے۔ آنحضرت صلعم کو میرے خیال پر اطلاع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام ہے۔ یعنی ابو حنیفہؒ۔ اس خواب سے مجھے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بڑی امیدیں قائم ہوگئیں۔ اور اس خواب سے مجھ پر یہ حقیقت بھی روشن ہو گئی۔ کہ امام ابو حنیفہؒ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے صفات ذاتی سے فانی ہو چکے ہیں۔ اور محض احکام شرع کے لئے باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے حامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اگر میں انہیں خود چلتے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی الصفات ہیں۔ اور باقی الصفات کے لئے خطا وصواب دونوں کا امکان ہے۔ لیکن چونکہ انہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کا وجود ذاتی فنا ہو چکا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے باقی ہیں اور چونکہ خود آنحضرت صلعم کے لئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہیں ہے۔ اس لئے جس کا وجود ان میں فانی ہو چکا ہے۔ وہ بھی امکان خطا سے پاک ہے۔"

Marfat.com

ازدواجی زندگی

احکام شریعت کی اتباع اور اپنے والدین کی خواہش کی تعمیل میں حضرت داتا گنج بخشؒ بھی آخر ازدواجی زندگی کے حلقہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کی عمر نے وفا نہیں کی۔ اور وہ جلد ہی جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے۔ گیارہ سال کی مجرد زندگی کے بعد پھر آپ کا عقد ایک خاتون سے ہوا۔ لیکن یہ رشتہ بھی راس نہ آسکا۔ موت نے یہ سلسلہ منقطع کر دیا

حضرت داتا گنج بخشؒ نے خود بھی کشف المحجوب میں نکاح کی سنت پر بصیرت افروز الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(الف) مرد و عورت سب پر نکاح کرنا مباح ہے۔

(ب) جو حرام سے پرہیز نہ کر سکیں اُن پر فرض ہے۔

(ج) اور جو عیال کا حق ادا کر سکیں۔ ان پر نکاح سنت ہے۔

سیر و سفر

لاہور میں آمد سے قبل آپ نے کئی اسلامی ممالک کی سیر و سیاحت کی۔ شام، عراق، ماوراءالنہر، بغداد، پارس قہستان، آذربائیجان، طبرستان، خوزستان، کرمان، خراسان اور ترکستان وغیرہ ممالک کی سیاحت سے حضرت داتا گنج بخشؒ نے تجربات و مشاہدات کا ایک ذخیرہ جمع کیا۔ ایک ایسا ذخیرہ جس سے بعد کی زندگی میں آپ کو بہت کافی فائدہ پہنچا۔ اس سیر و سیاحت کو ہم ریاضت و مجاہدہ کی ایک طویل داستان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ آپ نے اس سیاحت میں قدرت کے آثار کا مشاہدہ بھی کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اولیائے کرام کی روح پرور صحبتوں سے بھی مستفید ہوئے۔ خراسان میں آپ کی ملاقات تین سو مشائخ سے ہوئی۔ سفر کے دوران آپ کو عجیب و

Marfat.com

غریب واقعات بھی پیش آئے۔ ایک واقعہ کا ذکر خود فرماتے ہیں کہ :۔

"ایک دفعہ میں سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار عالیہ پر تین ماہ تک شب و روز حاضر باش رہا۔ ہر روز تین بار غسل اور وضو کا اہتمام کرتا۔ مگر اس مقام کا کشف نہ ہو سکا۔ جو پہلے ایک بار ہو چکا تھا۔ آخر میں نے خراسان کے لیئے رخت سفر باندھا۔ ایک گاؤں میں گذر ہوا۔ جہاں ایک خانقاہ بھی تھی۔ اس خانقاہ میں متزئین (نام نہاد صوفیا) کی ایک جماعت نظر آئی۔ ان لوگوں نے مجھے اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ اور اپنی نگاہوں میں حقیر جانا ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا۔ کہ یہ (اپنی ذات کی طرف اشارہ ہے) ہم میں سے نہیں ہے۔ اور واقعی میں ان میں سے نہ تھا۔ انہوں نے مجھے تو سوکھی روٹی دی۔ اور خود اچھا کھانا کھایا۔ ستم یہ کیا۔ کہ کھانا کھانے کے بعد تمسخر سے خربوزے کے چھلکے میرے سر پر پھینکتے تھے۔ اور طنز وطعن کی باتیں کرتے تھے۔ مگر وہ جتنا زیادہ طنز کرتے تھے۔ اتنا ہی میرا دل ان سے خوش ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس طنز و تمسخر سے وہ مقام کھل گیا۔ جو اس سے پہلے نہ کھلا تھا۔ اس سے اس بات کی علت بھی معلوم ہو گئی۔ کہ مشائخ اپنے یہاں جہلا کی آمد و رفت کیوں روا رکھتے ہیں "۔

جب حضرت داتا گنج بخشؒ عراق میں تھے۔ تو آپ پر یہ عقدہ کھلا۔ کہ عوام کی حاجت روائی میں اتنی مشغولیت نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ یاد الٰہی سے دل غافل

Marfat.com

ہو جائے۔ اس قسم کی مشغولیت ہوائے نفس کی پیروی کے سوائے اور کچھ نہیں جس شخص کی قلبی حالت بہتر ہے۔ ایسے شخص کی خاطر مشغولیت کوئی عیب نہیں تو اُن کے لئے دوسروں کی پریشانی مول لینے کی کیا ضرورت۔

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخشؒ لکھتے ہیں۔ کہ مخلوق سے قطع تعلق کرنا گویا بلا اور مصیبت سے چھٹکارا پانا ہے۔ انسان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ کسی کی طرف نہ دیکھے۔ تاکہ دوسرے بھی اُس کی طرف نہ دیکھیں۔ مخلوق سے اس بے تعلقی کے باوجود حضرت داتا گنج بخشؒ بھی اپنے شیخ کی طرح اسلام کے جماعتی نظام کے پابند رہے۔

خراسان کے سفر میں حضرت داتاؒ کا گذر ایک گاؤں سے ہوا جسے کمند ور کہتے تھے۔ وہاں آپ نے ایک شخص کو جسے ادیب کمندری کہتے تھے۔ دیکھا اس شخص کے بارے میں یہ سننے میں آیا۔ کہ یہ بیس سال تک مسلسل پیروں کے بل کھڑا رہا ہے۔ اور سوائے تشہد کے کبھی نہیں بیٹھا۔ جب لوگوں نے اُس سے کھڑا رہنے کی وجہ دریافت کی۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ ابھی مجھے وہ مقام حاصل نہیں ہوا ہے۔ کہ میں خدا کا مشاہدہ بیٹھے بیٹھے کروں۔

ایک دفعہ حضرت داتا گنج بخشؒ ماوراءالنہر میں تھے۔ احمد حماد سرخسیؒ (ان کا مزار حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار عالیہ سے متصل روضہ کے اندر ہے) آپ کے رفیق سفر تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ اس کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ان سے پوچھا گیا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کا جواب شیخ احمد نے یہ دیا۔ کہ میں اپنے

Marfat.com

میں یا تو اپنے آپ سے غائب رہتا ہوں یا حاضر۔ جب غائب ہوتا ہوں۔ تو دونوں جہاں کی مجھے خبر نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس کو اس حالت میں رکھتا ہوں۔ کہ ایک روٹی کو ہزار حوروں سے بہتر سمجھتا ہوں۔

جب حضرت داتا گنج بخشؒ مرو میں تھے۔ تو آپ کی ایک عالم حدیث سے ملاقات ہوئی۔ یہ عالم اپنے زمانے کا امام تھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے ـــــــــ سماع کی اباحت پہ ایک کتاب لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ آپ نے امامت کے منصب پہ فائز ہوتے ہوئے لہو و لعب کے مشغلے کی جو سب گناہوں کی جڑ ہے۔ حلال اور جائز قرار دیا ہے۔ اس امام حدیث نے بحث و تکرار کے انداز میں آپ سے خطاب کیا۔ کہ اگر آپ سماع کو حلال نہیں جانتے تو آپ خود کیوں سماع کی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ ہر شخص سماع کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اگر دل میں حلال کی تاثیر ہے تو سماع حلال ہے۔ اور اگر حرام کی تاثیر ہے تو سماع حرام ہے اور اگر مباح کی تاثیر ہے۔ تو پھر مباح ہے۔

آذربائیجان کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"میں آذربائیجان کے پہاڑوں میں پھر رہا تھا۔ میں نے ایک درویش کو دیکھا۔ جو بہ حسرت و زاری اشعار پڑھ رہا تھا۔ شعر پڑھنے کے بعد اُس کا رنگ ایسا متغیر و متاثر ہوا۔ کہ ایک پتھر پہ بیٹھ گیا اور

Marfat.com

دیکھتے دیکھتے اس پر اتنی بے ہوشی طاری ہوئی۔ کہ جاں بحق ہوگیا"۔

تصنیف و تالیف

ایسے صوفیا کی تعداد نہایت مختصر ہے۔ جنہوں نے اپنے روحانی کمالات کے نتائج تصنیف و تالیف کے لباس میں بھی پیش کئے ہوں۔ قدمائیں تو یہ ملکہ مصرے سے تھا ہی نہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ حضرت داتا گنج بخش ؒ نے اپنے پیچھے ایک اچھا خاصا ذخیرہ تصانیف چھوڑا۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ زمانہ کے الٹ پھیر سے ان میں سے کچھ ضائع ہوگئی ہیں۔ تصانیف کے نام یہ ہیں :-

(۱) دیوان (فارسی دیوان کا نام ہے) (۲) منہاج الدین (۳) کتاب الفناء والبقا (۴) اسرار الخرق (۵) کتاب البیان لاہل العیان (۶) بحر القلوب (۷) ایمان (۸) الرعایۃ لحقوق اللہ (۹) شرح کلام منصور حلاج (۱۰) کشف المحجوب۔

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے صاحب کشف المحجوب کی شان ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ :-

"عالم و عارف بود در صحبت بسیارے از مشائخ دیگر رسیدہ است صاحب کتاب کشف المحجوب است کہ از کتب مشہورۂ معتبرہ دریں فن است ولطائف وحقائق بسیار درآں کتاب جمع کردہ است"

(نفحات صفحہ ۲۸)

ترجمہ :- عالم بھی تھے اور عارف بھی بہت سے دوسرے مشائخ سے بھی فیض صحبت پایا ہے۔ کشف المحجوب کے مصنف ہیں۔ جو اس فن کی مشہور اور

Marfat.com

معتبر کتاب ہے اس کتاب میں بہت سے لطائف و حقائق جمع کر دیئے ہیں۔
دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا میں صاحب کشف المحجوب کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے کہ:۔

"خانوادۂ ایشاں خانوادۂ زہد و تقویٰ بود حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است کشف المحجوب مشہور و معروف است و ہیچ کس را بر آں سخن نیست و مرشدے است کامل و در کتاب تصوف بہ خوبی آں در زبان فارسی تصنیف نہ شدہ خوارق و کرامات زیادہ از حد و نہایت دبارہا بر قدم تجرید و توکل سفر کردہ اند۔"

ترجمہ:۔ آپ کا خاندان طریقت زہد و تقویٰ کا خاندان تھا۔ حضرت مخدوم علی ہجویری کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ان میں کشف المحجوب مشہور و معروف ہے۔ اور کسی کو بھی اس میں کلام نہیں ہے۔ یہ کتاب مرشد کامل کا حکم رکھتی ہے۔ تصوف پر فارسی میں اس سے زیادہ بہتر کوئی تصنیف نہیں ہے۔ آپ کے خوارق و کمالات بے حد و بے حساب ہیں۔ آپ نے بارہا توکل کے سہارے سیر و سیاحت کی ہے۔
سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی ؒ نے کشف المحجوب کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ
"کشف المحجوب از تصنیف شیخ علی ہجویریؒ ست قدس اللہ روحہ العزیز اگر کسے را پیرے نہ باشد۔ چوں ایں کتاب را مطالعہ کند او را پیر پیدا شود من ایں کتاب را بہ تمام مطالعہ کردم" (دور نظامی مرتبہ شیخ علی محمود)
ترجمہ:۔ کشف المحجوب شیخ علی ہجویریؒ کی تصنیف ہے اگر کسی کا کوئی پیر نہ ہو تو وہ جب اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو اس کا پیر ظاہر ہو جائے گا۔ میں نے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کیا ہے۔

Marfat.com

ورودِ لاہور

حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی سیاحت کے جو واقعات جستہ جستہ بیان کیے ہیں۔ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپ کا سفر ایک درویش متوکل باللہ کا سفر تھا۔ ایسے سفر میں اس مزاج کے درویش تو نبھ سکتے ہیں۔ جن کی نظر اسباب سے زیادہ مسبّب پر ہو۔ امیروں اور بادشاہوں کی رفاقت انہیں راس نہیں آسکتی۔ امیر و بادشاہ ان کے ذوقِ سفر کی تسکین کا سامان فراہم نہیں کر سکتے۔ یہ جو مشہور ہے۔ کہ حضرت داتا گنج بخشؒ سلطان مسعود غزنوی کے ہمراہ لاہور آئے تھے۔ تاریخی حیثیت سے غلط ہے۔ سلطان مسعود کی آمد لاہور کا سال ۴۳۱ھ نہیں ہے۔ اس کی آمد پہلی بار ۹ ربیع الاوّل ۴۳۰ھ میں ہوئی تھی۔ اور دوسری بار ۴۳۲ھ میں صرف دریائے سندھ تک اسی سلطان کی آمد ثابت ہوتی ہے۔ سلطان مسعود کے دونوں سفر پریشان کن تھے۔ ایسے حالات میں عقلاً بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ اس نے اپنے ہمراہ علماء اور صوفیا کے ایک گروہ کو بھی لیا ہو یا خصوصیت کے ساتھ حضرت داتا گنج بخشؒ اس کے رفیق سفر رہے ہوں۔ کشف المحجوب اور بعض دوسرے تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہم سفر اور رفیق راہ صرف دو شخص تھے۔ اور جو آج بھی آپکے مزار عالیہ کے دائیں بائیں پہلوؤں میں ابدی رفاقت کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ یہ دو شخص تھے۔ حضرت ابوسعید ہجویریؒ اور حضرت شیخ احمد حماد سرخسیؒ۔ حضرت ابوسعید ہجویریؒ کا حال اس سے زیادہ کچھ اور معلوم نہ ہو سکا۔ کہ آپ کو حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں کئی جگہ مخاطب کیا ہے۔ اور آپ ہی کے بعض استفسارات کے جواب میں کشف المحجوب منظر عام پر آئی۔ حضرت خواجہ احمد حماد سرخسی وہ بزرگ ہیں۔ جن سے آپ نے ایک دفعہ دریافت فرمایا۔ کہ تمہاری توبہ کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ تو انھوں نے کہا۔ کہ ایک مرتبہ میں سرخس سے روانہ ہوا ایک مدت تک ایک جنگل میں اپنے اونٹوں کے

Marfat.com

ساتھ رہا۔ اس دن میں بہت خوش ہوتا تھا۔ جب خود بھوکا رہ کر اپنے حصّہ کی خوراک کسی مسافر یا راہگیر کو دیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک شیر آیا اور میرے ایک اونٹ کو مار کر آپ بلندی پر جا بیٹھا۔ اور ایک چیخ ماری جس سے گرد و نواح کے درندے لومڑی، گیدڑ اور بھیڑیئے وغیرہ آ گئے ان کے آنے پر شیر نے اونٹ کو پھاڑ ڈالا۔ اور پھر بلندی پر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سب درندے اونٹ کا گوشت مزے سے کھانے لگے۔ اور خوب سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر شیر نیچے اترا۔ اس غرض سے کہ آپ خود بھی کچھ کھالے اس اثنا میں ایک لنگڑی لومڑی نظر آئی۔ جو اسی طرف آ رہی تھی۔ شیر پھر واپس چلا گیا جب وہ کھا کر چلی گئی تو شیر نے بھی تھوڑا سا کھا لیا میں دور سے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ شیر میرے نزدیک آیا اور خدا کے حکم سے گویا ہو کر یہ کہنے لگا۔ اے احمد لقموں کا ایثار کرنا بھی کوئی ایثار ہے اگر مرد ہے تو اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کر لقموں کا ایثار تو حیوان بھی کر سکتے ہیں تو انسان ہے تجھے یہ زیبا ہے کہ تو اپنے ایثار میں انسانیت کا ثبوت دے۔ احمد حماد سرخسی رح نے کہا۔ کہ جب میں نے شیر سے یہ بات سنی تو مجھ پر ایثار کے اسرار کھلے۔ اور میں نے دنیا کے تمام مشاغل سے توبہ کر لی اور یہی دن میری توبہ کا ابتدائی دن تھا۔

یہ ہمراہی تھے جو حضرت داتا گنج بخش رح کے رفیق سفر رہے تذکروں سے جہاں یہ ثابت ہے کہ یہ دونوں ہمراہی لاہور آئے ہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ دونوں اس وقت بھی ہمراہ تھے جب حضرت داتا گنج بخش رح لاہور میں تشریف لائے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ہمراہی کہیں راستہ میں بچھڑ گئے تھے۔ اور پھر بعد میں لاہور آ کر کچھ عرصہ کے بعد حضرت داتا گنج بخش رح سے ملے۔

حضرت داتا گنج بخش رح اپنی مرضی سے لاہور آئے یا اپنے پیشوا کی اجازت سے؟ یہ مسئلہ بھی نزاعی بنا ہوا ہے۔ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رح کی لاہور میں آمد حکماً عمل میں آئی ہے فوائد الفوائد میں ارشاد ہوتا ہے:-

شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری ہر دو مرید یک پیر بودند و آں پیر

Marfat.com

قطب عہد بودہ است حسن زنجانی مجذوب بار ساکن لہاور بود و بعد از چند گاہ پیر ایشاں خواجہ علی ہجویری را گفت کہ در لہاور ساکن شو۔ علی ہجویری عرضداشت کرد کہ شیخ حسین زنجانی آنجاست۔ فرمود کہ تو برو، چوں علی ہجویری بحکم اشارت ور لہاور آمد شب بود بامداداں جنازہ شیخ حسین را بیرون آورد وند۔ (فوائد الفواد صفحہ ۳۵)

ترجمہ:۔ شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری دونوں ایک پیر کے مرید تھے۔ اور وہ پیر اپنے زمانے کے قطب تھے۔ میر حسن زنجانی عرصہ سے لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے پیر نے شیخ علی ہجویری کو یہ حکم دیا۔ کہ وہ لاہور میں قیام کریں۔ شیخ علی ہجویری نے عرض کی۔ کہ وہاں تو شیخ حسین زنجانی موجود ہیں۔ پیر نے حکم دیا۔ کہ تو جا جب شیخ علی ہجویری حکم کے موجب لاہور پہنچے۔ تو رات کا وقت تھا۔ صبح کو آپ نے دیکھا۔ کہ لوگ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ لئے جا رہے تھے۔

حضرت داتا گنج بخش اسلئے میں دن ڈھلے پورے ڈیڑھ برس کی مسافت کے بعد دریائے راوی کے کنارے پہنچے۔ دریا کے جس کنارے پر آپ نے نزول اجلال فرمایا۔ اس کے مشرق میں لاہور کی آبادی تھی۔ آپ نے دریا کے کنارے لاہور کے بیرونی حصہ میں رات بسر کی۔ آرام سے نرم و گرم بستروں پر لیٹے ہوئے لاہور کے باشندوں کو کیا خبر تھی کہ ان کا وہ روحانی مقتدا اسی شہر کے ایک اجاڑ گوشے میں بے آرامی سے رات گزار رہا ہے۔ جس کی ہستی پر نہ صرف وہ بلکہ ان کی آئندہ نسلیں بھی فخر کریں گی۔ کون جانتا تھا کہ اس ایک رات کے صلے میں جو یہ مرد کامل اپنی آنکھوں میں کاٹ رہا ہے۔ قدرت قیامت تک اس کے مزار پر دن گوں

کو نیند یں حرام کر دینے پر مجبور کرے گی۔ یہ بات بھی کس کے علم میں تھی۔ کہ یہ مرد خدا رات اس لئے شہر کے باہر تنہا گذار رہا ہے کہ اُسے اپنے آقا کی غار حرا کی زندگی کا مثالی نقشہ پیش کرنا تھا۔ دوسرے لاہور میں اُن کا دن ڈھلے پہنچنا یہ بھی ظاہر کر رہا تھا کہ لاہور کی دینی و روحانی زندگی کا آفتاب ڈھل چکا ہے۔ اب نئے سرے سے اس کی رگ و پے میں زندگی کی روح پھونکی جائے گی۔ اور اس شان سے اس کے بام و در پر انوار و تجلیات کی بارش ہوگی۔ کہ لوگ چاند تاروں اور سورج کی چمک دمک کو بھول جائیں گے۔ صبح سویرے آپ شہر میں داخل ہوئے اُن کا اعزاز با خیر مقدم اس اجنبی شہر کے عوام و خواص تو کیا کرتے نسیم شہر کے جھونکوں اور اس شہر کی خاک کے ذرّوں نے تو کیا ہوگا۔ ہاتف غیبی نے یہ آواز دی ہوگی ؎

مسند دولت اقبال کو خالی کر دو
آج محفل میں محمدؐ کا غلام آتا ہے

حضرت داتا گنج بخش نے دیکھا کہ لوگ میّت اٹھائے چلے آتے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرت میر حسین زنجانیؒ کا جنازہ ہے۔ آپ فوراً سمجھ گئے۔ کہ پیر و مرشد کا مجھے لاہور بھیجنا اس غرض سے تھا کہ میں خلا پُر کر دوں۔ جو حضرت میر حسین زنجانیؒ کی وفات کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ چنانچہ آپ جنازہ کے ہمراہ ہو لئے۔ نماز جنازہ پڑھی۔ میت چاہ میراں میں سپرد خاک کی گئی۔ جہاں آج بھی ہے۔ اسالہا سال کے بعد مسجد اور مزار کی از سر نو تعمیر ہوئی ہے۔ پہلے گنبد نہ تھا۔ اب گنبد بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے

Marfat.com

شہر کے جنوب مغربی گوشے کا رخ کیا۔ اور ایک بلند ٹیلے پہ جہاں املی کا ایک درخت تھا۔ آپ نے قیام کیا۔ آج نہ بلند ٹیلہ ہے اور نہ املی کا درخت۔ اُن کی یاد تازہ رکھنے کے لئے سنگ مرمر کا ایک بڑا سا کٹورا مزار عالیہ کے شمال مغرب میں ایک دو گز کے فاصلے پر نصب ہے۔ اس کٹورے میں ہر وقت صاف اور ستھرا پانی بھرا رہتا ہے۔ زائرین آتے ہیں۔ اور انگلیوں کے پورے بھگو بھگو کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رح کی آمد لاہور کا مقصد گوشہ نشینی نہیں تھا۔ بلکہ اسلام کی تبلیغ آپ کا نصب العین تھا۔ چنانچہ آپ نے تبلیغی جدو جہد کا آغاز کر دیا۔ چند ہی دنوں میں آپ کی قیام گاہ پہ لوگوں کا تانتا بندھ گیا اور مخلوق خدا جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگی۔ چونکہ شروع سے اسلام کا مقام مسجد رہی ہے۔ اس لئے آپ نے مسجد کی تعمیر کا بیڑا اٹھایا۔ خود اس کا سنگِ بنیاد رکھا۔ مسجد کی تعمیر سے جہاں آپ کا مقصد مرکز کا قیام تھا۔ وہاں یہ خواہش بھی کام کر رہی تھی۔ کہ لوگوں کو نماز کے ارکان کی عملی تعلیم دیں۔ اور ان کے اندر وہ روح پھونکیں جسے ہم ایمان سے تعبیر کرتے ہیں۔ درس قرآن و حدیث بھی آپ کے مقاصد میں داخل تھا۔

شہزادہ دارا شکوہ سفینۃ الاولیاء میں رقمطراز ہے۔ کہ جب حضرت داتا گنج بخش رح نے مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا تو لوگوں نے دیکھا کہ دیگر مساجد کی نسبت اس کے قبلہ کا رخ ذرا سا جنوب کی سمت ہٹا ہوا ہے۔ علمائے لاہور نے اس پہ اعتراض کیا۔ حضرت داتا گنج بخش رح یہ اعتراض سن کر خاموش ہو رہے

جب مسجد کی تعمیر سے فراغت پائی۔ تو آپ نے تمام علماء و فضلاء کو دعوت دی۔ اور اپنی امامت میں نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔ کہ تم لوگوں کو اس مسجد کی سمت قبلہ پر اعتراض تھا۔ ذرا دیکھو تو سہی۔ قبلہ کس طرف ہے۔ جب انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو سامنے کے تمام حجابات دور ہو گئے۔ اور قبلہ سب کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اس عینی مشاہدہ کے بعد معترضین کو ندامت ہوئی اور آپ سے معذرت چاہی۔ یہ پہلی کرامت تھی، جو لاہور آپ سے ظاہر ہوئی۔ اور یہی کرامت ہے جس نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

ہزارہا بندگان خدا میں سے سب سے پہلا شخص جو آپ کے دست اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ وہ کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ بلکہ سلطان محمود والی کابل و غزنی کی طرف سے ولایت پنجاب کا نائب حاکم تھا۔

تحقیقات چشتی اور دیگر کتب تاریخ میں اس شخص کا نام رائے راجو لکھا ہے حضرت داتا گنج بخشؒ نے اس شخص کا نام شیخ ہندی رکھا تھا۔ پنجاب کے نائب حاکم رائے راجو کو کیا خبر تھی۔ کہ سنہ ۴۳۱ھ میں اس کی کتاب زندگی کی ہر سطر سنہری ہو جائے گی۔ غزنی کے مرد حق آگاہ کی ایک ہی نظر نے رائے راجو کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں آتش سوز محبت کے شرارے گھول دیئے۔

اُس مرکز جمال پہ اب ہے مری نگاہ
جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں

تبلیغ اسلام

حضرت داتا گنج بخشؒ کی تبلیغی جد و جہد کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ لاہور تاریخ کے ہر دور میں علماء و فضلاء و صوفیاء کا

Marfat.com

مرکز و مرجع رہا ہے۔ آپ کی تبلیغ کا انداز حکیمانہ بھی تھا۔ اور واعظانہ بھی کبھی کبھی آپ نے احسن طریق پر اپنے معاصرین سے مجادلہ بھی کیا ہے۔ قرآن شریف میں بھی تبلیغ کے یہی نقش اجاگر کئے گئے ہیں مثلاً :-

"اپنے رب کی راہ کی جانب حکمت اور موعظت سے دعوت دے اور (لوگوں سے) احسن طریق پر مجادلہ کرے (الآیہ)

ہندوستان کے ایک فلسفی سے مناظرہ کا حال تو ہم شروع میں درج کر چکے ہیں۔ اس سلسلہ کے دوسرے واقعات یہ ہیں :-

لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کا مباحثہ ایک ایسے شخص سے ہوا۔ جو تغیر اثر کیے اور علم کا مدعی تھا۔ اس نے فنا و بقا کے مسئلہ پر حضرت داتا گنج بخشؒ سے بحث کی۔ کشف المحجوب میں خود حضرت داتا گنج بخشؒ کا بیان ہے۔ کہ یہ شخص فنا و بقا کے اصول سے قطعاً ناآشنا نکلا۔ بلکہ حدوث و قدم میں بھی امتیاز نہیں کر سکا۔

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخشؒ نے ملاحدہ کے ایک گروہ کا ذکر کیا ہے۔ جسے عرف عام میں سوفسطائی کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب یہ ہے۔ کہ علم کسی معاملہ میں اور کسی حالت میں کام نہیں آتا اور جسے علم کہتے ہیں اس کا وجود، عدم کے برابر ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے اس گروہ سے ان الفاظ میں خطاب فرمایا ہے :-

یہ سمجھ جس کی بناء پر تم یہ کہتے ہیں کہ علم کسی حالت میں بھی کار آمد نہیں۔ صحیح ہے یا غلط۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تمہاری سمجھ کا فیصلہ درست ہے۔ تو پھر تم نے علم کے وجود کا اثبات کیا نفی کہاں کی۔ اور اگر تم یہ

Marfat.com

کہتے ہو۔ کہ علم کا وجود و عدم برابر ہے۔ اور ہماری سمجھ کا فیصلہ درست نہیں ہے۔ پس ایسی صورت میں بحث و محبت ہی فضول ہے اور ایسے شخص سے گفتگو کرنا جس کے پاس سمجھ کا مادہ نہیں ہے عقلی اور بے وقوفی ہے۔

ملاحدہ کا وہ گروہ جو سوفسطائی مذہب رکھتا ہے۔ کہتا ہے کہ ہمارا علم کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے۔ لہذا ہمارا ترک علم، اثبات علم کے مترادف ہے۔ یہ بات حماقت اور جہالت کا کھلا ثبوت ہے۔ ترک علم دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا اس کا تعلق علم سے ہوگا یا جہالت سے اور یہ حقیقت ہے۔ کہ علم سے علم کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ علم، علم کی ضد نہیں ہوتا۔ علم سے علم کی نفی نہیں ہوسکتی۔ علم کی ضد تو جہالت ہے۔ یہ بات ثابت ہوگئی کہ علم کی نفی جہالت ہے۔ اور اس کا ترک جہالت کی بنا پر ہوتا ہے۔ جاہل کی مذمت کون نہیں کرتا۔ جہالت کفر و باطل کی ایک جہالت کا نام ہے حق کو جہالت سے تعلق کبھی نہیں ہوتا۔

حضرت داتا گنج بخش ؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک ملاحد میں سے جو غرور کو عزت علم، خواہش نفس کی اتباع کو سنت پیغمبری اور شیطان کی موافقت کو ... پیشوائی کی خصلت سمجھتا تھا۔ بحث کے دوران میں مجھ سے کہا۔ کہ ملحدوں کے بارہ فرقے ہیں۔ جن میں سے ایک صوفیا کا گروہ ہے۔ میں نے کہا۔ صوفیوں میں تو ایک گروہ ملحد ہے جبکہ تم میں سے گیارہ ہیں۔ صوفی ایک فرقہ سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں بچنے کی صلاحیت موجود ہے۔ لیکن تم گیارہ ملحد اور زندیق فرقوں سے کیسے نجات حاصل کر سکتے ہو۔

Marfat.com

ایک وعظ

ایثار کے موضوع پر حضرت داتا گنج بخشؒ کا ایک وعظ کشف المحجوب سے اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ غور کیجئے کہ آپ کے ارشادات کتنے دلنشیں اور کتنے سبق آموز ہوتے تھے۔

اللہ تبارک و تعالٰے کا ارشاد ہے۔ اور وہ ایثار کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ خواہ وہ خود کتنے ہی حاجت مند کیوں نہ ہوں، یہ آیت فقرائے صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایثار کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی کے ساتھ ہم نشینی کا اتفاق ہو تو چاہیئے کہ اس کے حقوق کی رعایت اور اس کا لحاظ کیا جائے اپنے فائدہ پر اس کے فائدہ کو ترجیح دے اسے راحت و آرام پہنچانے کی خاطر خود تکلیف بھی اٹھائے تو کوئی مضایقہ نہیں ہے اس لئے کہ ایثار کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کے اس حکم کی پیروی میں جو اس نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔ دوسروں کی مدد اور ان کے ساتھ ساتھ تعاون کے لئے ہر وقت آمادہ رہے۔ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:

"دوسروں کی خطاؤں سے درگذر کر۔ نیکی کی تعلیم دے اور جاہلوں سے منہ موڑ" (آلایۃ)

ایثار کی دو صورتیں ہیں (۱) ایثار صحبت اور (۲) ایثار محبت۔ صحبت میں جو جو ایثار ہوتا ہے اس میں رنج و کلفت سے سابقہ پڑتا ہے۔ جبکہ ایثار محبت میں راحت ہوتی ہے۔ ابوالحسن احمد نوریؒ، امامؒ اور ابوحمزہؒ ان نیک دل لوگوں کے سرگروہ اور امام گذرے ہیں۔ جو دوسروں کی مصلحت اور منفعت پر اپنی مصلحت اور منفعت کو قربان کر دیا کرتے تھے خلیفۂ وقت کے ایک غلام خلیل کو ان سے خدا واسطے کا بیر ہو گیا اس نے خلیفہ کے کانوں میں ان کے خلاف زہر گھولا اور یہ

Marfat.com

شکایت کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے باعث دین میں طرح طرح کی خرابیاں راہ پا گئی ہیں ان کے خیالات میں بے دینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اگر خلیفہ انہیں قتل کرا دے تو بیدینی کی جڑ کٹ جائے گی۔ کیونکہ یہ دینوں کے سب سے بڑے سردار یہی ہیں خلیفہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ جلاد آئے اور ان تینوں کے ہاتھ باندھ کر مقتل میں لایا گیا۔ جب رقامؒ کو قتل کرنے لگے تو نوریؒ اٹھے اور کہا پہلے میرا حق ہے۔ جلادوں نے کہا، کیا تلوار میں ایسی ہی لذت ہے۔ کہ تو قتل ہونے کی تمنا کرتا ہے۔ جواب دیا بے شک اس میں ایسی ہی لذت ہے۔ میرا طریقہ اور اصول ایثار ہے۔ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنی جان سے ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ جان اپنے بھائیوں کی خاطر صرف کر دوں کیونکہ دوسرے جہان میں جہاں خدمت نہیں بلکہ قربت ہوتی ہے۔ ایثار کی لذت میسر نہیں آئے گی۔ سرکاری قاصد نے اس عجیب واقعہ سے خلیفہ کو مطلع کیا۔ خلیفہ کو اس سے بڑی حیرت ہوئی اور اس نے جلادوں کے پاس یہ حکم بھیجا کہ ان کے قتل کے بارے میں توقف سے کام لو۔

خلیفہ نے قاضی القضاۃ ابوالعباس بن علی کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ ان کے حالات کا جائزہ لے۔ قاضی القضاۃ ان تینوں کو اپنے مکان پر لے گئے اور ان سے مختلف سوالات کیے۔ جب یہ دیکھا کہ ان میں اور ان کے کلام میں بے دینی کی بات نہیں ہے تو قاضی القضاۃ کو اس بات پر سخت ندامت ہوئی اور اس نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے بڑی غلطی ہوئی کہ میں ان کے حالات سے بے خبر رہا۔

ابوالحسن نوریؒ نے کہا، اے قاضی تو نے جو ہم سے یہ سوالات کیے ہیں۔ یہ تو کچھ

Marfat.com

بھی نہیں ہیں۔ کچھ اور پوچھا ہوتا۔ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں۔ جن کا کھانا، پینا، بیٹھنا اور بولنا سب اسی ایک خدا کی ذات سے تعلق رکھتا ہے وہ خدا کے جلوے دیکھ کر جیتے ہیں اگر ایک لحظہ کے لئے بھی وہ مشاہدہ جمال ونظارہ تجلیّ سے محروم ہو جائیں تو وہ حشر برپا کر دیتے ہیں ان کے نظام میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ قاضی کو اس گفتگو سے اور بھی تعجب ہوا۔ اور اس نے خلیفہ کو یہ لکھ بھیجا کہ اگر یہ لوگ ملاحدہ (بے دین) ہیں تو پھر موحد کون ہے؟ خلیفہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور کہا کہ مجھ سے کوئی حاجت بیان کرو ان سب نے بیک آواز کہا کہ ہماری حاجت یہ ہے کہ تو ہمیں بھول جا۔

نافعؒ کی روایت ہے کہ ابن عمرؓ کو ایک دفعہ مچھلی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی بہت کچھ جستجو اور تلاش کے بعد مچھلی ملی اسے بھون کر ان کے سامنے لایا گیا انہیں یہ دیکھ کر قلبی مسرت ہوئی ٹھیک اسی وقت دروازہ پہ ایک سائل آ گیا۔ ابن عمرؓ نے کہا، یہ بھنی ہوئی مچھلی اسے دے دو۔ غلام موجود تھا۔ اس نے کہا حضرت ایک مدت سے آپ کے دل میں مچھلی کھانے کی خواہش چٹکیاں لے رہی تھی۔ آج جب خدا نے یہ خواہش پوری کی ہے۔ آپ اسے فقیر کے حوالے کر رہے ہیں فقیر کو کوئی اور چیز دے دی جائے گی۔ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کیا تو نے آنحضرت صلعم کی حدیث نہیں سنی۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جس چیز کو خواہش سے حاصل کرو اُس سے ہاتھ اٹھا لو۔

دس درویش ہم سفر تھے ایک جنگل میں راستہ بھول گئے۔ انہیں پیاس نے سخت ستایا پانی جوان کے پاس تھا۔ وہ صرف اتنی مقدار میں تھا۔ کہ اس سے

Marfat.com

صرف ایک آدمی کی پیاس بجھ سکتی تھی۔ انہوں نے یہ ایثار کیا کہ اپنی اپنی خواہشوں کو ایک دوسرے کی خواہشوں پر قربان کیا۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایک کے سوائے سب پیاسے مرگئے۔ دسویں آدمی نے پانی پی لیا۔ اور اس کی قوت سے گرتا پڑتا جنگل سے باہر نکلا ایک شخص سے اس نے یہ سب ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ اگر تو بھی پانی نہ پیتا تو اچھا تھا۔ اس نے کہا اگر میں نے پانی نہ پیا ہوتا۔ تو مجھ پر خودکشی کا جرم عائد ہوتا اور عاقبت میں مجھ سے مواخذہ ہوتا کہنے والے نے کہا پھر وہ نو آدمی جنہوں نے پانی نہیں پیا ہے۔ انہوں نے بھی خودکشی کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ کیا ان سب سے جواب طلبی ہوگی۔ اس نے کہا نہیں تو وہ سب شہید ہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی جان بچانے کے لئے خود موت قبول کی ہے۔ لیکن جب وہ ایک دوسرے پر قربان ہوکر چل بسے اور صرف میں اکیلا رہ گیا۔ تو شریعت نے مجھ پر یہ واجب کر دیا کہ میں پانی پی لوں اور اپنے آپ کو جان بوجھ کر بغیر کسی مقصد کے ہلاکت میں نہ ڈالوں۔ اگر میں بھی پانی نہ پیتا تو ظاہر ہے۔ میں بھی مرجاتا۔ اور چونکہ گیارھواں آدمی کوئی نہ تھا جس کے لئے میں ایثار کرتا اس لئے میری موت حرام ہوتی اور اسے خودکشی سے تعبیر کیا جاتا اللہ اللہ! یہ زندگی تھی۔ مردان خدا کی سد پابندی وفا ہے۔

تو پھر مدعا سے کام
مرجایئے کسی کی تمنا نہ کیجئے

جس شب کو کفار مکہ نے آنحضرت صلعم کے قتل کے منصوبے باندھے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ان کے بستر پر جا سوئے۔ اسی طرح غار ثور میں حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی آنحضرت صلعم کی خاطر اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھا

Marfat.com

تھا۔ غزوۂ احد کا حادثہ بھی کافی مشہور ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو کڑی آزمائش میں ڈالا تھا۔ جب وہ اس آزمائش کی کسوٹی پر پورے اترے تو پھر اللہ تعالےٰ نے ان کی تعریف و توصیف بھی کی ہے۔ غزوۂ احد کی بات ہے کہ ایک انصاری خاتون کوئی خدمت کرنا چاہتی تھی۔ جب وہ میدان جنگ میں پہونچی تو اس نے دیکھا کہ چند آدمی زخمی پڑے ہیں ان میں سے ایک دم توڑ رہا تھا۔ وہ عورت اس کے پاس پانی لائی۔ اس زخمی نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ پہلے اسے پلا دے یہ کل سات آدمی تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اشارہ سے یہی کہا اور ہوا یہ کہ جب عورت پانی لے کر آخری آدمی کے پاس پہنچی وہ جاں بحق تسلیم ہو چکا تھا۔ جب واپس لوٹی اور دوسروں کے پاس پہنچی تو ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا۔ کیا ایثار کی اس سے بڑی کوئی اور مثال ہو سکتی ہے۔

ایک عابد سے کوئی خطا سرزد ہو گی۔ ادھر سے خطاب ہوا کہ اس کا نام اشقیا کی فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے۔ عابد نے کہا کہ خدایا! اگر دوزخ ہی میں بھیجنا مقصود ہے۔ تو ایسا کر کہ سب دوزخیوں کی جگہ مجھے ہی بھیج دے تاکہ دوسروں کو میری ذات سے کوئی فائدہ تو پہنچے حکم ہوا۔ کہ ہماری ناراضی صرف ایک آزمائش تھی۔

ابوالحسن نوری ؒ بالعموم یہی دعا مانگا کرتے تھے کہ

"یا الٰہی ہر چیز خواہ بڑی ہے یا بھلی تیرے علم، تیری قدرت اور تیرے ارادہ سے دنیا میں ہے۔ اگر تو دوزخ کو بھرنا ہی چاہتا ہے تو اس میں سب کی جگہ اکیلا مجھے ڈال دے اور دوزخیوں کو دوزخ کی آگ سے نجات دے۔

Marfat.com

ایک مروزی نوجوان کو نصیحت

"اسرار خودی" میں اقبال نے ایک واقعہ نظم کیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے

ایک دفعہ ایک نوجوان جس کا تعلق مرو (ترکستان) سے تھا حضرت داتا گنج بخش رح کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور! میں دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا ہوں کوئی ایسی راہ تجویز فرمائیں کہ دشمن مجھے کوئی گزند اور کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں اس پر حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا۔

فارغ از اندیشۂ اغیار شو   قوت خوابیدہ بیدار شو

یعنی تو اظہار کے خوف و خطر کو اپنے دل میں راہ نہ دے۔ دل سے یہ اندیشہ نکال دے تو ایک سوئی ہوئی قوت ہے۔ بیدار ہو کر اپنی شان دیکھ یعنی دل سے خیال نکال دو کہ دشمن تیرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ تیری کوشش یہ رہنی چاہیے تیری وہ صلاحیتیں جن پر غفلت کے غلاف چڑھے ہوتے ہیں اجاگر ہوں۔

سنگ چوں برخود گمان شیشہ کرد   شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد

اگر پتھر اپنے بارے میں یہ گمان کرلے کہ میں شیشہ ہوں تو رفتہ رفتہ اس میں شیشہ کی سی صفات پیدا ہو جائیں گی۔ اور ہر شخص اسے توڑ سکے گا۔ یعنی ساری خرابیاں یقین کی کمزوری اور اپنے اوپر بھروسہ نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو لوگ خود اعتمادی کے جوہر سے نا آشنا ہیں۔ اور جو یقین کی دولت سے مالا مال نہیں ہیں۔ وہ دنیا میں کبھی فتح و کامرانی اور عزت و آبرو کی زندگی بسر نہیں کر سکتے

ناتواں خود را اگر رہرو شمرد   نقد جان خویش با رہزن سپرد

اگر کوئی راہرو اپنے آپ کو کمزور سمجھتا ہے تو یقیناً راستے میں اس کے لٹ جانے

Marfat.com

کا خطرہ ہے۔ کسی قیمت پر بھی اپنے ضعف کے احساس کو غالب نہیں ہونے دینا چاہئے عالی ہمت اشخاص اسے موت سے تعبیر کرتے ہیں۔

تا کجا خود را شماری ماو طین۔ از گل خود شعلۂ طور آفرین۔

تو کب تک اپنے آپ کو مٹی اور پانی سے مرکب شے تصور کرتا رہے گا۔ تجھ پہ یہ لازم ہے کہ تو اپنی شخصیت کا معیار اتنا بلند کرے کہ اس سے شعلۂ طور پیدا ہو۔

با عزیزاں سرگراں بودن چرا۔ شکوہ سنج دشمناں بودن چرا

رشتہ داروں کے گلے شکوے بے سود ہیں۔ دشمنوں کی شکایت بھی بے فائدہ ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ رشتہ داروں اور دشمنوں سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرے

راست می گویم عدو هم یار تست۔ ہستی او رونق بازار تست

میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ دشمن بھی تیرا دوست ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس کے دم سے تیری زندگی میں گرمجوشی اور رونق پائی جاتی ہے۔

ہر کہ دانائے مقامات خودی ست۔ فضل حق داند اگر دشمن قوی ست

جو شخص خودی کے مقامات سے آگاہ ہے۔ وہ تو اس بات کو خدا کی مہربانی تصور کرتا ہے کہ اسے کسی زبردست دشمن سے سابقہ پڑ جائے کیونکہ اس سے اس کو اپنی مخفی قوتوں کو بیدار کرنے کا موقعہ ملے گا۔

کشت انسان را عدو باشد سحاب۔ ممکناتش را بر انگیزد ز خواب

انسان کی زندگی کی کھیتی کے لئے دشمن بادل کا کام دیتا ہے اور انسان کی مخفی اور سوئی ہوئی قوتوں کے بیدار ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اگر مینہ نہ برسے تو کھیتی سوکھ جائے

سنگ رہ آب است اگر ہمت قوی است   سیل را پست و بلند جادہ چیست

اگر انسان کی ہمت بلند ہو تو راستہ کا پتھر پانی کی طرح بہہ جاتا ہے۔ یقین نہ ہو تو تجربہ کر لو جس وقت سیلاب آتا ہے۔ اس کے سامنے پستی و بلندی دونوں کی حیثیت یکساں ہوتی ہے۔ بڑے سے بڑے درخت جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور خار و خس کی طرح انہیں اپنی رو میں بہا لے جاتا ہے۔

وصال

ذات باری تعالےٰ کے ماسوا ہر وجود پر فنا وارد ہوتی ہے۔ باقی صرف ایک ذات واحد ہے۔ اور فانی اس کے ماسوا ہر ایک مخلوق خدا کے علاوہ اگر کسی کے لئے بقا ہوتی تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہمیشہ ہمیشہ نہ صرف باعتبار صفات بلکہ بلحاظ ذات بھی باقی رہتے۔ ایسا کیوں نہیں ہے؟ اس کی وجہ ہم تو یہی سمجھتے ہیں۔ کہ قادر مطلق نے خلود و دوام اور ثبات و بقا کی خصوصیتیں صرف اپنی ذات کے لئے روا رکھی ہیں اور یہی مناسب بھی تھا۔ ممکن و واجب کی ہم سطحیت سے تو دوئی لازم آتا حالانکہ اسی کی نفی پر وحدت کے اثبات کا دار و مدار ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص اور اخص الخواص بندوں کو صفاتی اعتبار سے بقا کی دولت لازوال مرحمت کی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے ہماری عقیدتیں کچھ اس نوعیت کی ہیں کہ ہم کسی صورت بھی ان کی یاد سے غافل نہیں ہو سکتے۔ جن خوش قسمت اشخاص کی نسبتیں ان نفوس قدسیہ سے قوی ہوتی ہیں خلود و دوام کی فہرست میں ان کے اسمائے گرامی بھی لکھ لئے جاتے ہیں۔ قرآن شریف میں شہدا سے متعلق جو یہ بشارت ہے کہ۔

"تم ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن ان کی زندگی کا تمہیں شعور نہیں" (آلایہ)

Marfat.com

اس کا اطلاق اولیاءِ کرام پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی شہدا ہیں۔ عمر بھر انہوں نے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا۔ صبر آزما مصائب و آلام کے پہاڑ ان پر ٹوٹے لیکن ان کی پامردی اور استقلال میں سرمو فرق نہیں آیا ان کی زندگیاں موتوا قبل ان تموتو کی زندہ تفسیریں تھیں۔ آتش عشق الٰہی کی قربان گاہ پر انہوں نے اپنی جانیں بھینٹ چڑھا دی تھیں اور ان کے سوا ان بیچاروں کے پاس اور تھا بھی کیا۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب لکھا ہے سے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت داتا گنج بخش کا وصال ۴۶۵ھ میں ہوا۔ اتنی طویل مدت کے بعد بھی عالم ہے کہ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے کہ مزار عالیہ کے گرد پروانوں کا ہجوم نہ رہتا ہو۔ ۱۹، ۲۰ صفر کو ہر سال ان کا عرس ہوتا ہے یوں ہی زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

نذرِ عقیدت

قطب الاقطاب حضرت مخدوم علی ہجویریؒ کی بارگاہ میں

سید ہجویر مخدوم امم	مرقد او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت	در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد	حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب	از نگاہش خانہ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت	صبح ما از مہر او تابندہ گشت

Marfat.com

کسقدر اونچا ہے پایہ سید ہجویر کا
سر جھکا ہے آستان پر خواجہ اجمیر کا

اللہ اللہ کو ہساری بند توڑے آپ نے
کشور ہندوستاں پہ نقش چھوڑے آپ نے

تازہ اپنے دور میں کی عہد فاروقی کی یاد
آپ نے دی حق پرستوں کو نوید زندہ باد

پاسبانی آپ نے کی دین کے ناموس کی
شان مٹی میں ملا دی کفر کے ناقوس کی

آبرو پنجاب کی ہے آپ سے اے گنج بخش
آن شیخ و شاب کی ہے آپ سے اے گنج بخش

ارشادات و ملفوظات

آخر میں ہم یہ چاہیے کہ ہمارے قارئین حضرت داتا گنج بخش رح کے ارشادات و ملفوظات سے بھی بہرہ اندوز ہوں۔ آج حضرت داتا گنج بخش کی حیات طیبہ کے نقوش یہی ملفوظات ہیں ہم نے اپنی کتاب "داتا گنج بخش رح" میں قدر تفصیل کے ساتھ ارشادات دیئے ہیں نمبر کا ان کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

- خدا کی معرفت آسان نہیں بڑی مشکل ہے خاصان خدا یہ وادی قطع کرتے ہیں
- ان ارباب حق کے لئے جو صراط مستقیم پہ گامزن ہوتے ہیں۔ اولین مقام توبہ ہے۔ یعنی رجوع الی اللہ
- اللہ کی معرفت یہ ہے کہ ہمارے دل زندہ ہوں اور ماسوا سے نفور
- ہر شخص کی قدر و قیمت کا معیار معرفت الہی ہے۔ یعنی جسے معرفت الہی حاصل نہ ہو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں
- غافلین کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ ان کی نظر اپنے محبوب پہ نہیں ہوتی۔
- انسان کی نجات دین کی اطاعت میں ہے اور اس کی تباہی اسکی خلاف ورزی میں

Marfat.com

- عمل علم کا محتاج ہے اور علم و عمل کا حاجت مند۔
- ہر کام کی ابتدا میں نیت کر لینا۔ اس کام کا حق ادا کرنا ہے۔
- جس کام میں نفسانی خواہش آ جائے اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔
- جب نفس کسی انسان کے تابع ہو جاتا ہے تو کھانا پینا بھی عبادت میں محسوب ہوتا ہے
- جو کام بھی ہوتا ہے خدا کے فضل اور اس کی عنایت سے ہوتا ہے۔ اگر کام کی بنیاد مجاہدہ پر آتی تو شیطان راندۂ درگاہ خداوندی ہر گز نہ ہوتا۔
- نفس کی خواہشات پر قابو پانا جنت کی کنجی ہے۔ نفس جتنا زیادہ کسی کے تابع ہوتا ہے اسی قدر عبادت آسان ہوتی ہے۔
- نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ طالبان حق خواہ مبتدی ہوں خواہ منتہی اس کے ذریعہ فلاح کا راستہ پاتے ہیں۔ اس کے مقامات بھی اسی کے ذریعے کھلتے ہیں
- روزہ باطنی عبادت ہے ظاہر سے اس کا کوئی علاقہ نہیں اللہ تعالےٰ کے ماسوا کوئی اس سے واقف و آگاہ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس کی جزا بہت بڑی رکھی گئی ہے (حدیث قدسی کا مضمون ہے کہ الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرے لیئے ہے اور اس کی جزا میں خود ہوں)
- زکواۃ دراصل اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکریہ ہے۔ جسم کے ہر عضو پر زکواۃ واجب ہے چاہیئے یہ کہ جسم کے سب اعضاء عبادت الٰہی میں مصروف رہیں تاکہ زکواۃ کا حق ادا ہو
- صحت، عقل، بلوغ اسلام اور استطاعت کی صورت میں ہم پر بیت اللہ شریف کا حج بھی فرض۔ اہل تحقیق کیلیئے مکہ مکرمہ کے راستے میں ہر قدم پر ایک نشانِ قدرت ظاہر ہے۔

Marfat.com

- جس کے دل میں خداوند تعالیٰ کی محبت ہو وہ اگر لوگوں سے میل جول بھی رکھے تو اس سے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔
- جو شخص صرف مخلوق کا دوست ہوتا ہے اللہ کی دوستی کی اسے ہوا بھی نہیں لگتی
- جو شخص شریروں کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ وہ خود بھی شریر ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نیک ہوتا تو نیکوں کی صحبت اختیار کرتا۔
- محبت حال ہے، حال کبھی خالی نہیں ہوتا یعنی اگر کوئی زبردستی محبت کرنا چاہیئے تو یہ چیز ناممکن ہے۔
- بوڑھوں کو چاہیئے وہ جوانوں کے جذبات کا لحاظ رکھیں اور ان کا پاس کریں اس لئے کہ ان کے گناہ بہت کم ہیں۔ اور جوانوں کو چاہیئے کہ وہ بوڑھوں کا احترام کریں۔ کیونکہ وہ اُن سے زیادہ عابد اور تجربہ کار ہوتے ہیں۔
- اتنے علوم کا سیکھنا اور پڑھنا ضروری ہے۔ جن سے اعمال درست رہ سکیں۔
- علم خواہ کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو اس کے ساتھ عمل بہت زیادہ ہونا چاہیئے۔
- صحبت کی تاثیر تمام عادتوں کو بدل دیتی ہے۔ بروں کو چاہیئے کہ وہ نیکوں کی صحبت اختیار کریں۔
- غور و فکر اور تدبیر سے دل میں پاکیزگی آتی ہے اور طہارت کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔
- آدمی جن لوگوں کی صحبت میں رہتا ہے اس پر ان کی عادات اور ان کے اطوار کا عکس پڑ جاتا ہے۔
- نافرمانی میں نافرمان کو ایک گھڑی بھر کیلئے خوشی ہوتی ہے اور فرمانبرداری

سے دائمی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

•۔ جو شخص نگاہ عبرت سے اس جہاں کو دیکھتا ہے اسے یہ جہاں عجائب خانہ معلوم ہوتا ہے۔

•۔ جب طمع سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ تو پھر ذلت بھی عزت بن جاتی ہے۔

•۔ محب اپنے تمام اوصاف کو محبوب کی محبت پر قربان کر دیتا ہے۔ گویا محبوب باقی رہتا ہے اور محب فنا ہو جاتا ہے۔

•۔ جو خدا کے دوست ہیں وہ اس کے احکام کی اتباع سے بے نیازی نہیں برتتے احکام کے ادا کرنے میں جو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا ان پر اثر نہیں پڑتا۔

•۔ جب بندہ یہ جان لے کہ اس پر اللہ تعالےٰ کے بے اندازہ احسانات ہیں۔ تو اسے شکر گذار ہونا چاہیئے۔

•۔ نفس کی مخالفت تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے۔ (اس لیئے کہ سارے گناہوں کی جڑ نفس کی پیروی ہے۔)

•۔ ناپاک کتا جب مجاہدہ کرتا ہے تو اس کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہو جاتا ہے۔ (اس سے مقصود یہ ہے کہ مجاہدہ سے آئینہ دل پر جلا آتی ہے)

•۔ جب مجاہدہ کا سبب جمال الٰہی ہوتا ہے تو مجاہدہ پر ہدایت سبقت لے جاتی ہے

•۔ ہرچند گفتگو خداوند قدوس کی ظاہری نعمت ہے۔ مگر اس کی آفات بھی بے حد بے قیاس ہیں۔ جب اہل طریقت نے یہ بات جان لی کہ بات چیت میں آفت ہے تو انہوں نے بلا ضرورت گفتگو ہی ترک کر دی۔

•۔ دوستی خدائے برتر کے لئے ہونی چاہیئے نہ کہ نفس کی خواہش کے لئے۔

Marfat.com

- تصوف اچھے اور پسندیدہ اخلاق کا نام ہے۔
- بندہ اپنے تمام احوال میں خداوند تعالےٰ کو کافی سمجھے یعنی اسکی رضا میں راضی رہے
- میرا مقصود کشف المحجوب کی تصنیف سے یہ ہے کہ جس کسی کے پاس یہ کتاب ہو اسے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ رہے۔

یہ ہے حضرت داتا گنج بخش رحؒ کے ملفوظات وارشادات کا خلاصہ ان شائقین علم تصوف کے جو ذوق مطالعہ کی دولت سے مالا مال ہیں ہمارا حقیر مشورہ یہی ہے کہ وہ بھی اپنے فرصت میں کشف المحجوب کا باستیعاب مطالعہ ضرور کریں۔ اب تو اس کے تراجم بھی عام ملتے ہیں۔ فارسی دان حضرات کو چاہیئے کہ مصنف کی زبان میں کتاب کا مطالعہ کریں ترجمہ میں وہ خوبی نہیں آسکتی جو اصل زبان میں ہے ؛

Marfat.com

حضرت میاں میرؒ

حضرت میاں میرؒ کا اسم گرامی شیخ محمد فاروقیؒ تھا۔ میاں میر اور "بالا پیر" آپ اسی لئے مشہور ہوئے کہ آپ کے عقیدت مند جہانگیر، شاہجہاں اور دارا شکوہ ایسے خاندان مغلیہ کے آفتاب و ماہتاب بھی تھے۔ اور اراکین سلطنت کو بھی آپ سے ارادت تھی۔

حضرت موصوف سیستان میں پیدا ہوئے سال پیدائش ۹۵۷ھ بتایا جاتا ہے آپ کے تین بھائی اور بھی تھے۔ قاضی بولن، قاضی عثمان اور قاضی طاہر۔ ابتدائی تعلیم حضرت میاں میرؒ نے اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت قاضی قادن سے حاصل کی تھوڑی مدت میں آپ نے مروجہ علوم وفنون میں اچھی خاصی دستگاہ حاصل کر لی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی اجازت سے سیستان کے گوشے گوشے کی خاک چھانی مقصد یہ تھا۔ کہ کسی مرشد کامل سے ملاقات ہو جائے۔ اس جستجو میں آپ کو کامیابی ہوئی ایک خضر صفت شیخ جن کا نام بھی حسن اتفاق سے شیخ خضر سیستانیؒ تھا ملے اور انہیں ایک ہی نظر میں سلسلہ قادریہ کی لڑی میں پرو دیا۔ بات صرف نسبت و بیعت ہی تک محدود نہ رہی بلکہ ایک قلیل مدت میں شیخ کامل نے اپنے مرید قابل کو فقر و سلوک کے تمام مدارج طے کرا دیئے۔ درویش کامل اور نام نہاد صوفی میں یہی فرق تو ہوتا ہے کہ ایک کے تصرف سے اسرار شہنشاہی کھلتے ہیں اور دوسرے کی تعلیم سے ماتھے پر سجدہ کا نشان پڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

وہ تیری نظر کی قیامتیں کہ لحد سے مردے نکل پڑے
یہ مری جبین نیاز ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

لاہور میں آمد عین عنفوان شباب میں جبکہ ابھی آپ کی عمر صرف ۲۸ سال تھی پیر روشن ضمیر کے حکم سے عازم لاہور ہوئے۔ لاہور میں حضرت میاں میرؒ ایسے آئے کہ پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے ساٹھ سال تک آپ کے فیوض و الطاف کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا رہا۔ سکینۃ الاولیاء میں دارا شکوہ رقمطراز ہے۔ کہ پہلے پہل میں اپنے والد ماجد شاہجہان کی معیت میں حضرت میاں میر بالا پیر کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میری طبیعت کچھ ناساز تھی حضرت میاں میر نے میرے باپ شاہجہان کی استدعا پر پانی پر دم کیا اور مجھے پلایا۔ اس کے پیتے ہی مجھے صحت ہو گئی۔ حالانکہ میری بیماری کچھ اس نوعیت کی تھی کہ اطباء بھی اس کے علاج سے مایوس ہو چکے تھے۔

ایک دفعہ جہانگیر نے ایک معتبر شاہی قاصد کی وساطت سے حضرت میاں میرؒ کو آگرہ آنے کی دعوت دی۔ حضرت وہاں پہنچے تو جہانگیر تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ حضرت میاں میرؒ نے جہانگیر کی درخواست پر پند و نصائح کا دفتر کھول دیا۔ ان کا جہانگیر پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے حضرت میاں میرؒ سے کھلے ڈلے لفظوں میں کہا کہ میرا دل چاہتا ہے۔ تخت و تاج چھوڑ کر فقیری اختیار کر لوں۔ آپ مجھے اپنی غلامی میں لے لیں اور وہ راستہ بتائیں جس پر چل کر بارگاہ ایزدی میں قرب نصیب ہوتا ہے۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا:۔

جہانگیر! تو مخلوق کی نگہداشت اور اس کے تحفظ کے لئے پیدا کیا گیا

Marfat.com

ہے تجھے چاہئے کہ تو اس فرض سے خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہو

جہانگیر حضرت کے ان کلمات سے مطمئن ہوا اور یہ عرض کی، حضرت میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمایئے۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا۔ ہاں میرے لائق ایک خدمت ہے۔ تو سہی اور وہ یہ کہ دوبارہ مجھے زحمت قدم نہ دے جہانگیر نے یقین دلایا کہ حضرت آئندہ ہرگز ایسی گستاخی نہ ہوگی۔ داراشکوہ کی روایت کے بموجب اس واقعہ کے بعد جہانگیر نے حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں عریضے ارسال کیے۔ ایک عریضہ میں جہانگیر نے فتح قندہار کے لئے دعا کی استدعا کی تھی ایک مراسلے کی عبارت یہ ہے:۔

"بعد از عرض نیاز مخلص حقیقی بہ تمام اخلاص بموقف عرض می رساند

قالبم ایں جا و جاں در کوئے دوست

خلق را ۔ کہ جاں در قالب ست

خدا آں روز آرد کہ دولت قدم بوس حاصل کنم فقط ....

(ترجمہ) عرض نیاز کے بعد آپ کا مخلص نیاز کیش پورے اخلاص کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ "میرا جسم تو یہاں ہے۔ لیکن جان دوست (آپ کے) کے کوچے میں ہے۔ لوگوں کو یہ وہم ہے کہ میرے جسم میں جان ہے (حالانکہ ایسا ہے نہیں) خدا وہ دن لائے کہ میں آپ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کروں۔ فقط

بادشاہ نامہ کا مصنف لکھتا ہے۔ کہ شاہجہاں یہ کہا کرتا تھا۔ کہ مجھے عمر میں دو کامل درویشوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان میں ایک تو حضرت میاں میرؒ ہیں اور دوسرے شیخ محمد فضل اللہ برہان پوریؒ ہیں۔ شاہجہان نے اپنے دور حکومت

ہیں حضرت میاں میرؒ سے کئی بار ملاقاتیں کی ہیں۔

دارا شکوہ لکھتے ہیں کہ ایک دن میں اور میرے والد شاہجہان حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں جا رہے تھے کہ راستے میں قبلہ عالم نے فرمایا اگر شیخ تمہارا کامل ہے تو آج ہمیں بے موسم تازہ انگور کھلائے گا۔ جب ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے کسی خادم کو حکم دیا کہ اندر سے انگور کا خوانچہ اٹھا لاؤ جسے ہم سب نے کھایا۔

حضرت میاں میرؒ کی ایک چشم دید کرامت دارا شکوہ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

حضرت میاں میرؒ ایک دن باغ میں مصروف ذکر الٰہی تھے اتفاق سے ایک قمری بھی کسی درخت کی ٹہنی پر بیٹھی ہوئی ہوحق میں مشغول تھی۔ اسی اثنا میں کوئی شکاری آنکلا اور اس نے اپنی غلیل کے ایک۔ غلے سے قمری کی جان لے لی شکاری اس خوشی میں کہ قمری پر اس کا نشانہ ٹھیک بیٹھا ہے۔ باغ میں خوشی سے ٹہلنے لگا۔ حضرت میاں میرؒ نے مجھے حکم دیا کہ اس جاں باختہ فاختہ کو اٹھا لاؤ میں نے حکم کی تعمیل کی آپ نے مردہ قمری پر دست شفا پھیرا اور وہ زندہ ہو کر اڑ گئی اور اسی طرح نغمہ زنی میں مصروف ہو گئی۔ شکاری نے آواز سن کر پھر غلہ مارنا چاہا حضرت نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا لیکا یک شکاری کے بازو میں درد اٹھا غلیل زمین پر گر پڑی اور وہ بے خودی کے عالم میں تڑپنے لگا۔ حضرت نے فرمایا، دیکھا بے زبان کو ستانے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ شکاری نے معافی طلب

Marfat.com

کی اور آئندہ کے لئے شکار سے توبہ کی حضرت نے اس کے بازو پہ دست شفا پھیرا جس سے اس کا درد کافور ہو گیا۔

سکینۃ الاولیا کا مصنف رقمطراز ہے کہ حضرت میاں میر کے خادم خاص میاں نتھا کا بیان ہے کہ حضرت رات کو بالا خانے پر شب خوابی فرماتے تھے رات کو میں آفتابہ (لوٹا) اور بادکش (پنکھا) حضرت کے بستر پر رکھ کر چلا آتا تھا۔ ایک رات میں پنکھا تو رکھ آیا۔ مگر لوٹا رکھنا یاد نہ رہا۔ آدھی رات کو خیال آیا تو اسی وقت اُٹھا اور پانی کا لوٹا لے کر حضرت کے حجرہ کا دروازہ کھولا۔ یہ دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی کہ حضرت کا بستر خالی تھا۔ آوازیں دیں کوئی جواب نہ ملا آخر چراغ جلا کر خانقاہ کا گوشہ گوشہ چھان مارا مگر حضرت میاں میرؒ کہیں نہیں ملے مجبوراً میں اپنی جگہ پہ آ کر لیٹ رہا لیکن نیند کسے آتے پڑا ہوا کروٹیں بدلتا رہا میں اسی ٹوہ میں تھا۔ کہ حضرت کس راستے سے اور کس وقت تشریف لاتے ہیں۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ رات گذر گئی۔ اور حضرت نے اپنے حجرہ سے آواز دی "پانی لاؤ" میں پانی لے گیا۔ اور ساتھ ہی رات کی سرگذشت بھی کہہ سنائی حضرت نے پہلے تو انکشاف راز کرنے سے انکار فرمایا۔ لیکن پھر اصرار پر فرمایا کہ ہم رات کو غار حرا میں عبادت الٰہی کرتے ہیں۔ اس سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ اور جگہ کی عبادت یکسالہ اور وہاں کی عبادت یک ساعت برابر ہوتی ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی تمنا ہے تو دیکھ ان کو

کہ ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

شاہجہان کی بیٹی دارا شکوہ کی ہمشیرہ، نادرہ بیگم پہلے پہل ۹ سال کی عمر میں حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور برابر دو سال تک نماز ظہر کے لئے وضو کراتی

Marfat.com

رہی۔ جب اس کی عمر گیارہ سال ہوئی۔ تو حضرت میاں میرؒ نے اس سے فرمایا کہ بیٹی! اب تو جوان ہو گئی ہے۔ وضو کرانے نہ آیا کر۔ اس بات سے نادرہ بیگم کو سخت صدمہ ہوا۔ اور یہ خیال آیا کہ خدا جانے مجھ سے کیا خطا سرزد ہو گی ہے کہ حضرت نے مجھے اس خدمت سے سبکدوش فرما دیا ہے۔ اس شہزادی نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی "اے باری تعالےٰ! اس جینے سے مرنا ہی بہتر ہے مجھے پردہ پوش کر دے۔ اس نیک بخت شہزادی کی دعا مقبول ہوئی اور صبح سے پہلے ہی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ حضرت میاں میرؒ کو خبر ہوئی تو فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دارا شکوہ نے اپنی ہمشیرہ کو ایک بارہ دری مقبرہ میں دفن کیا۔ اور اس کے پاس ہی ایک تالاب بنوایا۔ زمانہ کی گردش سے بارہ دری اور تالاب دونوں کی صورتیں قدر ناشناسی کا گلہ کر رہی ہیں ؎

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

خزینۃ الاصفیا اور تحقیقات چشتی میں حضرت میاں میرؒ کی بہت سی کرامتیں درج ہیں۔ ہم ان میں سے چند پر اکتفا کرتے ہیں:۔

کچھ اور کرامات

مہاراجہ رنجیت سنگھ پر دربار امرتسر کی آرائش کا سودا سوار تھا۔ اس نے یہ کیا کہ شاہی مسجد، مقبرہ جہانگیر، مقبرہ آصف جاہ، مقبرہ نواب علی مردان، مقبرہ زیب النساء مخفی، مقبرہ نور جہاں اور مختلف شاہی عمارات سے سنگ مرمر، سنگ ابری، سنگ سرخ سنگ سیاہ وغیرہ اکھڑوا کر امرتسر بھیجے۔ جب مقبرہ حضرت میاں میرؒ کی باری

Marfat.com

آئی تو مہاراجہ بہ نفس نفیس میاں میرؒ آیا جب اس نے مقبرہ میں کھڑے ہو کر بیلداروں کو پتھر اکھاڑنے کا حکم دیا تو بہی خواہان دولت نے سمجھایا کہ حضرت میاں میرؒ بادشاہوں کے پیر تھے۔ آپ بھی بادشاہ ہیں۔ ان کے ساتھ گستاخی سے نہ پیش آئیں۔ مہاراجہ نے کچھ پرواہ نہ کی غرض جب وہ پتھر اکھاڑنے کا حکم دے کر روضہ سے باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہوا تو خدا کی قدرت سے گھوڑا بے لگام ہو کر بے قابو ہو گیا۔ یہاں تک کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جیسا شہ زور سوار بے قابو ہو کر زمین پر گر پڑا اسی وقت حضرت کے مقبرہ پر گیا۔ اور اپنی گستاخی و بے ادبی کی معافی چاہی پانچ سو روپیہ کی نذر چڑھائی مقبرہ کی سفیدی کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی مجاوروں کو بہت سی معافیاں اور جاگیریں دیں۔

ایک دن حضرت میاں میرؒ دریائے راوی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک کالا ناگ نمودار ہوا۔ اور آپ کے سامنے پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا اس کی زبان حرکت میں تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ جیسے وہ باتیں کر رہا ہے اس کے بعد اس مارسیاہ نے تین بار حضرت میاں میر کا طواف کیا۔ اور جہاں سے آیا تھا۔ وہیں واپس چلا گیا۔ حاضرین نے دریافت کیا کہ حضرت یہ سانپ کیا کہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سانپ مجھ سے یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میں نے یہ عہد کیا تھا۔ کہ جب میں آپ کو دیکھوں گا۔ تو تین بار آپ کے گرد طواف کروں گا۔ چنانچہ میں نے اسے اجازت دیدی اور یہ طواف کرنے کے بعد چلا گیا۔

کوئی شخص حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں اپنا گونگا لڑکا لے کر حاضر ہوا اور دعا کے لئے درخواست کی حضرت میاں میرؒ نے گونگے لڑکے سے کہا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ، لڑکے نے بسم اللہ پڑھی اور پھر کیا تھا۔ کہ اس کی زبان قینچی کی طرح چلنے لگی کچھ ہی دنوں بعد آپ کی دعا سے وہ لڑکا حافظ قرآن بھی ہو گیا۔

ایک دن حضرت میاں میرؒ نے اپنے ایک خادم کو اپنا وہ رومال مرحمت فرمایا جس سے وضو کے بعد آپ اپنے ہاتھ منہ صاف کرتے تھے اور یہ فرمایا کہ تیرے بچوں میں سے کوئی بیمار ہو یا اس پر آسیب کا اثر ہو تو یہ رومال اس کے سر سے لپیٹ دیا کرنا اللہ تعالٰے اس کی برکت سے اسے فوراً شفا عطا فرما دے گا۔ اس خادم نے ایسا ہی کیا۔ جہاں کوئی بچہ بیمار ہوتا، رومال اس کے سر سے لپیٹ دیتا۔ فوراً اسے شفا ہو جاتی دوسرے مریضوں پر بھی اس کا تجربہ کیا گیا۔ انہیں بھی شفا ہوئی

ایک روز حضرت میاں میرؒ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے سرو کے درخت سے دریافت کیا۔ کہ تجھے بارگاہ الٰہی سے کس ذکر کی تلقین کی گئی ہے۔ سرو نے جواب دیا حضرت میں اسمائے حسنیٰ میں سے یا نافع کی تسبیح، پڑھتا ہوں۔

ایک دن ایک سر اور پاؤں سے ننگا مغل حاضر خدمت تھا۔ اس کے جسم پر سوائے ایک تہہ بند کے اور کچھ نہ تھا۔ اس کے بیٹھے ہوئے ایک شخص آیا اور اس نے حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں ۲۵ روپیہ کا نذرانہ پیش کیا۔ حضرت میاں میرؒ نے اپنے معمول اور اپنی عادت کے خلاف یہ نذرانہ قبول کر لیا۔ اس مغل کی جو واقعی امداد کا مستحق تھا۔ نذرانہ کی رقم دے کر فرمایا کہ اس رقم سے گھوڑا خرید کر لینا اور فلاں شہزادہ کے پاس جانا وہاں تجھے نوکری مل جائے گی۔ اس موقعہ پر ایک اور لالچی فقیر موجود تھا۔ اسے اس بخشش سے ملال ہوا، بولا حضرت

Marfat.com

یہ رقم تو درگاہ کے سب فقیروں کے حصہ میں آنی چاہیئے تھی آپ نے یہ کیا کیا کہ ایک غیر مستحق مغل کو ساری کی ساری رقم پکڑا دی۔ غرض اس نے بہت کچھ اول فول بکا اور بڑبڑاتا ہوا۔ باہر چلا گیا۔ حضرت میاں میرؒ نے حاضرین سے کہا کہ اس لالچی فقیر کی کمر سے ایک ہمیانی بندھی ہوتی ہے اور اس میں ۱۲۲ کے قریب درہم ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اسے اپنے استحقاق کا خیال ہے۔ میں نے اس کی سرزنش کے لئے خدا سے یہ چاہا ہے۔ کہ اس کی ہمیانی گم ہو جائے اور یہ بھی اس کی محبت میں جان دے۔ ہمیانی میں جو رقم ہے۔ وہ بھی تلف ہو جائے گی۔ اور اس کی شامت میں دو جانیں اور ضائع ہونگی۔ ہوا یہ کہ دو دن کے بعد یہ لالچی فقیر غسل خانہ میں غسل کے لئے گیا۔ غسل کے بعد اس نے اپنی گدڑی تو پہن لی۔ لیکن ہمیانی اٹھانی بھول گیا۔ جب یہ فقیر حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مسکراتے ہوئے اس فقیر سے کہا، اطمینان سے اپنی کمر کی پیٹی کھول کر بیٹھو اس فقیر نے اپنی کمر ٹٹولی تو پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ ہمیانی غائب تھی۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ حضرت میاں میر نے دریافت کیا کہاں چلے اس نے بوکھلاہٹ میں جواب دیا غسلخانہ میں کچھ بھول آیا ہوں اسے لینے جاتا ہوں جب یہ فقیر غسل خانہ میں پہنچا تو اس نے اپنی ہمیانی ادھر ادھر بہت ڈھونڈی لیکن کہیں نہ ملی روتا۔ دھوتا۔ اور چیخیں مارتا ہوا۔ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا اور لگا منت وسماجت کرنے جو بے ادبی کی تھی۔ اس کی معافی بھی مانگی حضرت میاں میر خاموش رہے۔ آپ نے زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ دن بھر اس فقیر کا برا حال رہا یہاں تک کہ اسے خون کے دست آنے لگے۔ دم لبوں پہ آگیا۔ تو حضرت میاں میرؒ کو اس کے حال پر ترس آیا آپ نے فرمایا جا دریا کے کنارے ایک

Marfat.com

بڑی کشتی کھونٹے سے بندھی ملے گی۔ اس کشتی میں تیری ملاقات ایک فقیر سے ہوگی اسکے پاس تیری ہمیانی ہے، لے آ۔ یہ فقیر دریا پر پہنچا، تو کشتی بھی ملی اور اس میں ایک فقیر بھی بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس لالچی فقیر نے اپنے دل میں سوچا کہ کشتی میں جو فقیر بیٹھا ہے، یہ کوئی مزدور ہو سکتا ہے یا کوئی پلے دار بھلا اس کے پاس میری ہمیانی کہاں ہوگی۔ یہ ابھی اس حیص بیص میں تھا۔ کہ اس فقیر نے کشتی میں بیٹھے بیٹھے سر اٹھایا اور کہا۔ کہ میں واقعی پلے دار ہوں۔ لیکن تیری ہمیانی میرے ہی پاس ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تجھے حضرت میاں میرؒ نے میرے پاس بھیجا ہے۔ آ اور اپنی ہمیانی لے لے۔ یہ لالچی فقیر نزدیک پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت ہمیانیاں کشتی میں اس پلے دار کے پاس پڑی ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی ہمیانی پہچان کر اٹھالی۔ اور درہم گنے تو پورے ۱۲۲ تھے۔ واپس آیا۔ تو حضرت میاں میرؒ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ سے رخصت ہوا۔ خون کے دستوں سے اس پر جو ضعف طاری ہو چکا تھا۔ وہ ہمیانی کی بازیابی کی خوشی سے بھی رفع نہ ہو سکا۔ رات کو بستر پر لیٹا تو ضعف ونقاہت کے باعث اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ اس کی موت کے بعد وہ ہمیانی اس لالچی فقیر کے دو خادموں کے حصے میں آئی ایک تیسرا شخص بھی ان کا ہمراز تھا۔ اس نے ان دونوں کی کھانے میں زہر دیدیا لیکن یہ بات چھپ نہ سکی حاکم وقت کے حکم سے اس جرم میں اسے بھی تہ تیغ کر دیا گیا۔ یہ ہمیانی آخر کار خزانہ شاہی میں داخل کی گئی۔

جن ایام میں شہنشاہ جہانگیر کشمیر میں تھا۔ بعض شر پسند لوگوں نے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شیخ حسام الدینؒ کے خلاف جہانگیر کے کان بھرے اور

Marfat.com

نہ معلوم کیا کیا ان کے خلاف الزامات تراشے ۔ جہانگیر نے یہ احکام جاری کر دیئے۔ کہ شیخ عبدالحق ؒ اور شیخ حسام الدین ؒ دونوں فوراً کشمیر پہونچیں اور شیخ نورالحق پسر شیخ عبدالحق ؒ کابل کی راہ لے جب شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ دہلی سے لاہور پہنچے تو حد درجہ ذہنی تشویش کے عالم میں آپ حضرت میاں میر ؒ سے ملے اور صورت حال سے آپ کو مطلع کیا۔ حضرت میاں میر ؒ نے سب کچھ سن کر فرمایا کہ کچھ بھی نہیں ہو گا۔ نہ تمہیں کشمیر جانا پڑے گا۔ اور نہ تمہارے بیٹے کو کابل شیخ حسام الدین بھی دہلی ہی میں رہیں گے۔ آپ سب دہلی میں خوش و خرم اور با اطمینان رہیں۔ ابھی چار دن نہیں گذرے تھے۔ کہ جہانگیر کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کی نعش دفن کے لیئے لاہور لائی گئی اس واقعہ کے بعد تینوں مطمئن ہو گئے ۔

گفتۂ او گفتہ اللہ بود ۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

لاہور کے امرا میں سے کسی نے اپنی حویلی میں کنواں کھدوایا، سوء اتفاق سے کنویں کا پانی کھاری نکلا۔ اس سے اس بات سے بڑی تشویش ہوئی سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں سوجھی کہ ایک کوزہ میں اس کنویں کا کھاری پانی لے گئی حضرت میاں میر ؒ کی خدمت اقدس میں پہونچا اور صورت حال بیان کی۔ حضرت میاں میر ؒ نے اس کوزہ پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کی اور خود بھی اس میں سے کچھ پانی نوش کیا اس کے بعد فرمایا کہ یہ پانی کنویں میں ڈال دینا۔ اس امیر نے ایسا ہی کیا۔ کوزہ کا پانی ڈالنا تھا۔ کہ کنویں کا پانی خوش ذائقہ ہو گیا۔

نقل ہے کہ لشکر اسلام قلعہ کانگڑہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ لیکن فتح نصیب نہیں ہوئی تھی۔ آخر ایک افسر نے جو حضرت میاں میر ؒ کا مرید تھا۔ قلعہ کی فتح کے لیئے ایک

Marfat.com

عریضہ حضرت کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے اسی عریضہ کی پشت پر یہ جواب تحریر کیا کہ:

"انشاء اللہ قلعہ تیرے ہاتھوں فتح ہوگا۔

چنانچہ چار دن کے بعد قلعہ فتح ہوگیا۔

اولیاء را ہست قدرت از اللہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ ترجمۃ

نقل ہے کہ آپ کے ایک مرید محمد فاضل کے لخت جگر کا انتقال ہوگیا، بیچارہ کو حد درجہ صدمہ ہوا۔ کیونکہ اس کے اندھیرے گھر کا یہی ایک چراغ تھا حضرت میاں میرؒ نے اسے صبر کی تلقین کی اور فرمایا۔ کہ تیری بیوی حاملہ ہے۔ انشاء اللہ تیرے ایک لڑکا ہوگا۔ محمد فاضل کو بیوی کے حاملہ ہونے کا سان گمان بھی نہ تھا گھر آیا۔ تو حقیقت کا انکشاف ہوا غرض مدت مقررہ کے بعد پسر تولد ہوا۔ حضرت میاں میرؒ نے اس کا نام افضل تجویز کیا۔ اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ تیری قسمت میں لڑکی تھی میں نے تین بار اللہ تعالےٰ سے تولد پسر کی دعا کی چنانچہ قبول ہوئی۔ یہ لڑکا اسی دعا کی قبولیت کا ثمر ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص کی کنیز امانت کی کافی رقم جو اس شخص کے پاس جمع تھی۔ لیکر فرار ہوگئی۔ اس بیچارہ نے بڑی دوڑ دھوپ کی لیکن کہیں اس کا سراغ نہ ملا۔ مجبور ہوکر حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ تیری کنیز تیرے گھر موجود ہے، جا اور اس سے زر امانت لے لے۔ یہ شخص گھر پہنچا تو دیکھا کہ کنیز موجود ہے۔ اس شخص نے کنیز سے حقیقت حال دریافت

Marfat.com

کی تو اس نے کہا کہ میں کافی دوری کے فاصلہ پر تھی اچانک ایک شخص نے میرا بازو پکڑا اور مجھے یہاں پہنچا دیا میں خود اس واقعہ سے حیرت میں ہوں کہ میں نے اتنی دور کا فاصلہ اتنی جلد کیسے طے کر لیا۔

نقل ہے کہ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں ملا سنگی روستاقیؒ جو بڑے عالم و فاضل تھے۔ ہر وقت حاضر باش رہنے اور ان کی صحبت سے فیوض و برکات حاصل کرنے انہیں حضرت میاں میرؒ کے پاس رہتے ہوئے ایک مدت ہو گئی تھی۔ ایک دن باتوں باتوں میں حضرت میاں میرؒ نے ان سے کہا کہ آپ فوراً اپنے وطن روستاق۔ واپس جائیں اور اپنے اہل و عیال کی خبر لیں۔ اگرچہ ملا سنگیؒ کو جدائی کسی قیمت پر گوارا نہ تھی۔ لیکن محض حضرت کے حکم کی تعمیل میں آپ نے وطن کے لئے قصد سفر کیا۔ منزلیں مارتے ہوئے بدخشاں پہنچے اور دن ڈھلے روستاق کی حدود میں داخل ہوگئے۔ اپنے گھر کے نزدیک پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں۔ کہ وہاں لوگوں کا ایک ہجوم ہے اور شمعیں جل رہی ہیں۔ کھانے کی دیگیں بھی چڑھی ہوئی دیکھیں۔ آپ نے کسی شخص سے صورت حال دریافت کی اس نے کہا کہ یہ گھر ملا سنگی کا ہے۔ وہ بائیس سال سے ہندوستان میں تھے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ان کی وفات کی خبر موصول ہوئی ہے ایام عدت کے بعد آج ان کی بیوی کا کسی اور شخص سے عقد کا اہتمام ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں نکاح کی رسم ادا ہوگی۔ ملا سنگی نے یہ بات سنی تو حضرت میاں میرؒ کے مقام کشف و شہود کے تصور سے ان پر بے خودی کا عالم طاری ہوگیا۔ اسی اثناء میں ملا سنگی کے اعزہ و اقربا نے انہیں دیکھا تو اردگرد جمع ہوگئے اور خوشی خوشی۔ انہیں گھر میں لے گئے بیگانوں کا یہ ہجوم منتشر ہوا۔ ملا سنگی کچھ عرصہ تک اپنے

Marfat.com

اہل وعیال کے ہمراہ رہے۔ بعد میں اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا بندوبست کرکے پھر حضرت میاں کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ابھی انہوں نے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا تھا کہ حضرت میاں میرؒ نے ارشاد فرمایا: ملّا! اگر رستاق پہنچنے میں ایک دو گھڑی کی بھی تاخیر ہو جاتی تو کتنی گڑبڑ مچتی۔ ملا شکی نے حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اور دل وجان سے شکریہ ادا کیا۔

ایک روز حضرت میاں میرؒ اپنے مرید وخلیفہ ملا شاہؒ کی معیت میں قبرستان تشریف لے گئے۔ ایک قبر کے پاس دونوں پیر ومرید ذکر وفکر میں مشغول ہو گئے حضرت ملا شاہ نے کشف قبور کی قوت سے کام لیتے ہوئے صاحب قبر کا حال دریافت کیا اور اپنے مرشد سے عرض کی کہ یا حضرت! صاحب قبر یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے عنفوان شباب میں رحلت کی ہے مجھ پر ایک ناشائستہ فعل کی پاداش میں عذاب ہو رہا ہے۔ اب آپ حضرات کی تشریف آوری سے مجھے یہ امید ہو چکی ہے کہ شاید مجھ پر خدا کا فضل وکرم ہو جائے۔ حضرت میاں میرؒ نے حضرت ملا شاہؒ سے کہا کہ اس صاحب قبر سے یہ دریافت کرو کہ تم پر جو عذاب ہو رہا ہے وہ ہمارے کس عمل سے رفع ہو سکتا ہے۔ حضرت ملا شاہؒ پھر صاحب قبر کی جانب متوجہ ہوئے اور حقیقت حال دریافت کی بعد ازاں اس مرید بامراد نے اپنے مرشد کامل کو یہ اطلاع دی کہ صاحب قبر یہ کہتا ہے کہ اگر ستر ہزار بار کوئی نیک بخت کلمہ طیبہ کا ثواب میری روح کی نذر کرے تو عذاب فی القبر رفع ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت میاں میرؒ نے اپنے تمام خادموں مریدوں اور دوستوں کو جمع کیا اور یہ فرمایا کہ آپ سب مل کر کلمہ طیبہ پڑھیں۔ سب نے آپ کے ارشاد کی

Marfat.com

تھیں، کی جب تعداد ستر ہزار تک پہنچی تو حضرت ملا شاہؒ نے اپنے مرشد کامل حضرت میاں میرؒ کو مژدہ سنایا کہ صاحب قبر کہتا ہے کلمہ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے، اب مجھ پر کوئی عذاب نہیں ہو رہا ہے۔

حضرت میاں میرؒ کی بیعت کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ صاحب تحقیقات چشتی رقمطراز ہے کہ اپنی والدہ سے کسب فیض کے بعد حضرت میاں میرؒ شیخ کامل کی جستجو میں سرگرداں رہنے لگے۔ سوستان کا گوشہ گوشہ آپ نے چھان مارا ایک دن کیا دیکھتے ہیں کہ جنگل میں ایک گرم تنور ہے۔ جس کا منہ پتھروں سے ڈھکا ہوا ہے اس جنگل میں نہ کوئی آدم تھا۔ نہ آدم زاد۔ آپ نے سوچا کہ ہو نہ ہو۔ یہاں کوئی درویش رہتا ہے۔ تین دن مسلسل آپ اس انتظار میں رہے کہ دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظہور میں آیا تھا۔ چوتھے دن آپ نے دیکھا کہ ایک درویش کامل رونق افروز ہیں حضرت میاں میرؒ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ مجھے بھی اپنے غلاموں کے زمرہ میں شامل فرما لیجئے۔ ان کی درخواست شیخ کامل کی بارگاہ میں قبول ہوئی۔ حضرت شیخ خضرؒ صرف ایک تہبند میں ملبوس رہتے باقی تمام جسم برہنہ رہتا۔ آپ کا معمول یہ تھا۔ کہ موسم سرما میں گرم تنور میں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور جب گرما کا موسم آتا تو تنور کے متصل ایک تختہ سنگ پر ذکر و شغل فرماتے۔ حضرت میاں میرؒ چند سال اس شیخ کامل کی صحبت میں رہے۔ اس صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا خرمن پہلے ہی جمع تھا ضرورت برق سوزاں کی تھی سو یہ بھی پوری ہو گئی۔

جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ کر کے تو

آہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کے لئے

حضرت شیخ خضری سیستانی کی توجہ سے حضرت میاں میر ؒ نے برسوں کی منزلیں دنوں میں طے کرلیں۔ مرشد کامل نے یہ دیکھا کہ مرید باصفا رشد و ہدایت کے مقام پر فائز ہو چکا ہے تو حکم دیا کہ میاں لاہور جاؤ، وہاں تمہاری ضرورت ہے غرض آپ لاہور آئے اور اس شان سے اپنی قطبیت کے جھنڈے گاڑے کہ عوام تو عوام سلاطین وقت نے بھی آپ کی قدم بوسی کی۔

جہاں نواب بھی ہے آمادۂ قدم بوسی

خم آستان نبی پر سر نیاز تو ہے...

جوانی سے لے کر بڑھاپے تک آپ کے معمولات میں فرق نہیں آیا۔ تمام شب بیدار رہتے۔ حبس نفس کا یہ عالم تھا کہ ایک یا دو دم میں پوری رات گذر جاتی اسی سال کی عمر میں ضعف کے سبب آپ نے اپنے نفس کے ساتھ یہ رعایت کی تھی کہ بجائے ایک یا دو دم کے چار دموں میں شب بسری ہوتی تھی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک سوداگر اپنے پسر کے ہمراہ حاضر خدمت ہوا سوداگر نے یہ عرض کی کہ یا حضرت! میں نے رقم کثیر دے کر اپنے بیٹے کو بغرض تجارت بھیجا تھا یہ لڑکا واپس آیا اور اس نے بیان کیا کہ تمام رقم ڈاکوؤں نے لوٹ لی حیران ہوں۔ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ حضرت میاں میر ؒ نے پوری سرگذشت سنی تو اس سوداگر کے لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ لڑکے تو نے اپنے باپ سے جھوٹ کیوں بولا کیا تو نے وہ رقم فلاں مقبرہ کی دیوار کے نیچے دفن نہیں کی جا اپنے باپ کے ہمراہ اور وہ رقم وہاں سے نکال لا۔ وہ لڑکا یہ سنکر حضرت میاں میر ؒ کے قدموں پر گر پڑا اور معافی مانگی

Marfat.com

بعد ازاں اپنے باپ کے ہمراہ اس مقام پر پہنچا۔ جہاں اس نے رقم دفن کی تھی۔ جگہ کھود کر رقم نکالی اور باپ کے حوالے کی۔

حضرت میاں میرؒ کو پیران پیر دستگیر حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے اتنی عقیدت تھی کہ کبھی ان کا نام بے وضو نہیں لیتے تھے اور آپ کی نسبت غوث الثقلین سے اتنی قوی تھی۔ کہ ایک نظر میں اپنے مریدوں کو مقامات و منازل طے کرا دیتے تھے ساٹھ سال تک آپ کا آفتاب ولایت لاہور میں اپنی روپہلی کرنیں بکھیرتا رہا۔ لاتعداد اشخاص آپ کے فیض صحبت سے ولایت و قطبیت کے مقام پر فائز ہوئے۔

وصال

حضرت میاں میرؒ کا وصال ۱۰۴۵ھ میں ہوا۔ جس حجرہ میں آپ نے جان، جان آفریں کو سونپی محلہ قاضی پورہ میں تھا۔ جہاں آج اس کی جگہ پنجاب یونیورسٹی اور سررشتہ تعلیم کی عمارتیں اور کچھ دوکانیں ہیں۔ جو اس سڑک کی حد میں پھیلی گئی ہیں۔ جو پرانی انارکلی کو نئی انارکلی سے ملاتی ہے۔ یہ حجرہ آج بھی موجود ہے اور ایک صاحب مسمی جہانگیر اس کے متولی ہیں۔ وسط آبادی میں محصور ہونے کے باعث یہاں لوگ کم آتے جاتے ہیں۔ حضرت میاں میرؒ نے ۱۰۷ برس کی عمر پائی۔ آپ کے خواہرزادہ محمد شریف کے اس مختصر کی رو سے جو وہ اپنے ہمراہ سیستان سے لائے تھے۔ حضرت کی عمر ۸۸ سال ثابت ہوتی اور شاید یہی درست ہے۔ چونکہ حضرت میاں میرؒ کی وصیت یہ تھی کہ ہمیں، وہاں دفن کرنا جہاں میاں نتھا اور ہمارے دوسرے یار غم خوار مدفون ہیں۔ آپ نے اپنے مریدوں کو دوست، یار اور رفیق کہا کرتے تھے لہٰذا یہ چیز آپ کے کمال تواضع کی دلیل ہے، اس لئے آپ کا جنازہ محلہ گنج پورہ (جسے آج آپ کے نام کی نسبت سے میاں میر ہی کہتے ہیں) نہایت تزک و احتشام سے لیجایا گیا

Marfat.com

اور وہیں آپ کی نعش سپرد خاک کی گئی۔ جنازہ کے ہمراہ حاکم وقت اور اعیان مملکت اور عمائد شہر تھے۔ دارا شکوہ ان ایام میں اکبر آباد تھے۔ خبر وحشت اثر سنتے ہی لاہور پہنچے اور پھر ان کے اہتمام سے مزار کی تعمیر عمل میں آئی۔ جہاں آج حضرت میاں میرؒ کا مزار ہے بڑی بارونق جگہ ہے۔ یہاں سال کے سال شاندار عرس ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ وفات سے ایک روز قبل نواب وزیر خاں بانی مسجد وزیر خاں حاکم لاہور آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں یہ عرض کی کہ میں آپ کے علاج معالجہ کے لئے ایک طبیب حاذق کو اپنے ہمراہ لایا ہوں کیا حکم ہے! حضرت میاں میرؒ نے فرمایا۔

دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

حضرت کی وفات کے دن اکثر اشخاص کی زبان پر یہ اشعار تھے:۔

دردا کہ پاک باز جہاں از جہاں برفت — پاک آنچناں کہ بود برفت آنچناں برفت
غم شد محیط مرکز عالم زہر کراں — کاں مرکز و محیط کرم از میاں برفت

دارا شکوہ سکینۃ الاولیاء میں رقمطراز ہے کہ حضرت کے انتقال کے وقت میں اکبر آباد میں تھا۔ مجھے خواب میں واقعہ کی اطلاع تو پہلے ہی ہو گئی تھی۔ چار دن کے بعد اس خواب کی تصدیق ہو گئی۔ جب لاہور سے وفات کی خبر وحشت اثر پہنچی (حضرت ملا فتح اللہ) نے آپ کی تاریخ وفات کہی (جو آج بھی روضہ مبارک پر تحریر ہے)

میاں میر سر دفتر عارفاں — کہ خاک درش رشک اکسیر شد
سفر جانب شہر عباد ید کرد — از اں جنت آباد دیگر شد
خرد بہر سال وصالش نوشت — بہ فردوس والا میاں میر شد

Marfat.com

مولف خزینۃ الاصفیا نے ولادت و وفات دونوں کی تاریخیں اشعار میں نکالی ہیں۔

میر دنیا و دین میاں میر ست   واقف راز و محرم اسرار ۹۵۷ھ

ہست میسر بہشت تولیدش ۹۵۷ھ   ہم میاں میر چشمہ انوار

بندہ مقتدا میاں میر ست   سال تولید آں شہ ابرار

باز فرمود شیخ والا جاہ   عقل تولید او بعد اکرار

ہادی صدق میر اشرف خواں   وصل آں شاہ زبدۃ الاخیار

نیز فیاض حق ولی آمد ۱۰۴۵ھ   ہم میاں میر دستگیر ابے یاد ۱۰۴۵ھ

اقبالؒ کے فارسی اشعار

مثنوی اسرار و رموز میں اقبال نے حضرت میاں میرؒ سے متعلق ایک واقعہ نظم کیا ہے اس واقعہ کی تقریب یہ موضوع ہے کہ مسلمان کی زندگی کا نصب العین اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور وہ جہاد جو تسخیر ممالک کی نیت سے کیا جائے اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اس موضوع پہ اقبال رقمطراز ہے :-

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ   عشق را ناموس و نام و ننگ دہ

(ترجمہ) قلب پہ صبغۃ اللہ کا صقیل ہونا چاہئے۔ عشق کی آبرو اسی میں ہے۔ اور اسی میں اس کی لاج ہے۔ اس سلسلہ میں جتنی بھی کوشش کی جائے تھوڑی ہے۔

طبع مسلم از محبت قاہر است   مسلم ار عاشق نباشد کافر است

تابع حق دیدنش نادیدنش   خوردنش نوشیدنش خوابیدنش

در رضایش مرضی حق گم شود   ایں سخن کے باور مردم شود

خیمہ در میدان الا اللہ زدست   در جہاں شاہد علی الناس آمدست

شاہد حالش نبی انس و جان | شاہد صادق ترین شاہداں
قال را بگذار و باب حال زن | نور حق بر ظلمت اعمال زن
در قبائے خسروی درویش زی | دیدہ بیدار و خدا اندیش زی
قرب حق از ہر عمل مقصود دار | تا ز تو گردد جلالش آشکار
صلح شر گردد چو مقصود ست غیر | گر خدا باشد غرض جنگ است خیر
گر نہ گردد حق ز تیغ ما بلند | جنگ باشد قوم را نا ارجمند

(ترجمہ) عشق کی بدولت قدرت مسلمان کو کفر پر غلبہ عطا کرتی ہے۔ جس مسلمان کے اندر عشق نہیں اس میں اور ایک کافر میں کوئی فرق نہیں۔ مسلمان وہ ہے جس کا دیکھنا نہ دیکھنا، کھانا پینا اور سونا خدا کی خوشنودی کے لیئے اور اس کی اطاعت کی غرض سے ہو۔ ایسے مسلمان سے خدا راضی ہوتا اور اس کی ہر بات منظور کرتا ہے۔ گویا اس کی مرضی خدا کی مرضی ہو جاتی ہے۔ حقیقت نا آشنا لوگ یہ بات نہیں سمجھتے اور نہ انہیں یقین آتا ہے۔ یہ مسلمان وہ ہیں جنہوں نے میدان فنا اللہ میں اپنے خیمے نصب کیئے ہیں اور یہ وہ ہیں جن کے وجود توحید و رسالت کی شہادت دیتے رہے ہیں۔ خود نبی کریم صلعم نے ایسے ارباب حق کے ایمان کی شہادت دی ہے۔ بھلا اس سے بڑی اور کس کی شہادت ہو سکتی ہے۔ صادق المصدوق کی شہادت کے بعد شہادت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اے مسلمان اب تجھے چاہیئے کہ زبانی جمع خرچ اور چرب زبانی سے باز آ۔ حال کے دروازہ پر دستک دے۔ تیرے اعمال کی تاریک گھٹائیں نور حق کی تابانیوں سے چھٹ سکتی ہیں۔ حق کے دامن میں پناہ لے۔ لباس شاہی بھی تیرے زیب تن ہو تو پھر درویشی کی خو بو تیرے اندر ہونی چاہیئے۔ زندگی

Marfat.com

اس شان سے بسر کر کہ تیرے قلب و نظر کے دریچے کھلے ہوئے ہوں اور خدا کی یاد سے تجھے واسطہ ہو۔ تیرے ہر عمل کا مقصود قرب الٰہی ہونا چاہیئے۔ اگر تو اس اصول پہ کاربند ہو جائے تو تیرا وجود جلال کبریائی کا مظہر ہو سکتا ہے۔ اگر مقصد درست نہیں ہے تو صلح و آشتی میں بھی شر و فساد کے جراثیم راہ پا جاتے ہیں اور اگر مقصود خدا کی خوشنودی ہے تو پھر جنگ و جدل اس خیر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہمارے جہاد اور ہماری شمشیر زنی سے حق کی سربلندی مقصود نہیں ہے تو ایسا جہاد اور ایسی جنگ نامبارک ثابت ہوتی ہے اور اسے کبھی بنظر استحسان نہیں دیکھا جا سکتا۔

حضرت شیخ میاں میر ولی — ہر خفی از نور جان او جلی
بر طریق مصطفیٰ محکم پئے — نغمۂ عشق و محبت را نئے
تربتش ایمان خاک شہر ما — مشعل نور ہدایت بہر ما
بر در او جبہ فرسا آسمان — از مریدانش شہ ہندوستان
شاہ تخم حرص در دل کاشتے — قصد تسخیر ممالک داشتے
از ہوس آتش بجاں افروختے — تیغ را ہل من مزید آموختے
در دکن ہنگامہ ہا بسیار بود — لشکرش در عرصۂ پیکار بود۔

(ترجمہ) درویش کامل حضرت شیخ میاں میرؒ ایسے بلند پایہ شیخ تھے کہ آپ کے روحانی کمالات کی تجلیات نے وہ اسرار سربستہ فاش کر دیئے تھے۔ جن کی عقدہ کشائی سے خرد قاصر رہ جاتی ہے۔ آپ کی سیرت آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی آپ کے ساز دل سے عشق و محبت کے نغمے ابلتے رہتے تھے۔ آپ کے مزار عالیہ سے ہمارے شہر لاہور کی سوئی ہوئی قسمت جاگ

Marfat.com

اٹھی ہے۔ آپ کی تربیت گویا لاہور کے لئے نسخہ فلاح دارین ہے۔ لسے زیادہ مناسب الفاظ میں مشعل نور ہدایت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ آسمان اس خندم کے آستانہ پر جبیں فرسا ہے اور کیوں نہ ہو ہندوستان کا بادشاہ آپ کے مریدوں اور عقیدت کیشوں میں تھا۔ بادشاہ کے دل میں یہ خواہش ہوئی۔ کہ کسی طرح دوسرے ممالک کو بھی اپنے زیر نگیں لائے۔ تسخیر ممالک کا جذبہ بادشاہ پر اتنا غالب تھا۔ کہ کسی کروٹ اُسے چین نہ تھا۔ دکن میں ہنگامے برپا تھے۔ اور وہاں اس کی فوج مرہٹوں کی سرکوبی کر رہی تھی۔

رفت پیش شیخ گردوں پایۂ تا بگیرد از دعا سرمایۂ
مسلم از دنیا سوئے حق رم کند از دعا تدبیر را محکم کند
تا مریدے سگ دیسیں بدست لب کشود و مہر خاموشی شکست
شیخ از گفتار شاہ خاموش ماند بزم درویشاں سراپا گوش ماند
گفت ایں نذر حقیر از من پذیر اے ز حق آوارگاں را دستگیر
غوطہ بازند در خوئے محنت تنم تا گہر زد در بیجے را دامنم
گفت شیخ ایں زر حق سلطان ماست آنکہ در پیراہن شاہی گداست
حکمراں مہر و ماہ و انجم است شاہ ما مفلس ترین مردم است
دیدہ بر خوان اجانب دوخت است آتش جوع ہمانے سوخت است
قحط و طاعون تابع شمشیر او عالمے ویرانہ از تعمیر او
خلق در فریاد از ناداریش از تہیدستی ضعیف آزاریش
سطوتش اہل جہاں را دشمن است نوع انسان کاروان او رہزن است

Marfat.com

از خیال خود فریب و فکر خام — می کند تاراج را تسخیر عالم

عسکر شاہی و افواج غنیم — ہر دو از شمشیر جوع او دو نیم

آتش جان گدا جوع گداست — جوع سلطان ملک و ملت را فناست

ہر کہ خنجر بہر غیر اللہ کشید — تیغ او در سینۂ او آرمید

(ترجمہ) بادشاہ شیخ گردوں وقار حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس حاضری کا مقصد یہ تھا۔ کہ آپ سے فتح و نصرت کی دعا کا طالب ہو۔ یہ عجیب ایک سودا ہے۔ جسکی طلب سلاطین کو کشاں کشاں فقراء کے آستانے پر لے آتی ہے ایک دنیادار سلطان کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ تو وہ ارباب حق کی جانب رجوع کرتا ہے .... اور ان کی دعا سے اپنی تدبیر کی بنیادیں استوار کرتا ہے۔ حضرت میاں میرؒ نے بادشاہ کی عرضداشت سنی لیکن زبان سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا حاضرین اس سوچ میں تھے۔ کہ دیکھیں حضرت کیا جواب مرحمت فرماتے ہیں اور سب کے سب ہمہ تن گوش بنے ہوئے تھے۔ اس اثناء میں ایک مرید قدم بوس ہوا۔ اور اس نے کچھ چاندی کے سکے نذر کرنے چاہے۔ اور ساتھ ہی یہ عرض کی کہ حضرت آپ کے طفیل گم کردگان راہ کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ خدارا یہ حقیر نذر قبول فرمالیں یہ میرے گاڑھے پسینے کی کمائی ہے۔ دن رات میں نے محنت مزدوری کی ہے تب کہیں یہ سکے مجھے میسر آسکے ہیں۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ یہ مال تو ہمارے سلطان کا حق ہے۔ سلطان شاہی لباس میں بھی خوئے گدائی رکھتا ہے۔ مہر و ماہ و انجم پر اس کی حکمرانی ہے۔ لیکن پھر بھی ہمارا بادشاہ مفلس ترین انسان ہے سارے مفلسوں سے گیا گزرا اسکی بھوکی نگاہیں غیروں کے دسترخوان پر لگی ہوتی ہیں تسخیر ممالک کی بھوک

سے اس کا برا حال ہے۔ رعیت کا امن و سکون اس نے خطرہ میں ڈال رکھا ہے اس کی شمشیر زنی اور اس کی جنگ جوئی کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہیں۔ اور طرح طرح کی وبائی بیماریوں نے انہیں شکنجے میں لیا ہوا ہے۔ وہ فنا کی تخریب میں اپنی تعمیر کا راز مضمر سمجھتا ہے۔ اس کی نادانی سے مخلوق آہ و زاری میں مبتلا ہے اس کی تہی دستی نے اسے زیر دست آزاری اور ظلم و ستم پر آمادہ کر رکھا ہے۔ اس کی سطوت شاہی اہل جہاں کے لئے امن کا پیغام نہیں بلکہ کھلی دشمنی ہے۔ مخلوق اگر کارواں ہے تو یہ سلطان راہزن ہے۔ جو دن دہاڑے راہ بات مارتا ہے۔ یہ سلطان خود فریبی اور خام خیالی میں گرفتار ہے۔ قتل و غارت کو اس نے تسخیر ممالک سے تعبیر کیا ہے۔ شاہی لشکر اور دشمن کی فوجوں میں جو معرکہ جدال و قتال گرم ہے اور جس میں مخلوق خدا کی جانیں تلف ہو رہی ہیں سلطان کی جوع الارض کا نتیجہ ہے۔ گداگر کی بھوک گداگر کے تنور شکم کو شعلہ زن رکھتی ہے۔ جبکہ بادشاہ کی بھوک ملک و ملت کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ جو سلطان غیر اللہ کے لئے یعنی کسی نامبارک مقصد کے پیش نظر تلوار اٹھاتا ہے۔ اسکی تلوار خود اس کی ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔

سکھوں کے گوردوارہ کا سنگ بنیاد

مشہور ہے کہ امرتسر میں سکھوں کے گوردوارہ کا سنگ بنیاد بھی سکھوں کی استدعا پر حضرت میاں میرؒ نے رکھا تھا اگر یہ واقعہ درست ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ کے معتقد صرف مسلمان ہی نہیں۔ بلکہ ہندو اور سکھ بھی تھے۔ کسی بزرگ کی عظمت کی روشن دلیل اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اس کی ذات سے بلا لحاظ رنگ و نسل اور بلا تمیز مذہب و ملت تمام بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچے۔

دل مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو کس طرف کو ہے
جوشش جہاد کا فسردہ دیندار دیکھ کر

حضرت ملا شاہؒ

حضرت ملا شاہؒ بدخشاں سے لاہور تشریف لائے تھے اور ایک عالم بے بدل اور فاضل اجل شخص تھے لاہور میں آپ کی آمد ۱۰۲۳ھ میں ہوئی حضرت میاں میرؒ کے دست حق پرست پر آپ نے بیعت کی تھی آپ نے اپنی پوری زندگی عالم تجرید و تفرید میں گزاری۔ اپنے پیشوا حضرت میاں میرؒ کی طرح آپ بھی ازدواجی زندگی کی الجھنوں میں نہیں پھنسے شاہ جہاں کا خلف الصدق دارا شکوہ جیسے فقرا سے بڑی عقیدت تھی حضرت ملا شاہؒ کا مرید تھا۔ حضرت ملا شاہؒ شروع شروع میں گرمیوں کا موسم کشمیر میں اور سردیوں کا موسم لاہور میں بسر کرتے تھے۔ بعد اپنے پیر و مرشد کے حسب الارشاد ہر موسم میں خواہ سرما ہو خواہ گرما لاہور میں رہنے لگے۔ آپ کا وصال ۱۰۷۲ھ میں ہوا آپ کا مزار بھی حضرت میاں میرؒ کے مزار عالیہ کے قریب ہے۔ حضرت ملا شاہؒ کے حالات کا کچھ حصہ ہم حضرت میاں میرؒ کے تذکرہ میں بھی درج کر چکے ہیں۔ حضرت ملا شاہؒ شاعر بھی تھے آپ کی شاعری دنیا کی بے ثباتی اور حق طلبی کے موضوعات پر مبنی تھی۔ آپ کے دو شعر یہ ہیں۔

اے بندپائے عقل بر دل ہشدار | وے دوختہ چشم پائے در گل ہشدار
عزم سفر مغرب و رو با مشرق | اے رو بپشت بمنزل ہشدار

حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ

المعروف بہ میاں کلاں یا میاں وڈا رحمۃ اللہ علیہ

دریائے چناب کے کنارے موضع چیمہ میں کھوکھر قوم کا خاندان آباد تھا اس خاندان میں شیخ فتح اللہ بن عبداللہ کے یہاں ۹۹۵ھ میں حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ نے آنکھیں کھولیں۔ آپ کے والد شیخ فتح اللہ بن عبداللہ خاں نے کچھ دنوں کے بعد اس موضع چیمہ کی سکونت تبدیل کی اور موضع لنگر مخدوم میں آباد ہو گئے۔ اس موضع میں سلسلہ سہروردیہ کے ایک شیخ کامل مخدوم عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سکونت پذیر تھے۔ اور غالباً انہی کے نام کی نسبت سے یہ موضع لنگر مخدوم کہلاتا تھا۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ کو ان کے والد ماجد نے پانچ سال کی عمر میں حضرت مخدوم کی تحویل میں دیدیا۔ حضرت مخدوم نے پہلی نظر ہی میں بھانپ لیا کہ خورد سالی کا سعادت آثار ہے۔ اور کسی نہ کسی دن اس کی قسمت میں درویشی ہے چنانچہ خصوصیت کے ساتھ حضرت مخدوم نے اس نونہال کی تربیت پر توجہ صرف کی۔ حضرت مخدوم کی شفقت کا یہ عالم تھا۔ کہ اس نوخیز پر ہر لحظہ نظر رہتی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تربیت میں بڑی دشواریاں پیش آتیں۔

بلا کچھ سوچے سمجھے ایک ہو جاتی ہیں دو روحیں
محبت اتحاد ناگہاں معلوم ہوتی ہے

کھوکھر قوم کے اس چشم و چراغ نے ابھی زندگی کی بارہ بہاریں دیکھی۔

Marfat.com

تھیں۔ کہ حضرت مخدوم نے خانقاہ کے درویشوں کی خدمت پر اسے مامور کیا۔ اس نونہال کا کام یہ تھا۔ کہ چکی پیستا اور پسے ہوئے آٹے سے لنگر میں درویشوں کے لئے روٹیاں پکتیں۔ ایک دن مقررہ وقت پہ باورچی خانہ میں آٹا نہیں پہنچا تو مخدوم کے حکم سے ایک درویش اس جگہ پہنچے جہاں چکی پہ آٹا پستا تھا۔ درویش کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ شیخ محمد اسمٰعیل رح خود تو مراقبہ میں مشغول ہیں اور چکی از خود چل رہی ہے۔ اس عجیب واقعہ کی اطلاع حضرت مخدوم کو دی گئی تو حضرت مخدوم خود وہاں پہنچے اور اپنے مرید کو اس حال میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہیں خوشی نہ ہوتی تو پھر اور کسے ہوتی۔ انہیں خواب تمنا کی تعبیر کھلی آنکھوں نظر آرہی تھی ؂

یہ صدا آئی جو پہنچا کوئی ساحل کے قریب

بحر جس موج کو چاہے اسے طوفان کر دے

حضرت مخدوم بلند مقام درویش تھے۔ آپ نے اپنے مرید باصفا کے سکون مراقبہ میں خلل اندازی مناسب نہیں سمجھی انہیں اس بے خودی و وارفتگی کے عالم میں رہنے دیا۔ اور دیگر مریدین کو بھی ہدایت کر دی کہ وہ اس کیف وسرور کے عالم میں ان کی بدمزگی کا باعث نہ بنیں۔ غرض حضرت مخدوم اور مریدین آئے بھی اور چلے بھی گئے۔ لیکن حضرت شیخ محمد اسمٰعیل رح کی خود فراموشی کا طلسم نہ ٹوٹا۔ خود ہی تھوڑی دیر کے بعد مراقبہ سے سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں۔ تو انہیں تاخیر کا احساس ہوا۔ فوراً آٹا تو مطبخ میں پہنچایا۔ اور خود حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضری دی حضرت مخدوم نے ان سے کہا کہ میاں اسمٰعیل! اب تم چکی نہ پیسا کرو اس سے

Marfat.com

تمہارے اوراد و اشغال میں فرق آتا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے مرشد کی ہدایت کے بموجب منازل سلوک طے کرنے لگے اور کچھ عرصہ بعد بحکم مرشد کامل موضع لنگر مخدوم سے دس کوس کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے ایک شیشم کے درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ اس مقام پر آپ سے تقریباً ۱۴۰ افراد نے کسب فیض کیا اور منازل سلوک کی تکمیل کی۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیل رح کی عمر پنتالیس سال کے قریب تھی کہ آپ اشارہ غیبی کے ماتحت عازم لاہور ہوئے۔ محلہ تیلی پورہ میں جہاں آج بھی آپ کا مزار ہے آپ نے قیام کیا۔ آپ نے شروع شروع میں چالیس دن تک حضرت مخدوم سید علی ہجویری رح کے مزار پر اعتکاف کیا۔ محلہ تیلی پورہ کے قریب محلہ گنج پورہ میں ایک پرانی مسجد تھی۔ اس مسجد میں ایک ہندو جوگی رہا کرتا تھا۔ چونکہ جوگی باکمال تھا۔ اس لئے کسی کو یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ اسے وہاں سے اٹھائے۔ جب شیخ محمد اسمٰعیل رح پہنچے تو آپ نے جوگی سے مسجد کی واگذاری کی درخواست کی۔ جوگی نے یہ جواب دیا کہ مسجد کو تھبساگنس ہو گیا ہے۔ اگر میں یہاں سے ہٹوں گا۔ تو مسجد بھی میرے ساتھ چل دے گی۔ یہ کہہ کر وہ مسجد سے چلا تو مسجد میں جنبش پیدا ہوئی۔ حضرت میاں اسمٰعیل رح نے اپنا عصا مسجد کی دیوار پر مارا اور فرمایا کہ ساکن شو، وٹھہر جا، مسجد ٹھہر گئی اور وہ جنبش بھی ختم ہو گئی۔ جوگی نے یہ کرامت دیکھی تو چپکے سے کان دبا کر چل دیا اور اسی میں اس کی خیر تھی۔ اگر کہیں وہ حضرت سے ٹکر لیتا تو اس پر نہ جانے کیا گذرتی۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیل رح نے اسی مسجد کو اپنی خانقاہ بنایا اور یہیں آپ کی

Marfat.com

اشد و ہدایت کے چشمے پھوٹے۔ مصنف تذکرۃ العلماء والمشائخ کا بیان ہے کہ یہ مدرسہ درس میاں وڈا کے نام سے ساڑھے تین سو سال بعد آج بھی جاری ہے یہاں اندھے اور اپاہج تعلیم قرآن پاتے ہیں اور ان کے کل اخراجات کی کفالت خانقاہ کے ذمہ ہے خزینۃ الاصفیا کے مصنف کا بیان ہے کہ شاہجہان کی دایہ نے اس مسجد کی از سر نو تعمیر کرائی تھی۔

درس قرآن کریم حضرت میاں کا خاص شغل تھا۔ جسے آپ خود قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پانچ چھ ماہ میں حافظ قرآن ہو جاتا تھا۔ اسی سلسلہ میں ایک کرامت بھی مشہور ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ عرض کی کہ میری بیوی حافظ قرآن ہے۔ اور میں امی محض کہ حرف آشنا تک بھی نہیں ہوں۔ میری بیوی مجھے وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے روکتی اور یہ کہتی ہے کہ میں کلام اللہ کی بے حرمتی گوارا نہیں کر سکتی۔ حضرت میاں وڈا نے اس شخص سے کہا کہ تم چھ ماہ یہاں رہو قرآن شریف حفظ ہو جانے گا۔ اس شخص نے نہایت عاجزی سے یہ بات عرض کی کہ میں اتنے عرصہ تک آپ کے یہاں حاضر باش نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا تو کل صبح ہمارے ساتھ نماز پڑھنا اور دائیں جانب کھڑے ہو جانا۔ چنانچہ نماز فجر کے بعد جب حضرت میاں نے سلام پھیرا تو جتنے اشخاص دائیں جانب تھے۔ حافظ قرآن ہو گئے اور جو بائیں جانب تھے۔ وہ ناظرہ خواں۔

حضرت میاں محمد اسمٰعیل رح فرمایا کرتے تھے کہ ہماری خاک قبر سے بھی قرآن کا فیض جاری رہے گا۔ صاحب خزینۃ الاصفیا کا بیان ہے۔ کہ آپ کا یہ ارشاد درست ثابت ہوا۔ چنانچہ آپ کے بعد آپ کے برادر یک جدی شیخ محمد صالح نے پچپن سال

Marfat.com

پھر حافظ محمودؒ ۲۲ سال بعد ازاں حافظ منیر الدینؒ نے پنتیس سال، حافظ شرف الدینؒ نے ساٹھ سال تک حفظ قرآن و علوم قرآن کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخری مدرس حافظ شرف الدینؒ کی وفات ۱۲۷۲ھ میں ہوئی ان کے بعد ان کے فرزند ارجمند حافظ احمد الدینؒ اس دو صد سالہ دینی خدمت کو عزم و استقلال کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔

حضرت میاں وڈا کے خلفاء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہے۔ ان مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں۔(۱) شیخ محمد صالح (۲) شیخ محمد ہاشم (۳) شیخ عبدالحمید (۴) عبدالکریم قصوری (۵) اخوند محمد عثمان (۶) اخوند محمد عمر (۷) امانت خاں (۸) حافظ عبداللہ (۹) حافظ محمد فاضل (۱۰) حافظ اللہ بخش (۱۱) حافظ محمد حسین (۱۲) حافظ فتح محمد (۱۳) مولوی تیمور لاہوری (۱۴) میاں جان محمد لاہوری (۱۵) جان محمد ثانی متوفی ۱۱۲۰ھ

یہ جملہ خلفاء باکمال درویش ہوئے ہیں۔ ان سے سلسلے بھی چلے ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ بھی ان کی مساعی جمیلہ سے جاری رہا ہے۔

حضرت حامد قادریؒ جن کی خانقاہ مقبرہ نواب علی مردان خاں کے پاس ہے اپنے استاد حافظ تیمور کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت میاں وڈاؒ ایام طفلی میں استاد سے سبق پڑھ رہے تھے۔ لفظ مزبور استاد زبر سے پڑھاتا اور آپ زیر سے پڑھتے تھے استاد نے جب اپنے معمول کے مطابق قیلولہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ان کے شاگرد کو محفوظ کے قریب لے گیا ہے۔ جہاں انہوں نے وہ لفظ اسی طرح مرقوم دیکھا جیسا کہ حضرت میاں وڈا

Marfat.com

کہہ رہے تھے۔ استاد نے جب یہ حالت دیکھی تو حضرت میاں وڈا کے والدین کو بلا کر پوری سرگذشت سنائی اور یہ بشارت دی کہ یہ لڑکا صاحب کمال ہوگا اسے تعلیم دینے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اس کو کسی کامل استاد کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے حضرت مخدوم عبدالکریم سہروردیؒ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

حضرت میاں وڈاؒ کے حقیقی بھائی تین اور تھے۔ یہ بھی حضرت میاں وڈا کی طرح تمام عمر مجرد اور تارک دنیا رہے ان کے ایک بھائی کا نام محمد خلیلؒ تھا۔ یہ بھی صاحب باطن تھے۔ ان کی قبر موضع چھنی واچک سیالکوٹ میں ہے اور زیارت گاہ مخلوق ہے۔ دوسرے بھائی کا نام محمد ابراہیم تھا۔ ان کی قبر بھی اپنے بھائی خلیلؒ کے قریب ہے۔ تیسرے بھائی محمد حسین تھے۔ ان کی قبر گورستان بھیاں میں بتائی جاتی ہے۔

حضرت میاں وڈاؒ نے ۵ شوال ۱۰۸۵ھ میں وصال فرمایا آپ کی خانقاہ کے جنوبی دروازہ پر یہ قطعہ تاریخ لکھا ہوا ہے ؎

شنو تاریخ آں دریائے معنی	کہ عمرش گشت در عشق خدا صرف
دل و جاں کرد قربان الٰہی	کہ اسمٰعیل ثانی بود بے حرف

جب عالمگیر اورنگ زیب تخت نشین ہوئے تو انہوں نے بہت سی زمین اور کئی چاہ اس مزار کے نام وگذار کر دیئے تھے۔

حضرت میاں وڈا کے مزار پر آج بھی فیض کا باڑا بٹتا ہے۔ راقم الحروف اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہے کہ اس مزار کی مٹی اور آس پاس کے درختوں کے پتے حافظے کے لئے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں ؎

Marfat.com

قلت شوق سمجھ باعث ناکامی شوق

تو ہی اس جلوۂ بسیار کے قابل نہ رہا

حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ کے والد ماجد میاں فتح اللہؒ بھی بلند پایہ درویش تھے ظاہری و باطنی علوم میں اچھی خاصی دستگاہ رکھتے تھے۔ ان کا مزار موضع چھٹہ میں ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

تاریخ لاہور (انگریزی) کے مصنف جج محمد لطیف کا بیان ہے کہ حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ نے اپنے مدرسہ کی بنیاد سنہ ۱۰۰۴ھ میں بعہد شہنشاہ جلال الدین اکبر رکھی تھی اور ان کا وصال عالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں ہوا۔ گویا خاندان مغلیہ کے چار سلاطین آپ کے دور ولایت میں حکمراں رہے ہیں۔ حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ کا شجرۂ طریقت یہ ہے:

شیخ محمد اسمٰعیلؒ (مرید) مخدوم عبدالکریم سہروردی (مرید) مخدوم طیب (مرید) مخدوم برہان الدین (مرید) مخدوم حسام الدین (مرید) مخدوم بہاؤ الدین ذکریا ملتانی (مرید) شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (مرید) شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب (مرید) شیخ وجیہ الدین (مرید) شیخ محمدؒ (مرید) شیخ احمد (مرید) ممشاد علو دینوریؒ (مرید) ابوالقاسم جنید بغدادیؒ (مرید) شیخ سری سقطیؒ (مرید) خواجہ معروف کرخیؒ (مرید) شیخ داؤد طائیؒ (مرید) شیخ حبیب عجمیؒ (مرید) خواجہ حسن بصریؒ مرید شاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ اس شجرہ کی رو سے سلسلہ سہروردیہ کی ۱۹ ویں کڑی ہیں گویا ۱۹ واسطوں سے آپ کی نسبت شاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے

Marfat.com

قائم ہوتی ہے۔ حدیث قرآن کے جو علوم شیخ محمد اسمٰعیلؒ کے سینے میں پوشیدہ تھے۔ یہ دراصل فیض تھا۔ باب العلم کا۔

خلفاء جیسا کہ ہم نے شروع میں تحریر کیا ہے۔ حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ کے خلفا باکمال درویش گذرے ہیں۔ ان میں ایک میاں جان محمدؒ بھی تھے۔ رہنے والے تو یہ موضع خواجہ سعید منڈوی شہزادہ پہ دیز کے تھے۔ گنج پورہ میں میاں وڈا کے ایک خادم میاں عبدالحمید کی خدمت میں رہتے تھے۔ ایک دن میاں عبدالحمید اپنے ہمراہ میاں جان محمد کو بھی میاں وڈا کی خدمت میں لائے اس برخوردار سعادت آثار کو دیکھ کر میاں وڈا نے فرمایا! میاں صاحبزادے! اگر اللہ تعالےٰ تمہیں دولت علم وفضل سے نوازے تو ہمیں بھی اس سے محروم نہ رکھنا۔ میاں جان محمد ادب سے خاموش رہے۔ اس پر میاں عبدالحمید نے کہا! میاں صاحبزادے، کہہ کیوں نہیں دیتے، اگر اللہ تعالےٰ کی مجھ پر نوازش ہوئیں۔ تو میں ضرور آپ کو بھی ان سے بہرہ یاب ہونے کا موقعہ دوں گا۔ میاں وڈا نے میاں جان محمد کے سر پر دست شفقت پھیرا اور کچھ دعائیں دیں۔ جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ ان کے علم میں ترقی ہونے لگی۔ میاں عبدالحمید نے یہ دیکھ کر کہ صاحبزادہ میں حصول علم کی بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ میاں جان محمد کو اپنے استاد میاں تیمور کے حلقۂ درس میں شامل کر دیا۔ جہاں تھوڑی سی مدت میں انہوں نے فقہ و حدیث کے اسرار وغوامض پر عبور پالیا۔ میاں تیمور نے مسند درس وتدریس اپنے اس لائق و فائق شاگرد کو سونپ دی اور یہ اجازت دی کہ آئندہ وہ ان کی قائم مقامی کے فرائض سرانجام دیں۔ میاں جان محمد نے اس شرط پر یہ منصب قبول کیا کہ

Marfat.com

استاد محترم بھی درس و تدریس کے وقت موجود رہا کریں ۔ تاکہ اگر ان سے کوئی غلطی ہو تو اس کی اصلاح ساتھ کے ساتھ ہوتی رہے ۔ شفیق استاد نے اپنے لائق شاگرد کی یہ شرط مان لی ۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ حضرت میاں وڈا گنج پورہ میں مصروف یاد الٰہی تھے انہیں خیال آیا کہ میاں جان محمد نے ایام طالب علمی میں ہم سے جو عہد کیا تھا ۔ وہ انہوں نے شاید فراموش کر دیا ۔ اس خیال کا عکس میاں جان محمد کے قلب پر پڑا وہ بھی اس وقت یاد الٰہی میں مشغول تھے ۔ فوراً حاضر خدمت ہوئے اور دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر عرض کی ، بندہ حاضر ہے ۔ حضرت میاں وڈا نے دروازہ کھول دیا ۔ میاں جان محمد حجرہ میں داخل ہوئے تو دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اس معانقہ سے میاں جان محمد کے بہت سے مقامات کھل گئے ۔ بعد ازاں حضرت میاں وڈا نے فرمایا ، وہ اقرار بھی تو پورا کرو ۔ میاں جان محمد نے عرض کیا حضرت بندہ حاضر ہے ۔ آپ نے ہفتہ میں دو دن مقرر فرمائے کہ ان دنوں میں آکر ہمیں جو کچھ پڑھا ہے پڑھا جایا کرو ۔ میاں جان محمد اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں ۔ کہ بعض ایسے لاینحل عقدے جو میرے استاد محترم حضرت میاں تیمور سے بھی حل نہیں ہوتے تھے وہ حضرت میاں وڈا کے فیض صحبت سے حل ہو گئے ۔

ان دنوں پرویز آباد اور گنج پورہ کے درمیان ایک جلالی درویش کی نشست تھی ۔ اس درویش کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی صاحب کمال فقیر ادھر سے گذرتا تو وہ با آواز بلند اللہ غنی کا نعرہ بلند کرتا جب وہ فقیر اس طرف دیکھتا ۔ تو وہ جلالی درویش آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس فقیر کی روحانیت سلب کر لیتا ۔ ایک روز

Marfat.com

میاں جان محمد کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ جب یہ تہی دامن ہو کر حضرت میاں
وڈا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ انہیں اپنے ہمراہ لے کر اس جلالی درویش
کے پاس پہنچے اور یہ کہا کہ

بھائی بھاگی دولت پہ فخر کرنا درویش کے لئے لازم نہیں ہے۔ اس
بیچارہ کا سرمایہ حیات واپس کر دو۔

اس جلالی درویش نے آپ کے لحاظ سے سلب کی ہوئی روحانیت تو
واپس کر دی۔ لیکن۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہا کہ یہ دولت لیجا لیکن یہ یاد رکھ کہ ایک
تو تیرے اولاد نہیں ہوگی۔ اور دوسرے تیری قبر ایک جگہ سے اکھڑ کر دوسری ج
بنے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پہلے یہ ان کی قبر تھوڑی چھوڑ تھی۔ لیکن بعد میں اکھ
حکم سے ان کا مزار حضرت میاں وڈا کے مزار کے غربی گوشے میں بنا۔

شیخ محمد صالح رح

شیخ محمد صالح رح بھی حضرت میاں وڈا رح کے باکمال خلفا میں سے
انہوں نے حضرت وڈا رح کے فضل و کمال کا چرچا سنا تو زیارت کا
چرایا۔ ابھی یہ راستے ہی میں تھے کہ حضرت میاں وڈا پر ایک عجیب کیفیت
تھی مسجد سے بار بار اٹھ کر باہر آتے۔ لوگوں نے پوچھا، حضرت کیا بات ہے۔ تو
پر آپ نے فرمایا۔ کہ آج ہماری جائداد کا وارث آ رہا ہے۔ چنانچہ ایک دو ساعت
شیخ محمد صالح رح نمودار ہوئے۔ حضرت میاں وڈا رح نے انہیں تھوڑی سی مدت میں ظ
باطنی علوم سے مالا مال کیا۔ جب شیخ محمد صالح رح، شیخ کامل کی خصوصی توجہ سے کشف
کی منزل میں پہنچے تو ان کی شادی کا اہتمام کیا گیا۔ اتفاق کی بات کہ بیوی سے
نہیں ہوئی حضرت میاں وڈا رح نے دوسری شادی کرائی۔ اس بیوی کی عمر سے

کی حضرت وڈا نے منسیری شادی کی فکر کی تو یہ بولے اے حضرت میں غریب و مفلس ہوں۔ آپ میری منسیری شادی کس سے کراتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اس سے غرض یہ ہے کہ اولاد ہو اگر اولاد ہوئی تو گزر بسر کی کیا سبیل ہوگی۔ حضرت میاں وڈا نے فرمایا اس کا تجھے کیا غم ہے۔ تو ہماری قبر سے جدا نہ ہونا تجھے رزق کے لئے در در کی نہیں پھرنی پڑے گی۔ بلکہ تیری اولاد میں سے جو بھی کوئی سجادہ نشین ہوگا۔ تو وہ بھی توٹے میں نہیں رہے گا۔ حضرت میاں وڈا کی یہ زندہ کرامت ہے کہ ان کے سجادہ نشین ہمیشہ خوشحال رہے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ درویش کامل کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بشر مندہ معنی نہ ہوتے۔ دیکھنے میں تو یہ درویش عاجز مسکین نظر آتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی نگاہیں تقدیر کا ممات بدل دیتی ہیں ے

بے نوائی پہ نہ جا میری کہ فیض عشق سے

ماہ و پرویں ہیں مرے دست غبار آلود میں

کرامتیں

یوں تو ہم نے اوپر بھی کچھ کرامتیں درج کی ہیں۔ یہاں کچھ اور کرامتیں اس لئے نقل کی جاتی ہیں تاکہ اس تذکرہ کا کوئی گوشہ خالی نہ رہ جائے۔

جب شیخ عبد الکریم سہروردی نے حضرت میاں وڈا کو چکی پیسنے کی خدمت سے سبکدوش کیا۔ تو حضرت میاں بولے، یا حضرت کچھ تو خدمت بتائیے اس پر ان کے ذمہ یہ خدمت مقرر ہوئی کہ تمام دن تحصیل علوم اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرو اور صرف دو وقت ہمارے مویشیوں کا دودھ دوہ کر ہمارے یہاں پہنچایا کرو حضرت میاں وڈا نہایت پابندی کے ساتھ یہ فرض بجا لاتے رہے۔ حضرت مخدوم کے

Marfat.com

ہمایوں نے یہ نقشہ دیکھا تو انہوں نے ان سے فرمائش کی کہ ہمارے یہاں کا دودھ بھی آپ دودھ لایا کریں۔ آپ نے بخوشی یہ ذمہ داری بھی قبول کرلی۔ ہوتا یہ تھا کہ آپ دودھ کے تمام برتن ایک بڑے سے تھال میں رکھ کر سر پہ اٹھا لایا کرتے تھے۔ ایک روز کی بات کہ حضرت مخدوم بالاخانہ پہ رونق افروز تھے۔ آپ نے دیکھا کہ میاں وڈا کے سر سے کچھ بلندی پر دودھ کے برتنوں کا تھال سایہ کرتا ہوا چلا آرہا ہے۔ اس کرامت سے حضرت مخدوم کو یقین کامل ہوگیا۔ کہ ان کے مرید کی چشم بصیرت وا ہوگئی ہے۔ اور ان کی ولایت میں کوئی کور کسر باقی نہیں رہی غرض انہیں حضرت مخدوم نے طلب کیا اور فرمایا کہ اب تمہارے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کامل و اکمل درویش ہوگئے ہو کہیں دور جاکر رشد و ہدایت کا بازار آراستہ کرو تاکہ طالبان راہ مولے آئیں اور تم سے فیض یاب ہوں۔ آپ نے ہر چند حاضر باشی پہ اصرار کیا حضرت مخدوم نے ان کی ایک نہیں سنی اور حکماً انکی مرضی و منشا کے مطابق انہیں دریائے چناب کے کنارے شیشم کے ایک درخت کے نیچے جاکر بیٹھنے اور مخلوق خدا کو راہ مولا دکھانے کی تلقین کی۔

عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا
وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا

دریائے چناب کے کنارے شیشم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ابھی وہ تین دن ہی ہوئے تھے کہ حضرت میاں وڈا کی خدمت میں چند طالب علم آئے اور انہوں نے آپ کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد شاگردوں کی تعداد ایک سو چالیس تک پہنچ گئی۔ سوء اتفاق سے قحط سالی کا بھیانک دور

Marfat.com

شروع ہوا اور تو اور ان طالبان علم دین بھی پر بھی فاقے گذرنے لگے۔ ایک دن ایک ضعیفہ ایک روٹی لے کر حضرت میاں وڈا کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت نے روٹی لے کر اس طالب علم کو جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ عنایت کی۔ اس طالب علم نے اپنے ساتھی کو دیدی۔ اس ساتھی نے کسی اور کے حوالے کی غرض یہ روٹی ایک سو چالیس طالب علموں کے پاس گھوم پھر کر پھر حضرت میاں وڈا کے ہاتھوں میں پہنچی۔ حضرت میاں وڈا اپنے شاگرد کے اس ایثار سے بہت خوش وقت ہوئے اور بولے اگر تم سب کو ایک دوسرے سے اتنا تعلق خاطر پیدا ہو گیا ہے۔ تو بلا شک و شبہ تمہارا دامن دنیا کی آلودگیوں سے پاک ہو چکا ہے۔ اب اگر تم چاہو تو پرندوں کی طرح فضائے آسمان میں پرواز کر سکتے ہو۔ اس گفتگو کے دوران آپ پر حالت طاری ہو گئی۔ اور اسی عالم میں آپ نے فرمایا، تم سب کے سب اُڑ جاؤ یہ سنتے ہی ان کے اندر قوت پرواز آگئی اور وہ سب اُڑ گئے اور جہاں جہاں انہیں رشد و ہدایت کے دریا بہانے تھے جا پہنچے ایک طالب علم جس کا نام محمد فاضل تھا۔ جب اُڑنے کو تھا۔ تو حضرت میاں وڈا نے اس کی ٹانگ میں عصا کی ضرب رسید کرتے ہوئے کہا محمد فاضل تم کہاں چلا تو ہمارے پاس رہ، عصا کی ضرب سے یہ شاگرد گر پڑا۔ لیکن اسی عالم میں کہ اس پاؤں میں لنگ آگیا۔ شیشم کے نیچے آج جو آبادی ہے۔ اس موضع لنگے اسی محمد فاضل کی نسبت سے کہتے ہیں۔ میاں محمد فاضل لنگے کی قبر آج بھی وہاں ہے۔ اور زیارت گاہ خلق ہے۔ ٹھیک کہا ہے کسی عارف نے ؎

تا سند طیراں در فضائے عالم قدس

Marfat.com

بشرطِ آنکہ پسپری میان نامِ خدا

شروع شروع میں حضرت میاں وڈا جب دریا کے کنارے جہاں بوہڑ موضع لنگے آباد ہوا، پہنچے تو وہاں آپ نے ایک مسجد دیکھی جس کی چھت کا شہتیر شکستہ تھا۔ آپ نے اس خیال سے کہ مسجد منہدم نہ ہو جائے یہ تدبیر سوچی کہ شکستہ شہتیر نکال کر اس کی جگہ نیا اور مضبوط شہتیر ڈالا جائے۔ غرض اس مقصد کے لئے ایک مضبوط اور وزنی شہتیر دستیاب کیا گیا۔ اب سوال یہ تھا۔ کہ ٹوٹے ہوئے شہتیر کو نکالیں کس طرح کیونکہ یہ بھی کافی بوجھل تھا۔ پھر یہ بھی خیال تھا کہ نیچے سے لیجا کر اتنی بلندی پہ ایک شہتیر کس طرح نصب کیا جائے۔ بہتیرے لوگوں نے زور آزمائی کی لیکن یہ مہم سر نہ ہو سکی آخر حضرت میاں وڈا اٹھے، آپ نے پہلے تو اپنے عصا کی ضرب سے شکستہ شہتیر چھت سے جدا کیا پھر یکبارگی نیا شہتیر اٹھایا اور چھت میں نصب کر دیا۔ اس واقعہ سے لوگوں پہ یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ حضرت میاں وڈا نرے درویش ہی نہیں ہیں، بلکہ آپ کے دست و بازو میں قوت حیدری بھی ہے۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولے

ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی

حضرت میاں وڈا کے بھائی میاں خلیل جو عازم حج ہوئے ابھی ملتان ہی پہنچے تھے۔ کہ حضرت میاں وڈا کو خیال آیا۔ کہ میرے بھائی پہ ہمہ وقت محویت و استغراق کا عالم طاری رہتا ہے۔ اس لئے یہ مناسب نہیں کہ تنہا حج کے لئے جائے چنانچہ آپ نے اپنی باطنی توجہ سے میاں خلیل کو اپنی جانب کھینچا۔ میاں خلیل ملتان کی ایک مسجد میں فروکش تھے۔ بھائی کی توجہ کا عکس پڑا تو مسجد سے مخاطب ہو کر کہا

Marfat.com

مسجد! تو بھی چل، یہاں اکیلی کیا کرے گی۔ یہ سننا تھی کہ مسجد کے بام و در میں جنبش ہوئی۔ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ملتان کے زہاد و عباد نے اس مسجد کو روکنے کے لیے اپنی پوری قوت صرف کر دی لیکن بات نہ بنی۔ ایک باکمال درویش کو صورت حال کی اطلاع ہوئی تو اس نے مراقبہ کیا۔ دیکھا کہ حضرت میاں وڈا الجذبی توجہ فرما رہے ہیں۔ اس درویش نے حالت مراقبہ ہی میں حضرت میاں وڈا سے درخواست کی کہ مسجد کو ملتان ہی میں رہنے دیا جائے اپنے بھائی کو آپ خوشی سے بلا سکتے ہیں۔ حضرت میاں وڈا نے توجہ میں تھوڑی سی کمی کی تو مسجد کے بام و در پہلے کی طرح ساکن ہو گئے۔

ایک دن دہلی کا کوئی سوداگر حاضر خدمت ہوا۔ اس کے ہمراہ اس کی آسیب زدہ لڑکی بھی تھی۔ اس سوداگر نے حضرت میاں وڈا سے باادب و احترام التجا کی، حضرت! میری لڑکی پر جن آتا ہے۔ آپ اس پر کرم فرمائیں۔ در در کی خاک چھانتا ہوا در دولت پر پہنچا ہوں۔ حضرت میاں وڈا نے بسم اللہ پڑھ کر اس لڑکی پر دم کیا تو جن جلا جلا کہتا ہوا جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ اس سوداگر اور حاضرین نے حضرت میاں وڈا سے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے صرف بسم اللہ پڑھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیوں نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا اگر میں پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا۔ تو جنات کی نسل کا عدم ہو جاتی۔ سزا تو صرف اُسے ہی ملنی چاہیے جو قصور وار ہو۔ میں نے صرف اُسی جن کو ختم کیا ہے۔ جو تیری لڑکی پر مسلط تھا

راقم الحروف حادثہ تقسیم سے قبل جامع مسجد نیلا گنبد میں گاہے گاہے خطابت کے فرائض سرانجام دیا کرتا تھا۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے جی میں یہ سمائی کہ تبرکاً ان

Marfat.com

اول وقت حضرت میاں وڈا کے مزار پر حاضری دینی چاہئے۔ چنانچہ میں نے پوری مستعدی کے ساتھ ماڈل ٹاؤن سے تیلی پورہ کا قصد کیا، جب میں مزار عالیہ پر پہنچا تو سورج کی پہلی کرنیں در و دیوار پر آب زر چھڑک رہی تھیں۔ میں نے پہلے تو مزار عالیہ پر فاتحہ خوانی کی بعد ازاں بکمال عقیدت مزار کے پاس سے تھوڑی سی مٹی لی اور اس میں پان کے کچھ پتے ملاتے تھوڑا سا کنویں کا پانی چھڑکا یہ معجون مرکب ایک شیشی میں ڈال کر میں نے یہ شیشی اپنی شیروانی کی داویں کی، بائیں جیب میں نہایت احتیاط سے رکھی یہ سب کچھ جتن میں نے اس لئے کیا تھا کہ شاید اس کی برکت سے میرے قلب میں کچھ سوز و گداز پیدا ہو۔ جمعہ کی نماز میں ابھی کافی وقت تھا۔ کہ میں نیلا گنبد کی جامع مسجد پہونچ گیا۔ وقت مقررہ پر میں نے خطبۂ مسنونہ کے بعد وعظ شروع کیا تو کچھ ایسا محسوس ہوا کہ حضرت میاں وڈاؒ کا تصرف کام کر رہا ہے۔ بیخودی کے عالم میں مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں نے کیا بیان کیا۔ حاضرین میں سے دو ایک معتبر اشخاص نے نماز کے بعد مجھ سے کہا کہ آج آپ کی زبان سے کوئی اور بول رہا تھا۔ الفاظ آپ کی زبان سے نکلتے تھے۔ تو دل و دماغ کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے تھے۔

سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے۔ جو پتھر کو بھی گداز کرے

Marfat.com

حضرت لال حسینؒ

حضرت لال حسینؒ ۹۴۵ھ میں تولد پذیر ہوئے ان کا مولد لاہور ہی ہے
حقیقتہ الفقراء کے مصنف شیخ پیر محمد جن کا تاریخی نام شیخ محمود ہے۔ اور جو حضرت
لال حسینؒ کے مریدوں میں سے تھے رقمطراز ہیں۔ کہ حضرت لال حسینؒ کا نام پہلے
ڈھڈا حسین مشہور تھا۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ننھیال راجپوتوں کی ایک ذات ڈھڈا
کی شاخ تھی۔ ددھیال کی جانب سے آپ کلسرائی تھے۔ کلسرائی کی وجہ تسمیہ
یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ حضرت لال حسین کے خاندان کا مورث اعلےٰ جو سب
سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ وہ کلسرائی کے نام سے موسوم تھا قبول اسلام
کے بعد اس کلسرائی نے دینی علوم میں اتنی کامل دستگاہ حاصل کی کہ اپنے زمانے میں
شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوا۔ اسی نسبت سے بعد میں کلسرائی کی نسل
بھی کلسرائی کہلائی۔ حضرت لال حسین کے والد ماجد کا نام شیخ عثمانؒ تھا۔ بیچارے
معاشی حیثیت سے بہت تنگ دست تھے۔ اپنے اہل و عیال کی شکم پری کے
لئے انہوں نے بافندگی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ اس بے بضاعتی اور بے سرو سامانی کے
عالم میں اللہ تعالےٰ نے شیخ عثمانؒ کو فرزند ارجمند مرحمت کیا۔ انہیں کیا خبر تھی
کہ جس بچے نے ان کے گھر آنکھیں کھولی ہیں وہ اپنے دور کا شیخ کامل ہو گا۔ شیخ پیر محمد
نے حضرت لال حسینؒ کی ولادت سے متعلق یہ قطعہ قلمبند کیا ہے ؎

چوں وجود مبارکش بہ جہاں آمد از پردہ عدم بہ عیاں

Marfat.com

بود آں سال در شمار عدد   چہل و پنج زیادہ بر نہ صد

شیخ عثمان نے نومولود کا نام حسین رکھا۔ لیکن بعد میں لال حسین کے نام سے اس لیے شہرت پائی کیونکہ بچپن میں ان کا لباس سرخ اور گیروے رنگ کا ہوتا تھا۔ عوام میں حضرت لال حسین، مادھو لال حسین کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جوانی میں آپ کو ایک ہندو لڑکے مادھو سے محبت ہوگئی تھی اور یہ محبت رفتہ رفتہ اس انتہا کو پہنچی کہ عمر بھر دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے آج بھی پہلو بہ پہلو دفون ہیں۔ حقیقت حال سے جو لوگ ناآشنا ہیں ان کا خیال یہ ہے۔ مادھو لال حسین ایک ہی شخص کا نام ہے حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

تعلیم و تربیت سات سال کی عمر میں شیخ ابوبکر حافظ کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ شیخ کے مکتب میں آپ نے تین سال کے اندر قرآن کریم کے چھ پارے حفظ کر لیے ان کے زمانہ تعلیم میں اتفاق سے حضرت شیخ بہلول دریائی لاہور تشریف لائے اور موصوف نے حسن اتفاق سے اسی مسجد میں قیام کیا جہاں حضرت لال حسین شیخ ابوبکر حافظ سے قرآن پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ بہلول دریائی نے پہلی نظر میں حضرت لال حسین کا دل برما دیا۔ تیر نظر کے ایک وار سے جب قلب و نظر اور ہوش و خرد شکار کر لیے تو شیخ روشن ضمیر نے حضرت لال حسین کو اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا! برخوردار دریائے راوی سے ایک لوٹے میں پانی تو لے آؤ۔ حضرت لال حسین نے فوراً ارشاد کی تعمیل کی دریائے راوی پر پہنچے ایک لوٹا پانی بھر لائے۔ حضرت شیخ بہلول نے وضو فرمایا پھر دو رکعت تحیۃ الوضو

Marfat.com

ادا کرنے کے بعد حضرت لال حسین کے حق میں دعا کی: خدایا! اس لڑکے کو دولت عرفان سے مالا مال کر دے۔ اس کے دل میں آتش عشق کے شعلے کچھ انداز سے بھڑکا دے کہ عمر بھر سیاہ پوش نہ ہونے پائیں ادھر شیخ کامل کی زبان سے یہ دعائیہ کلمات نکلے اور ادھر بارگاہ ایزدی میں انہیں شرف قبول عطا ہوا بعد ازاں حضرت بہلول دریائی رح نے انہیں مرید کر لیا۔ پیری مریدی کا رشتہ استوار ہوئے کچھ ہی دن گزرے تھے۔ کہ ماہ صیام آ گیا۔ حضرت کے حکم سے نماز تراویح کی امامت حضرت لال حسین کو سپرد ہوئی۔ یہ تھے تو چھ پارے کے حافظ لیکن انہوں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر اوکھلی میں سر دے ہی دیا۔ زمانے کے ساتھ فر فر قرآن سنانے لگے حتیٰ کہ پورے مہینے میں سالم قرآن کے تیس پارے سنا دیئے۔ نماز عید کے بعد حضرت بہلول دریائی اپنے مرید سے رخصت ہوئے اور اپنے وطن (چنیوٹ سے سات میل کے فاصلے پر) کی راہ لی۔ شیخ کی جدائی مرید پر حد درجہ شاق گزری لیکن کیا کر سکتے تھے۔ آخر صبر کیا حسب ہدایت شیخ عبادت و ریاضت میں ان کا بیشتر وقت گزرنے لگا۔ حضرت داتا گنج بخش رح کے مزار پر بھی حاضری دیتے ہر رات کو بلا ناغہ ایک قرآن ختم کرتے۔ نماز کی ایسی دھن سوار تھی۔ کہ پنجوقتہ نماز میں تو کیا۔ انہوں نے کبھی تہجد اور اشراق تک کی نمازیں بھی قضا ہوتے نہیں دیں۔ رات کو تو قرآن پڑھتے ہی تھے۔ دن میں بھی حضرت داتا گنج بخش رح کے مزار عالیہ پر نماز فجر سے لے کر نماز ظہر تک ایک قرآن ختم کرتے عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے کبھی کبھی مساجد سے ملحقہ کتابیں بھی اپنے دور کے علماء سے استفادہ کرتے۔

Marfat.com

شیخ سعد السہا نامی ایک استاد سے آپ علم تفسیر پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تفسیر مدارک کے سبق میں ایک آیت توحید اس مضمون کی آئی۔

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ۔

"دنیا کی زندگی محض لہو و لعب ہے"

حضرت لال حسینؒ نے اپنے استاد شیخ سعد السہا سے جنہیں شیخ سعد اللہ لاہوری کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس آیۂ شریفہ کا مفہوم دریافت کیا۔ شیخ نے آیۂ شریفہ کے جو معنیٰ عام مشہور ہیں بیان کر دیئے۔ اس پر حضرت لال حسینؒ نے کہا، اس کی تفسیر از روئے قال نہیں بلکہ از روئے حال کیجئے میں قال کا قائل نہیں ہوں۔ شیخ نے جواب دیا کہ مفسرین نے لہو و لعب سے جو مطلب اخذ کیا ہے۔ تم اس کی تہہ تک نہیں پہونچ سکتے لہٰذا جو معنیٰ میں نے بیان کئے ہیں وہی ذہن نشین کرو۔ حضرت لال حسین ایسے کہاں تھے۔ جونہی حقیقت منکشف ہوئے۔ بغیر سر تسلیم خم کر دیتے آپ نے کھلے ڈلے لفظوں میں استاد سے کہدیا کہ میں تو حصول علم کا یہ مقصد سمجھتا ہوں کہ اس سے طالب علم کے دل میں حسن عمل کی تحریک پیدا ہو آپ نے آیۂ شریفہ کو جو معنیٰ پہنائے ہیں۔ اس سے تو علم کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ زندگی نام ہی کھیل کود کا ہے۔ جو لوگ ہنستے کھیلتے اور کودتے پھاندتے زندگی بسر کریں گے۔ ان کی زندگی عین منشائے ایزدی کے مطابق ہوگی جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس آیۂ شریفہ سے کچھ اور مراد ہے ان کی عقل پہ پتھر پڑ گئے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

جب خدا نے زندگی کو لہو و لعب سے تعبیر کیا ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ

Marfat.com

اس کے بندے لہو و لعب میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اس فعل کو نظر کراہت دیکھیں جسے خود خدا نے پسند کیا ہے۔ اگر یہ حقیقت کہ اللہ تعالےٰ نے کنز مخفی کی نمود و نمائش کے لئے دنیائے رنگ و بو کی بساط بچھائی ہے۔ تو پھر کیا اس کی مخلوق پر جو اس دنیا میں بستی ہے۔ یہ واجب نہیں ہو جاتا کہ وہ بھی اپنے عمل سے ذوق خود نمائی کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتا رہے۔ میرے خیال میں اللہ کے بندوں میں سے جس کی زندگی کا دارومدار لہو و لعب پر نہیں ہے۔ وہ بندۂ گستاخ ہے

شیخ سعد اللہ لاہوری نے اپنے شاگرد کی یہ باتیں سنیں تو سکوت اختیار کیا اور وہ اس خیال سے کہ جس مقام سے حضرت لال حسین گفتگو فرما رہے تھے شیخ کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ حضرت لال حسینؒ شیخ کے سامنے ہی ناچتے کودتے مدرسہ سے باہر چلے گئے۔

کتاب بہاریہ میں تحریر ہے کہ اس مدرسہ کے باہر ایک کنواں تھا۔ اس میں حضرت لال حسینؒ نے تفسیر مدارک کا وہ نسخہ جو ان کے زیر مطالعہ تھا۔ پھینک دیا۔ ان کے ہم سبق طلبہ نے جب یہ نقشہ دیکھا تو کہا کہ واہ لالی حسین! یہ کیا کیا۔ کنوئیں میں پھینکنے سے تو یہ بہتر تھا کہ ہم میں سے کسی کو دیدیتے۔ حضرت لال حسین نے فوراً کنوئیں میں ہاتھ ڈالا۔ اور بزور کرامت صحیح سالم کتاب نکال کر اپنے ہم سبق کے حوالے کی کتاب کا ایک ورق بھی بھیگا ہوا نہ تھا۔ طلبہ اس کرامت سے ششدر و حیران رہ گئے۔ شدہ شدہ تمام شہر میں اس کرامت کے چرچے پھیل گئے۔ حضرت لال حسین پر اس روز سے وہ بے خودی کا عالم طاری ہوا کہ گروہ ملامتیہ کی راہ اختیار کی۔ دن رات قلندرانہ انداز میں وقت گذرتا کبھی ہنس رہے ہیں۔ تو کبھی رو رہے ہیں اس

Marfat.com

حال کی خبران کے پیشوا حضرت بہلول دریائی رح کو پہنچی تو لاہور پہنچے مرید کی حالت کا جائزہ لیا۔ تو ان پر یہ حقیقت روشن ہو گئی۔ کہ اس نے فقر و سلوک میں وہ مقام حاصل کر لیا ہے۔ جسکی بڑے بڑوں کو حسرت رہی ہے۔ اس باطنی انکشاف سے حضرت بہلول دریائی رح کو ایک گونہ اطمینان ہوا اور واپس تشریف لے گئے پیر و مرید کی یہ آخری ملاقات تھی۔ کیونکہ اس واقعہ کے دو سال بعد انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس وقت حضرت لال حسین اپنی عمر کی ۲۶ ویں منزل میں تھے اور سنہ ہجری ۹۴۵ تھا۔

انہی ایام مذکورہ میں ایک دن آپ کے پاس سے ایک خوبصورت ہندو نوجوان زرق برق لباس میں گھوڑے پر سوار گذرا۔ آپ نے اپنے یاران حلقہ سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہ نوجوان شاہدرہ کے ایک امیر برہمن کا لڑکا ہے اور اس کا نام مادھو ہے۔ حضرت لال حسین پہلی نظر میں اس پر دل و جان سے فریفتہ ہو گئے۔ اتا پتا پوچھ کر شاہدرہ پہنچے، اور دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ لیکن جذبۂ عشق کا یہ عالم تھا۔ کہ صرف ایک بار کے دیدار سے تسکین نہ ہوئی ذوق نظر کا مطالبہ یہ تھا کہ ؏

تو ہو تیرا جلوہ ہو اور گوشۂ تنہائی

عشق و سرمستی کی دنیا بھی عجیب ہے۔ یوں کوئی ہزار چاہے کہ اس کا دل کسی پر مائل ہو۔ لیکن کبھی بیل منڈھے نہیں چڑھتی۔ اور جو یہ قسم کھا بیٹھتے ہیں۔ کہ ہم کسی کو دل نہیں دیں گے اور عمر بھر عشق کی آلودگی سے ہمارا دامن داغدار نہیں ہو گا۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ کسی کی ترچھی نظران کے دل و دماغ کی دنیا بدل دیتی ہے۔ غا

نے ٹھیک کہا ہے کہ

عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

غالبؔ ہی پہ کیا موقوف ہے، ہر دور میں شعرا نے عشق و محبت کے راگ الاپے ہیں۔ جہاں احساسات نے دل پر غلبہ پایا حقیقت شعروں میں ڈھلنے لگی آیئے ذرا موضوع سے ہٹ کر کچھ عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے، شعراء کا چمن نکالیں ایک، عاشق کی بارگاہ سوز و گداز میں اس سے بہتر اور سوغات کیا ہو سکتی ہے۔ عربی اور فارسی میں شعرائے جو زمزمہ سنجیاں کی ہیں ان سے قطع نظر ہم صرف اردو شعرا کے اشعار پر اکتفا کریں گے۔

مصطفیٰ خاں شیفتہ فرماتے ہیں کہ محبت سینے کے اندر لگی ہوئی آگ کا نام ہے ؎

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی۔

جگر مراد آبادی محبت کے افسانے کو لامحدود قرار دیتے ہیں ؎

کوئی حد ہی نہیں شاید محبت کے فسانے کی
سناتا جا رہا ہے جس کو جتنا یاد ہوتا ہے

اسعد بدایونی یہ جانتے ہوئے کہ محبت گناہ ہے۔ دانستہ اس کے ارتکاب پر آمادہ ہیں ؎

اب تک خبر نہ تھی کہ محبت گناہ ہے
اب جان کر گناہ کئے جا رہا ہوں میں

رضا لکھنوی صرف تبسم کی تمنا لیے ہوئے ہیں ؎

مسکرا ہی دو اگر پرسان حال دل نہ ہو
اتنی گنجائش بھی کیا رسم محبت میں نہیں

سیماب اکبر آبادی دیوانگی کو عشق و محبت کی ثبوت سے تعبیر کرتے ہیں ؎

جسے دیوانگی کہتے ہیں الفت کی نہایت ہے
غنیمت ہے جو مدہوش ہو کوئی دیوانہ ہو جائے

Marfat.com

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ محبت وہ نکتہ ہے۔ جو کبھی شرمندۂ الفاظ و معانی نہیں ہوتا

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی / یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

خمار بارہ بنکوی فرماتے ہیں کہ

بلا کچھ سوچے سمجھے ایک ہو جاتی ہیں دو روحیں / محبت اتحاد ناگہاں معلوم ہوتی ہے

محمد حسین جونپوری قطرہ ہائے اشک کو دنیائے محبت سمجھتے ہیں

نہیں اشکوں کے قطرے ہماری غمناک آنکھوں میں
سمٹ آئی ہے۔ دنیائے محبت مختصر ہو کر

علی اختر اختر کی نظر میں محبت احساس غم کی ایک لطافت کا نام ہے

محبت نام ہے احساس غم کی اک لطافت کا / کہ غم ہوتا ہے احساس غم پنہاں نہیں ہوتا

میکش اکبر آبادی پاس آبرو پر جنون محبت کو ترجیح دے رہے ہیں

تجھے جنون محبت تو دے نہیں سکتا / جو چاہے تو میرا پاس آبرو دے دے

اظہار رامپوری فرماتے ہیں کہ کبھی یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ محبت پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے

ابھی تکمیل الفت پر نہ ہو مغرور ہو جائے / یہ منزل وہ ہے۔ جتنی طے ہو اتنی دور ہو جائے

استاد داغ دہلوی محبت کا ساز عجیب انداز میں چھیڑتے ہیں

عشق تاب و توان عاشق ہے / شان عاشق نشان عاشق ہے

عشق ہی آرزوئے عاشق ہے / آرزو آبروئے عاشق ہے

عشق نعمت ہے آدمی کے لئے / عشق جنت ہے آدمی کے لئے

عشق کیا کیا بہار دنیا ہے / یہ دلوں کو ابھار دیتا ہے

Marfat.com

بندوں کو دلیر کرتا ہے — یہ دلیروں کو شیر کرتا ہے
عشق کا درد ہی حسینِ جاں ہے — عشق کا زہر آبِ حیواں ہے
یہ ہے ٹکسال نقدِ جاں کے لئے — یہ کسوٹی ہے امتحاں کے لئے
اس سے دل کا چراغ روشن ہے — آنکھ روشن دماغ روشن ہے
عشق سے دل گداز ہوتا ہے — ناز میں بھی نیاز ہوتا ہے
تند و ادائیں ہیں اک کھٹک اس کی — تند و ادائیں ہیں اک لٹک اس کی
عشق سے آدمیت آتی ہے — آدمی کو مروت آتی ہے
عشق سب بل نکال دیتا ہے — عشق سانچے میں ڈھال دیتا ہے
عشق ایمان ہے خدا رکھے — یہ مری جان ہے خدا رکھے
فائدہ عشق نغمۂ نے ہے — اثرِ عشق نشترِ نے ہے

ترجمانِ حقیقت اقبال کی زبان سے محبت کی داستان اور سن لیجئے:۔

عروسِ شب کی زلفیں تھیں ابھی نا آشنا خم سے — ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذتِ رم سے
قمر اپنے لباسِ نو میں بیگانہ سا لگتا تھا — نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئینِ مسلم سے
ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے ابھری ہی تھی دنیا — مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے
کمالِ نظمِ ہستی کی ابھی تھی ابتدا گویا — ہویدا تھی نگینے کی تمنا چشمِ خاتم سے
سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیاگر تھا — صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے
لکھا تھا عرش کے پائے پہ اک اکسیر کا نسخہ — چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشمِ روحِ آدم سے
نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیاگر کی — وہ اس نسخے کو بڑھ کر جانتا تھا اسمِ اعظم سے
بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب — تمنائے دلی آخر بر آئی سعیِ پیہم سے

Marfat.com

پھرایا فکر اجزائے لئے میدان امکاں میں | چھپے گی کیا کوئی شے بارگاہ حق کے محرم سے
چمک تارے سے مانگی چاند سے داغ جگر مانگا | اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلف برہم سے
تڑپ بجلی سے پائی حور سے پاکیزگی پائی | حرارت لی نفس ہائے مسیح ابن مریم سے
ذرا سی پھر ربوبیت سے شان بے نیازی لی | ملک سے عاجزی افتادگی تقدیر شبنم سے
پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں | مرکب نے محبت نام پایا عرش اعظم سے
مہوس نے یہ پانی ہستی نوخیز پر چھڑکا | گرہ کھولی ہنر نے اس کے گویا کار عالم سے
ہوئی جنبش عیاں ذروں نے لطف خواب کو چھوڑا | گلے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے

خرام ناز پایا آفتابوں نے ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائی داغ پائے لالہ زاروں نے

عشق و محبت کے موضوع پر شعراء نے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہیں ہم کہاں تک لکھتے چلے جائیں۔ عشق کی داستان چھڑی تھی اس لئے ہم نے زیب عنوان کی خاطر اس مینا میں کچھ اور جرعے شامل کر دیئے تاکہ کوئی پیئے تو کچھ دیر تو سرور رہے۔ داستان عہد گل بزبان نظم ہی زیب دیتی ہے۔ اس لئے ہم نے شعراء کے کلام کی آڑ لی

داستان عہد گل را از نظیری می شنو
عندلیب آشفتہ تر می گوید این افسانہ را

نثر میں جب تک نظم کی آمیزش نہ ہو نثر میں رنگینی نہیں آتی۔ ہم اپنی تائید میں غالب کا یہ شعر پیش کر سکتے ہیں۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

نثر میں اگر نظم کا مفہوم کوئی پیش کرنا چاہئے تو زیادہ سے زیادہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی زبان میں یہ کہہ سکتا ہے :-

"عشق خواہ کسی عنوان ہو۔ منزل حقیقت کا کیا ذکر۔ عشق تو وہ دروازہ ہے کہ جس سے گذرے بغیر انسان، انسان نہیں ہو سکتا۔ جسکے دل و جگر میں ٹیسیں اور آنکھوں میں تری نہیں اس کو معنئ انسانیت سے کیا واسطہ! تم نے اکثر دیکھا ہو گا۔ کہ زاہد دتنکت بھی باہیں ہمہ تجسس و تقشف جب اپنے زاویۂ عبادت میں سر بزانو ہوتا ہے تو حور و غلماں کی مسکراہٹ سے سلف لیے بغیر نہیں رہ سکتا یعنی جو خشک دماغ مسجد کے گوشوں اور حجروں میں دوست کو ڈھونڈتے ہیں انہیں بھی اس تصور کے بغیر چارہ نہیں۔

حور جنت جلوہ بر زاہد دہد در راہ دوست
اندکے اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

یہی وجہ ہے کہ جو سوختگان حقیقت، شاہد ازلی کے جانداده ہیں انہیں بھی عشق مجازی کے کوچوں میں مدد دیر سے سر ٹکراتے دیکھا گیا ہے کیونکہ دل جب تک لذت آشنائے درد نہ ہو۔ برف کی ایک قاش ہے جس کو پانی بنتے دیکھا۔ مگر آگ میں جلتے ہوئے کبھی نظر آئی حالانکہ انسانیت کا مفہوم یکسر سوز و گداز ہے اور عشق کا کلیسیا آتشکدہ ہے۔ یہاں وہی آتش طلب قدم رکھ سکتے ہیں۔ جو اپنے دلوں کو اس آتش کدہ پہ نذر چڑھا دیں اور پھر دامن سے ہوا دیتے جائیں کہ کہیں

Marfat.com

شعلوں کی بھڑک کم نہ ہو جائے ؂

افسردہ را نصیب نباشد دل کباب

آں یابد ایں نوالہ کہ مہمان آتش است

عشق الٰہی کی پہلی شرط یہ ہے ۔ کہ ما سوا کی طرف سے آنکھیں بند کر لی جائیں مگر انسان آب و گل کے تعلقات میں اس طرح پا بگل ہے کہ جب تک دل پہ درد کی کوئی محکم چوٹ نہ لگے ادھر سے ٹوٹ نہیں سکتا مکھی جب شہد پہ بیٹھ جاتی ہے تو جب تک اڑ کے نہیں ، نہیں اڑتی ۔ انسان کا دل جب تک چوٹ نہ کھائے دنیا کی لذتوں کو نہیں چھوڑتا یہ چوٹ صرف عشق ہی کے ہاتھوں لگ سکتی ہے عشق ہی کا فرشتہ اپنے بازوؤں میں وہ مافوق الفطرت طاقت رکھتا ہے ۔ کہ اس کی تیغ کا پہلا وار خون کے تاروں سے بندھے ہوئے رشتوں اور دنیا کی دلفریبیوں کی جکڑی ہوئی زنجیر دل کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے اور دل جب ہر قسم کی بندشوں سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو دیکھتا ہے ۔ تو حلقۂ ازل کے سوا اور کوئی بیڑی پاؤں میں نہیں ہوتی اس درد کے لئے عارف عطار بقرار و نغاں سائل ہے کہ ؂

کفر ، کافر را و دیں دیندار را ۔ ذرۂ دردے دل عطار را

غور کرو جس مردہ دل کو کبھی یہ دولت خوش نصیب نہ ہوا کہ کسی بند نقاب کے ٹوٹنے کے تصور میں اپنے خرمن ہوش و حواس

Marfat.com

پرتجلیاں گرائے اس کو شاہد حقیقت کا نظارہ حواس ظاہری سے کب ہو سکتا ہے جس افسردہ نفس نے اپنی عزیز اور شیریں راتیں کسی نرگس خواب آلود کی یاد میں نہ کاٹی ہوں اس کو معشوق حقیقی کی یاد میں بے چین راتیں کب نصیب ہو سکتی ہیں جس خیرہ دماغ نے اپنے سرمایۂ عشق و عجز و نیاز کو کسی مغرور نازک کج کلاہیوں اور بے نیازیوں پر نثار نہ کر دیا ہو۔ وہ خود پسندی اور وجود آرائی کے بت کیوں کر توڑ سکتا ہے؟ جس بے حس کو کسی پیکر حسن کی صدائے شیریں نے مبہوت و لایعقل نہ کر دیا ہو اس کو ساز ازل کی نغمہ سرائی پہ کیونکر وجد آئے غرضیکہ جس بدنصیب کو کسی مست حسن کی نگاہ بے محابا بیخود نہ کر سکی اسے جلوۂ طور پہ کیوں غش آنے لگا؟ جو فتیلہ پہلے جل چکا ہو وہ فوراً آگ پکڑ لیتا ہے لیکن نئے فتیلہ کو بہت دیر تک آگ دکھلانی پڑتی ہے ؎

نیست با دل غم دیدہ الفت بیشتر گرد　　چراغ را کہ دودے ہست در سر زود در گیرد

ناظرین اگر جویائے حسن ہیں۔ تو روئے پنہاں کے نظارے کے کیونکہ منتظر ہیں؟ انہیں تو پردہ نقاب کی دیبائی پر ہی لوٹ جانا چاہئے کنعاں کی گم کردہ پسر آنکھوں نے جلوۂ یوسفی کا انتظار نہیں کیا، پیراہن یوسفی کی بو پاتے ہی آنکھیں کھل گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ میخانۂ حقیقت میں جب مجلس گرم ہوتی ہے تو پہلے جام و مینا کا دور چلتا ہے۔ اور جب اس کے تلخ گھونٹ گوارا ہو جاتے ہیں تو پھر خود ساقی اپنے چہرہ

Marfat.com

سے نقاب الٹ دیتا ہے کہ اب جام و سبو کی ضرورت نہیں اس کی
نگاہ نشہ خیز سے خود آتشی و خود گداز مستی حاصل کیجئے ۔

مے حاجت نیست مستیم را — در چشم تو تا خمار باشد ۔

"عشق کی شورش انگیزیاں ہر جگہ یکساں ہیں، ہر عاشق گو قیس نہ ہو مگر مجنوں ضرور ہوتا ہے اور جب عشق آتا ہے تو عقل و حواس سے کہتا ہے کہ میرے لئے جگہ خالی کر دو"

مجاز و حقیقت

نظم و نثر میں عشق کی شورش انگیزیوں کے تذکرے کیفیات و واردات کی ترجمانی ہے، ان سے یہ چیز کھل کر سامنے آتی ہے کہ عشق کی چاشنی کے بغیر بات نہیں بنتی۔ یوں تو ہر شخص کسی نہ کسی صورت محبت کے دام میں اسیر ہے۔ لیکن ہم صحیح معنی میں عاشق صرف اسی خوش نصیب انسان کو کہتے ہیں۔ جو عشق کے نشہ کی جھاجھ میں انسانیت کے اعلےٰ مدارج طے کرتا ہے محبت بوالہوسی نہیں بلکہ تقدیس خیال ہے۔ اہل نظر کا شیوہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ مجاز کو مقصد نہیں بلکہ مقصود حقیقت کے حصول کے لئے ایک واسطہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں مجاز ذریعہ ہے اور حقیقت مقصود یا مقصد۔ اگر شومئی قسمت سے محبت کے دامن پر ہوس کے چھینٹے پڑ جائیں۔ تو محبت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ حسن پرستی عیب نہیں یہ تو عین مقتضائے بشریت ہے۔ ہاں البتہ اگر ہم حسن پرستی کو نفسانی خواہشات کی تسکین کا ذریعہ قرار دے لیں تو پھر یہ عیب ہی نہیں بلکہ ایک گناہ کبیرہ ہے عشاق کا طریق یہ رہا ہے کہ انہوں نے ذات واحد کی ان گوناگوں صفات سے بھی محبت و شیفتگی کا رشتہ جوڑا ہے۔ جن کا پرتو یہ کائنات حسن و جمال ہے۔ لیلا کی گلی کے کتے

سے مجنوں کو جو پیار تھا۔ اس پیار کی تہ میں لیلیٰ کی محبت چھپی ہوئی تھی۔ اسی پر دلدادگان شاہد ازلی کی محبت کا قیاس کیجئے۔ وہ کسی کی محبت کرتے ہیں تو مقصود بالذات صرف خدا کی محبت ہوتی ہے۔ کائنات رنگ و بو میں جہاں بھی کوئی شے جالبِ نظر اور جاذب دل نظر آتی ہے وہ محبوب حقیقی کے نور جمال کا پرتو ہی تو ہے ؎

جملہ معشوق است و عاشق پردۂ زندہ معشوق است و عاشق مردۂ

اگر کوئی شخص عشق حقیقی کی سعادتوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہتا ہے۔ تو اسے اپنی ہستی فنا کرنی ہوگی۔ دوئی کا احساس جب تک باقی رہتا ہے، عشق کی بارگاہ ناز میں کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ جہاں وحدت ہی وحدت ہے۔ وہاں کثرت کیسے بار پا سکتی ہے ؎ ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست

بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

دوئی کا سرچشمہ نفسانی خواہشات ہیں۔ جب تک انہیں پامال نہیں کیا جائے گا۔ منزل مقصود تک رسائی محالات سے ہے۔

مذہب عشق خود پسندی نیست خبر خویشی و خود منددی نیست

پسند آنچہ ی رسد، کانب ناپسند ہے چونا پسندی نیست

حضرت ذوالنون مصری کا ارشاد ہے کہ

حق تعالےٰ نے کسی بندے کو اس سے زیادہ عزت نہ دی کہ اس کے نفس کی ذلت پر اس کو واقف کر دیا۔ اور کسی بندے کو اس سے زیادہ ذلیل کیا کہ اس کو اس علم سے محجوب رکھا۔

حضرت محمد بن فضل رح فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

راحت، نفس کی خواہشات سے چھٹکارا پانا ہے ؎

گذشتم از سر مطلب تمام شد مطلب
حجاب چہرۂ مقصود بود مطلبہا

بعض مشایخ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ

نفس کی مخالفت اصل عبادت ہے اور نفس کے ساتھ موافقت کرنا کفر کی بنیاد ہے اور اسی لئے یہ تلقین بھی فرمائی ہے ؎

گر حیات خوب خواہی نفس گردن بزن
زانکہ از نفست توحی تر ہیچ دشمن دانیست

کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے کہ

تا یک نفس از نفس تو پیدا ست ہنوز
بر درگہ راز دیو غوغا ست ہنوز۔۔۔

تصوف اور شاہد بازی

صوفیائے کرام کے تذکروں میں حقیقت نا آشنا عوام اور نام نہاد علماء پر جو چیز سب سے زیادہ کھلتی ہے وہ ہے۔ شاہد بازی یا بالفاظ دیگر امرد پرستی۔ ہم نہایت کھلے ڈلے لفظوں میں یہاں اسکی حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ صوفیائے کرام کے مسلک کے بارے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے حضرت لال حسین کا مادھو سے عشق یا سرمد مجذوب کا کسی ہندو لڑکے سے تعلقِ خاطر شاہد بازی اور امرد پرستی کے ذیل میں آتا ہے۔ یہ حقیقت ہمیں تسلیم ہے اور اس کے جواز میں ہم یہ حدیث پیش کرنی چاہتے ہیں۔

من عشق فعف دکتم نمات مات شہیدا

Marfat.com

یعنی جو شخص کسی پر بلا اختیار عاشق ہو جائے۔ تو پھر عفیف رہے اور اسے مخفی رکھے پھر مر جائے تو اس کی موت شہید کی موت ہو گی۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غیر اختیاری عشق ہرگز مذموم نہیں اور ہم اس کی کیسے مذمت کر سکتے ہیں جب اس سے مقام شہادت نصیب ہوتا ہے بعض زاہدانِ خشک جو اس کی مذمت کرتے ہیں۔ غلطی پر ہیں عارف جامیؒ نے ذیل کے شعر میں اس عشق مجازی کی تعریف و توصیف کی ہے ؎

مہاب از عشق او گرچہ مجازی است
کہ آں بہر حقیقت کارسازی است

ایک عارف باللہ نے اپنے ملفوظات میں ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ شیطان کے راندۂ درگاہ ہونے کا سبب ہی یہ تھا کہ زہد خشک نے عشق و محبت کی تمام لطیف صلاحیتیں اس سے چھین لی تھیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ گستاخی اس سے کبھی سرزد نہ ہوتی۔ شیطان کی نظر میں خدا کی حیثیت محبوب حقیقی کی نہیں بلکہ ایک آمر مطلق کی تھی۔ اس لئے وہ ضابطے کی حد تک اس کی اطاعت کا قائل تھا اہل نظر کا جو شیوہ ہے یعنی تسلیم و رضا اور جاں سپاری و سپردگی۔ اس کی شیطان کو ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ اہل نظر کا اپنے مولا سے تعلق کچھ اس نوعیت کا ہے۔ جیسی نظیر شروع شروع میں فرشتوں کی اطاعت نے پیش کی۔ حکم سننے کی دیر تھی۔ کہ آدم کے آگے سربسجود ہو گئے۔ وہ تو حکم کے بندے تھے۔ انہیں نفع و ضرر سے کیا سروکار عشاق کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ وہ راضی برضائے الٰہی رہتے ہیں۔ جان و مال کا نقصان ہو تو انہیں پروا نہیں عزت و آبرو مٹی میں ملتی ہے تو انہیں احساس نہیں بلکہ ان کی تمنا تو یہ ہوتی ہے ؎

Marfat.com

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

دل دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

عشق مجازی، تو دراصل عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ؎

عاشقی گر زیں سر و گر زاں سر است

عاقبت ما را بداں شہ رہبر است

بعض مشایخ نے جو بعض طالبان راہ مولا کو قصداً عشق مجازی کی راہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس سے غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں قلب میں سوز و گداز کی کیفیت راہ پا جائیں خیال میں یکسوئی کی اس نکتہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی راہ میں خطرات بہت زیادہ ہیں۔ اگر ہدایت مرشد کے نور سے دل و دماغ منور کیے بغیر کوئی اس طریق عشق مجازی پر گامزن ہوگا۔ تو ہوس اس پر قابو پا لے گی۔ اور پھر نہ دین کا رہے گا۔ نہ دنیا کا۔ اس خطرہ کے پیش نظر حضرت حافظ شیرازیؒ نے اس راہ کے سالکوں کو یہ زریں مشورہ دیا ہے ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

شریعت کا احترام

صوفیائے کرام سے زیادہ شریعت کا احترام اور کسی ... بعض اوقات عوام کو ان کے افعال و اعمال پر یہ شبہ ... کہ کھلم کھلا شریعت کے احکام سے سرتابی کی جا رہی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ عوام مغالطے میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے تہ میں ڈوبنے کی کوشش نہیں کی عوام تو در کنار کبھی یہ غلط فہمی ابتدا میں بعض مشائخ کو بھی ہوتی ہے۔ شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ

مرشد حضرت شیخ جلال الدین پانی پتیؒ سے اس خیال کی بنا پہ کہ وہ احکام شریعت کا پاس نہیں کرتے فسخ بیعت کر لی تھی واقعہ یہ تھا کہ

شیخ جلال الدینؒ کے کسی مرید نے اپنے شیخ کی دعوت کی جس میں شیخ احمد بھی مدعو تھے۔ اس مجلس میں بعض خلاف شرع امور دیکھنے میں آئے تو انہوں نے فوراً بیعت فسخ کر دی اور اسی وقت طاقیہ (خاص ٹوپی) جو شیخ جلال الدینؒ سے ملی تھی واپس کر دی اور جنگل کی طرف چل دیئے

غیب سے انہیں تنبیہ ہوئی اور کشف واقعہ کے ذریعہ ان پر شیخ کے عمل کی صورت واضح کی گئی۔ اسی قلبی انشراح کے بعد شیخ احمد نے پھر تجدید بیعت کی اور اپنے کیے پر اظہار ندامت کیساتھ معذرت طلب کی۔ یہ بات تو غلط فہمی کی ہے بعض اوقات مشائخ سے غلبۂ حال کے باعث خلاف شریعت افعال بھی سرزد ہوئے ہیں۔ اور ہم ان کی کوئی توجیہ بھی نہیں کر سکتے۔ ان افعال کے سلسلہ میں ان مشائخ کی معذوری ظاہر ہے۔ بے خودی اور خود فراموشی کے عالم میں بڑے بڑے ضابطہ اوقات علماء و مشائخ سے بھی لغزشیں ہوتی ہیں۔ اور کبھی انہیں جرم نہیں قرار دیا گیا۔ ایسے صوفیاء مشائخ بھی گزرے ہیں۔ جن پر ان کے ہم عصر علماء نے بے دینی اور زندقہ کے فتوے صادر کیے۔ بلکہ کچھ تو اس جرم میں تختہ دار پر بھی کھینچے گئے۔ ہم اس سلسلہ میں صرف دو تین مشائخ سے متعلق کچھ عرض کریں گے۔ اور وہ بھی بہ سبیل اختصار اور اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ آئندہ صفحات میں حضرت لال حسینؒ کے بارے میں جو عجیب و غریب واقعات مذکور ہوں گے۔ ان سے ہمارے قارئین کو کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں شیخ اکبرؒ نے

Marfat.com

جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان سے ہر دور کے علماء کو غلط فہمی رہی ہے۔ بعض نے تو انہیں زندقہ اور بے دینی کی اشاعت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسلّم الثبوت اور جید ارباب علم و فضل نے شیخ اکبرؒ سے متعلق جب بھی کچھ لکھا ہے۔ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

—— صاحب قاموس علامہ محب الدین فیروز آبادی کا قول ہے کہ

شیخ پر صرف بعض ایسے فقہائے خشک ہی نے نکیر کیا ہے۔ جن کو محققین کے مشرب سے کچھ بہرہ نہ تھا۔ باقی جمہور علماء و صوفیا نے تو اس کا اقرار کیا ہے کہ وہ اہل تحقیق و توحید کے امام ہیں اور علوم ظاہرہ میں یکتا و یگانہ ہیں

—— علامہ حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ

میں گمان نہیں کرتا کہ ایسا شخص جھوٹ کہتا ہو

—— امام نووی سے (شارح مسلم شریف) شیخ اکبر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے یہ فرمایا کہ

"ہمارے نزدیک یہ حرام ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی بدگمانی رکھے بلکہ واجب ہے کہ ان کے افعال و اقوال کی تاویل کرتا رہے۔ جب تک کہ ان کے درجہ تک نہ پہونچے اور جس کو اتنی بھی توفیق نہ ہو وہ بالکل ہی گیا گذرا ہوا...... پھر جب تاویل کرے تو ان کے کلام کی ستر وجوہ تک تاویل کرے تا کہ جس طرح بھی ممکن ہو ان پر سے اعتراض رفع کرے اور ہم صرف ایک دو تاویلیں قبول نہ کریں گے۔

—— علامہ شیخ تقی الدین سبکی ابتدا میں شیخ اکبر پر نکیر رکھتے تھے لیکن بعد میں

Marfat.com

جب حقیقت منکشف ہوگئی۔ تو آپ نے ان الفاظ میں شیخ اکبرؒ کو خراج تحسین ادا کیا:۔

شیخ محی الدین آیۂ من اللہ تھے اور فضیلت نے ان کے زمانے میں اپنی کنجیاں ان کی طرف پھینک دی تھیں اور کہہ دیا تھا۔ کہ میں ان کے سوائے کسی کو نہیں جانتا جس کو یہ کنجیاں سپرد کروں)

—— حضرت مجدد الف ثانیؒ نے باوجود اس کے کہ تصوف میں ان کا مسلک وحدت الشہود شیخ اکبر کے مشرب وحدت الوجود کا نقیض ہے اپنے بیش مریدشیخ اکبرکیؒ بابت مقبولیت کا اعلان کیا ہے مثلاً:۔

عجائب کاروبار است شیخ محی الدین از مقبولاں در نظر می آید و اکثر علوم او کہ مخالف آرائے حق اند خطا و ناصواب ظاہر می شود...... رد کنندۂ شیخ در خطر ست و قبول کنندہ ادبا سخنان او نیز در خطر است۔ (مکتوب ہفتاد و ہفتم ج ۳)

(ترجمہ) عجیب و غریب بات ہے کہ شیخ محی الدین مقبول بارگاہ ایزدی ہیں لیکن ان کے خیالات جو ان کے علم کا نچوڑ ہیں نادرست اور حقیقت کے منافی نظر آتے ہیں۔ شیخ کے مخالفین بھی خطرہ میں ہیں اور وہ بھی خطرہ سے خالی نہیں جنہوں نے ان کے خیالات کو قبول کیا ہے۔

—— امام قشیریؒ (صاحب رسالہ قشیریہ) رقمطراز ہیں۔

صوفیہ نے یہ اچھا کیا کہ اسرار و رموز کی باتیں اشارات و کنایات میں کیں وہ یہ ہرگز نہیں چاہتے۔ کہ اہل اللہ کے مسلک سے غیر اہل اللہ مطلع ہوں اس لئے کہ اسرار و رموز کی باتوں سے غیر اہل اللہ خود بھی گمراہ ہوتے

Marfat.com

ہیں اور دوسروں کی گمراہی کا موجب بھی ثابت ہوتے ہیں۔ عشاق کی زبان غیر عشاق نہیں سمجھتے یہ ان کے لئے ایک چیتیان ہے۔ جن عشاق پر غلبۂ حال ہو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ عشق کی زبان بول رہے ہیں اس لئے علم کی ترازو میں انکے خیالات نہ تولے جائیں۔ بلکہ انہیں معذور سمجھا جائے۔

——— حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ اخفائے اسرار کے قائل تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "کیا ان علوم کے اظہار سے تمہارا مقصد یہ ہے کہ اولیاء اللہ جن سے ہم نے یہ علوم سیکھے ہیں بے دینی اور زندقہ کے ساتھ متہم کیے جائیں ایسے لوگوں کے نزدیک جو ان کی اصطلاحات سے بے خبر اور ناآشنا ہیں۔

——— متاخرین میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی (صاحب مالابد) لکھتے ہیں کہ جو شخص ان اسرار و رموز کی عقدہ کشائی کرنا چاہتا ہے۔ اسے اکثر مجاز و استعارات کے پردے میں اپنا مافی الضمیر پیش کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ عوام ان کی تہ تک نہیں پہونچتے وہ اسے کافر و فاسق کہنے لگتے ہیں۔

——— امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے رفع اشکال کے لئے ایک نہایت معقول بات کہی ہے اور وہ یہ کہ۔

شیخ ابو طاہر مغربی نزیل مکہ نے مجھ سے یہ کہا کہ مشاہیر امت کا جو کلام شریعت اور طریق جمہور کے خلاف ہے وہ خارج سے داخل کیا گیا ہے ان الفاظ کے بعد موصوف نے فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ نکالا جسکی تصحیح انہوں نے اصل کے وجو قلمی نسخہ شہر قونیہ میں تھا، مقابلہ کے بعد

Marfat.com

کی تھی میں نے اس تصحیح شدہ نسخہ میں ان عبارتوں میں سے کوئی
عبارت نہیں دیکھی جن میں مجھے کام تھا۔

ایک عارف باللہ نے ان اعتراضات کے رد میں جو صوفیائے کرام کے بظاہر
خلاف شرع اقوال وافعال پر کیے جاتے ہیں۔ اس مدلل و معقول رائے کا اظہار کیا ہے کہ
احکام میں خود ان سے کوئی ایسی بات منقول نہیں جو خلاف شریعت
ہو البتہ بعض بعض اسرار منقول ہیں۔ جن کی بنیاد ذوق وکشف پر ہے
اور انہوں نے جو تعبیرات کی ہیں۔ ان پر اصطلاحات کے خول چڑھے ہوئے
ہیں۔ ان دونوں سے عوام چونکہ بے بہرہ اور نا آشنا ہیں۔ اس لئے انہیں
یہ حق نہیں پہونچتا کہ یہ کہیں کہ ان کے اقوال وافعال سے احکام شریعت
کی نفی ہوتی ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ اہل اللہ کی باتیں جوں کی توں
تسلیم کر لی جائیں۔ ورنہ بصورت دیگر گستاخی سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں
ان معترضین کی عاقبت نہ خراب ہو جائے۔

حضرت منصور حلاج رح

حضرت حسین ابن منصور حلاج عشاق میں سے تھے لور
عالم یہ تھا۔ کہ ہر وقت مغلوب الحال رہتے اور زبان سے
انا الحق، انا الحق، کے نعرے بلند کیا کرتے تھے۔ اہل بصیرت پر تو حضرت منصور
کی حقیقت روشن تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنی زبان سے کچھ کہا تو صرف یہ کہ مغلوب
الحال معذور ہوتا ہے۔ لیکن علمائے وقت نے خلیفۂ وقت کے حکم سے انہیں تختہ دار
پر کھنچوایا۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رح نے انا الحق کی حقیقت نظم ونثر میں واضح کی
ہے ہم پہلے ذیل میں اسے پیش کرتے ہیں ۔

Marfat.com

گفت فرعونے انا الحق گشت پست | گفت منصورے انا الحق گشت مست
لعنۃ اللہ ایں انا را در قفا | رحمۃ اللہ ایں انا را در وفا

(ترجمہ) فرعون نے انا الحق کہا تو انسانیت کی سطح سے نیچے گرا۔ لیکن منصور نے انا الحق کہا تو اس پہ مستی و سرشاری کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک (فرعون) کی انا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈال گیا۔ جبکہ دوسری کی انا کا صلہ یہ ملا کہ قدرت نے اسے اپنی رحمتوں سے نوازا۔

عارف رومی نے اپنے ملفوظات فیہ مافیہ میں اس حقیقت کی تشریح کرتے ہوئے کہ انا الحق میں انا العبد سے بھی زیادہ تذلل اور تواضع ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"پانی میں پوری طرح غرق ہو جانا یہ ہے۔ کہ آدمی میں اپنے ارادہ کی کوئی حرکت باقی نہ رہے۔ جو حرکت بھی ہو وہ پانی کا فعل ہو حتیٰ کے جب تک وہ ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ یا یہ شور مچا رہا ہے کہ میں ڈوبا اس وقت تک وہ ڈوبا نہیں (استغراق کامل نہیں) اور منصور کے "انا الحق" کا منشا یہ استغراق کامل ہی تھا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بڑا دعویٰ ہے۔ حالانکہ بڑا دعویٰ انا العبد کہنا ہے۔ کیونکہ اس میں خدا کے ساتھ اپنی یا عبد کی ہستی کا بھی دعویٰ ہے اور انا الحق کے معنیٰ یہ ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں عدم محض ہوں۔ وجود صرف خدا ہی کا ہے۔ اس میں تواضع زیادہ ہے بس بات یہ ہے کہ لوگ یہ نکتہ نہیں سمجھتے ہیں۔

حضرت مخدوم بالله۔ فرماتے ہیں کہ

معنی عبارت انا الحق نہ آنست کہ من حقم بلکہ آنست کہ من نیستم و وجود

حق ست سبحانہ۔ یعنی انا الحق کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں نہیں ہوں اور صرف حق ہی حق ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رح نے اپنے شیخ کے اس مکتوب کو دفتر اوّل قصہ ہم صفحہ ۱۱ پر نقل کیا ہے اور اس پر کسی قسم کا کوئی تبصرہ نہیں فرمایا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مجدد رح بھی اپنے شیخ کے اس نظریہ سے متفق ہیں۔

اکبر الہ آبادی نے مواخذہ اور اجرائے حد کا جواز بڑے لطیف انداز میں پیش کیا ہے ؎

حضرت منصور کہتے ہیں انا بھی حق کے ساتھ
دار تک تکلیف فرمائیں گر اتنا ہوش ہے

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

انا الحق کا نعرہ صرف اسی مردِ حق کی زبان کو زیب دیتا ہے۔ جو ذاتِ حق کی محبت میں اتنا مستغرق ہو کہ اسے تن من کا ہوش بھی نہ رہے۔

دیکھئے حضرت منصور حلاج کے پہلے ہزار تازیانے لگے پھر ایک ہاتھ کاٹا گیا، اس کے بعد ایک پاؤں پھر دوسرا ہاتھ پھر دوسرا پاؤں مگر اس خدا کے شیر نے زبان سے اُف تک نہ کی ؎

عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ۔۔ ہونا۔

تختہ دار پر جب دست و پا کی قطع و برید ہو رہی تھی۔ حضرت منصور حلاج رح کی زبان پر یہ اشعار تھے:۔

وحرمۃ الود الذی لم یکن — یطمع فی افسادہ الدھر

Marfat.com

مانالنی عند ہجوم البلاد باس ولامسنی الضر
ماقدلی عضو ولا مفصل الا وفیہ لکم ذکر!

(ترجمہ) قسم کھاتا ہوں اس محبت کی حرمت کی جس میں گردش ایام کے باوجود فرق نہیں آسکا۔ مجھے مصائب و آلام کے ہجوم میں بھی تکلیف نہیں پہونچی میرے اعضا کی قطع و برید کی گئی۔ لیکن اس وقت بھی میرے دل میں سے اے محبوب حقیقی تیری یاد نہیں گئی۔

حضرت منصور حلاج نے عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے دور میں جام شہادت نوش کیا تھا۔ تاریخ یہ بتاتی ہے۔ کہ اس عاشق کا خون رنگ لایا۔ اور اس کے نعرہ انا الحق سے خلافت عباسیہ کی بنیادیں ہل گئیں۔ آخر معتصم باللہ کے بعد کچھ وقفے سے مستعصم باللہ تخت نشین ہوا۔ تو قدرت نے تاتاریوں کے ہاتھوں ان کی صدیوں کی حکومت تہ و بالا کرا دی ؎

نہ جا اس کی کرمی پہ کہ ہے بڈھب گرفت اسکی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

ہو سکتا ہے کہ عہد عباسیہ کے بعد سے آج تک علماء کا وقار جو عوام کی نظر میں گرا ہوا ہے۔ یہ بھی اس جرم کی پاداشں میں ہو ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

ناظرین مضطرب نہ ہوں ہم حضرت لال حسین رح کی داستان عشق کا سا... گے۔ اور یقیناً چھیڑیں گے۔ درمیان میں کچھ مباحث ہی اس قسم کے آگئے۔ کہ ...

Marfat.com

ان پر روشنی ڈالنی پڑی۔ اتنی اجازت اور دیدیجئے کہ ہم سرمد مجذوب رح کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار اور کریں۔ دراصل یہ جو کچھ ہم بیان کر رہے ہیں۔ ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔ یہ جتنے بھی عاشق ہیں ایک ہی زلف کے اسیر ہیں ؎

ہم ہوئے تم ہوئے امیر ہوئے
ایک ہی زلف کے اسیر ہوئے

پھر عزیزو! بات یہ بھی ہے کہ

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں　　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

حضرت سرمد مجذوب رح

اس عاشق سرمست کی روداد عشق ہم اپنی زبان سے کیا بیان کریں۔ ایک زمانے میں جبکہ مولانا آزاد رح کا قلم اپنی پوری جولانیوں پر تھا۔ انہیں نہ معلوم کیا خیال آیا کہ سرمد مجذوب سے متعلق ایک گم شدہ ورق زبان و بیان کی رنگینیوں کے ساتھ خاندان مغلیہ کی تاریخ کے دامن سے منسلک کر دیا۔ اس ورق پہ مولانا کے قلم نے جو گلکاریاں کی ہیں۔ ان سے قطع نظر ہم ذیل میں جذبات میں ڈوبے ہوئے کچھ آنسو صفحہ قرطاس پہ بکھیرتے ہیں:۔

"آخر الامر یہ قرار پایا کہ سرمد کو علماء و فضلائے عصر کے مجمع میں طلب کیا جائے اور تمام علماء کی جو رائے قائم ہو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے چنانچہ مجلس منعقد ہوئی اور سرمد کو بلایا گیا۔ سب سے پہلے خود عالمگیر مخاطب ہوا۔ اور پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں سرمد نے دارا شکوہ کو مژدہ سلطنت دیا تھا۔ کیا یہ سچ ہے؟ سرمد نے کہا کہ ہاں اور وہ مژدہ درست نکلا۔ کہ اسے ابدی سلطنت کی تاجپوشی نصیب ہوئی عمامہ بندوں نے

Marfat.com

کہا کہ برہنگی شرع کے خلاف ہے۔ اور اس کے لئے صاحب عقل و تمیز کا کوئی عذر مسموع نہیں اس کا جواب تو سرمد پہلے ہی دے چکا تھا ؎

دزدے بیچھے برہنہ کردہ است مرا

علماء نے سرمد سے کلمہ پڑھنے کی خواہش کی تو اپنی عادت کے بموجب صرف لاالہ پڑھا کہ جملۂ نفی ہے اس پہ علماء نے شور مچایا تو کہا ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں مرتبۂ اثبات تک نہیں پہنچا اگر الاللہ کہوں گا تو جھوٹ ہوگا۔ اور جو دل میں نہ ہو وہ زبان پر کیسے آئے! علما نے کہا ایسا کہنا کفر صریح ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو مستحق قتل ہے یہ ظاہر پرست نہیں جانتے تھے کہ سرمد اس سے بہت اونچا ہے۔ کہ کفر و ایمان کی بحثیں سنائی جائیں۔ وہ قتل و خون کے احکام سے مرعوب ہو یہ کفر ساز تو اپنے مورسہ و مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر سوچتے تھے۔ کہ اس کی کرسی کتنی اونچی ہے اور وہ اس منارۂ عشق پہ تھا۔ جہاں۔ دیوار کعبہ اور مندر بالمقابل نظر آتے ہیں۔ اور جہاں کفر و ایمان کے علم ایک ساتھ لہراتے ہیں ؎

کشورے ہست کہ دردے رود از کفر سخن
ہمہ جا گفت و شنو بر سر ایمان نہ رود

غرضیکہ جب سرمد نے توبہ نہ کی۔۔۔۔ تو علماء نے بلاتامل فتویٔ قتل صادر کیا۔ اور دوسرے دن قتل گاہ میں لے گئے۔ یہ واقعہ ۱۰۷۰ھ میں ہوا کہ

Marfat.com

عالمگیر کی تخت نشینی کو ایک سال سے زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا۔

موبمویم دوست شد ترسم کہ استیلائے عشق

یک اناالحق گوئے دیگر بر سر دار آورد

جب جلاد تلوار چمکاتا ہوا آگے بڑھا تو مسکرا کر نظر ملائی اور کہا خدائے

تو شوم بیا بیا کہ تو بہر صورتے کہ می آئی من ترا خوب می شناسم

صاحب مرآۃ الخیال راوی ہے کہ اس جملہ کے بعد یہ شعر پڑھا۔ اور

مردانہ وار سر تلوار کے نیچے رکھ کر جان دیدی ؎

شورے شد وازخواب عدم چشم کشودیم

دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

یہ سرمدؒ کے خون کی ہی نیرنگیاں تھیں کہ اس تمام مدت میں عالمگیر

کو کبھی راحت و اطمینان کے دن نصیب نہ ہوئے یہاں تک پیغام

اجل بھی آیا تو عالم غربت و پریشانی میں ؎

خونے کہ عشق ریزد ہرگز ہدر نہ باشد

آمدیم بر سر مطلب

حضرت لال حسینؒ جن کی داستان عشق نے ہمیں تھوڑی دیر کے لئے خیالات کی بھول بھلیاں میں گم کر دیا تھا۔ پھر اپنی پوری شورش انگیزیوں کے ساتھ رہوار قلم پر سوار ہیں اور ہم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ خبردار ہماری داستان کا گوشہ تشنہ نہ رہنے پائے لیجئے ہم یہ مطالبہ پورا کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی سکدۂ تخیل کے ساقی سے ہماری یہ التجا ہے۔

ذرا آہستہ لے چل کاروانِ کیف و مستی کو
کہ سطح ذہن عالم سخت ناہموار ہے ساقی

Marfat.com

جس مرکز حسن و جمال کے گرد یہ پوری داستان عشق گھومتی ہے یعنی مادھو یہ جانتے ہوتے بھی کہ ایک شوریدہ سر عاشق کا دل میرے تیر نظر کا نشانہ بن چکا ہے اور اس کی بے تاب نگاہیں کس کس تمنا سے اس کی جانب اُٹھ رہی ہیں۔ کچھ دنوں تک تو بے پروائی پر مُصر رہا۔ لیکن آخر تا کجے؟ عشق کی جو چنگاریاں عاشق زار کے سینے میں بھڑک رہی تھیں۔ ان کی لپیٹ نے مادھو کے دل میں بھی بجلیاں دوڑا دیں اب کیا تھا۔ ادھر برق کی شعلہ افشانیاں تھیں ادھر من کی آتش زدگیاں۔ محبوب نے ایک دو بار نہیں بار بار اپنے سوختہ ساماں عاشق کو شربت دیدار کے جام پلائے۔ عاشق کی تمنائیں کہہ رہی تھیں ؎

میکدہ ہیں نہ خانقاہ میں ہے   میری جنت تیری نگاہ میں ہے

عاشق و معشوق اتنے شیر و شکر ہو گئے۔ کہ کچھ عرصے کے بعد یہ اختلاط مادھو کے اعزہ و اقارب کے لئے تشویش کا سبب بن گیا۔ انہیں یہ فکر دامن گیر ہوئی۔ کہ یہ مادھو، مسلمان سادھو کی صحبت کے اثر سے کہیں اسلام نہ قبول کر لے۔ چنانچہ اس برہمن خاندان کے افراد نے یہ بات جی میں ٹھان لی کہ ہم اس مسلمان سادھو کی جان لیے بغیر نہیں رہیں گے۔ لیکن دشواری یہ پیش آئی کہ ارادۂ قتل دل میں لے کر یہ لوگ جب بھی حضرت لال حسینؒ کے پاس آنے کی کوشش کرتے تو یا تو انہیں ارد گرد دیواریں کھنچی ہوئی دکھائی دیتیں یا یہ کہ مکان کا دروازہ ہی ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا۔ ان لوگوں نے جب یہ نقشہ دیکھا تو ارادۂ قتل سے باز آئے اور انہیں اپنے کیے پر سخت ندامت ہوئی۔ ادھر مادھو حضرت لال حسینؒ کے فیض صحبت سے مشرف بہ اسلام ہوا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کے قلب پر کچھ ایسی تجلیات وارد ہوتیں

نگاہوں کے سامنے جتنے حجابات تھے سب یک بیک چاک ہو گئے۔

مادھوؒ کو مسلمان تو اسی وقت سے سمجھنا چاہئے۔ جب سے انہیں حضرت لال حسینؒ نے اپنے دل میں جگہ دی تھی۔ حضرت مادھو نے اپنے لواحقین کے خوف سے اپنے اسلام کا اعلان نہیں کیا تھا اور اسی میں مصلحت تھی۔ ایک دن حضرت لال حسینؒ نے فرمایا کہ مادھو! دنیا کی زندگی چند روزہ اور اہل دنیا سے تعلقات عارضی ہیں۔ تم نے ہم سے جو تعلق قائم کیا ہے۔ یہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ دنیا میں بھی باقی رہے گا۔ اور آخرت میں بھی۔ عشق کی بنا پر جو تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ ان میں کبھی فرق نہیں آتا۔ ان الفاظ کا حضرت مادھوؒ پر کچھ ایسا اور اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنے اسلام کا بہ بانگ دہل اعلان کر دیا۔ اس سے حضرت مادھو کے اعزہ کو بہت صدمہ ہوا۔ اور غصہ بھی آیا لیکن کرتے کیا، ایک درویش کامل سے ٹکر نہیں لے سکتے تھے۔ آخر انہیں ایک ترکیب سوجھی اور وہ یہ کہ کسی جتن سے مادھو کو ہردوار گنگا اشنان کے لئے لے چلیں بہت ممکن ہے۔ اس دوری سے مادھو پھر اپنے دین میں لوٹ آئے۔ غرض مادھوؒ سے ان کے والدین نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت مادھو اپنے شیخ کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ ان کی نظر میں شیخ کے جلوے سمائے ہوئے تھے۔

بے حقیقت سا نظر آتا ہے حسن کائنات
دل کو جب تیری محبت کا یقین آ جائے ہے

موقعہ پا کر حضرت مادھوؒ نے حضرت لال حسینؒ سے عرض کیا کہ یا حضرت! میرے والدین گنگا اشنان کے لئے چلے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی اپنے اعزہ کے ہمراہ اشنان کر آؤں۔ حضرت لال حسینؒ کو اپنے محبوب مرید کی جدائی گوارا نہ تھی

Marfat.com

آپ خاموش رہے۔ مگر جب مادھو نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے اس شرط پر منظور کر لیا کہ تم اپنے والدین کو جانے دو۔ جس دن گنگا اشنان ہوگا۔ میں تمہیں وہیں پہنچا دوں گا۔ جب مادھو کے والدین کو یہ علم ہوا۔ تو بیچارے پھر شش و پنج میں پڑ گئے۔ لیکن دو چار دن کے توقف کے بعد تنہا ہردوار جانے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے۔ جب گنگا اشنان کا دن آیا تو حضرت مادھو نے اپنے شیخ کے حکم سے آنکھیں بند کیں اور جب لحظہ دو لحظہ کے بعد کھولیں تو اپنے آپ کو ہردوار میں پایا۔ حضرت لال حسینؒ کی اس کرامت سے مادھو کے والدین اور بہت سے اور ہندو بھی ان کے معتقد ہو گئے۔ اس واقعہ کے وقت حضرت مادھوؒ کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ یہ واقعہ سنہ ۱۰۰۱ھ میں رونما ہوا۔

قبول اسلام کے بعد حضرت مادھوؒ بستی کے لوگوں کے ہاتھوں تنگ ہیں تھے۔ ان کے طعنے اور ان کے طنز ان سے برداشت نہیں ہوتے تھے۔ ایک دن باتوں باتوں میں آپ نے اس چیز کا تذکرہ اپنے شیخ سے کیا۔

حسن اتفاق سے انہی ایام میں راجہ مان سنگھ لاہور آیا ہوا تھا۔ حضرت لال حسین نے غالباً کسی مصلحت سے راجہ کی فوج میں حضرت مادھو کو ملازم کرا دیا۔ اور یہ راجہ کے ساتھ دہلی چلے گئے۔ راجہ مان سنگھ کو یہ تو خبر تھی کہ مادھوؒ حضرت لال حسین کے مریدوں میں سے ہیں لیکن اسے ان کے مقام کا علم نہ تھا۔ اس لئے راجہ ان پر کوئی خاص توجہ نہیں کرتا تھا۔ جب راجہ مان سنگھ کو اکبر کے حکم سے دکن کی مہم پر جانا پڑا تو مادھو بھی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے اس کے ہمراہ گئے۔ لڑائی اس زور سے شروع ہوئی کہ تیروں اور تلواروں تک نوبت پہنچی دشمن زور آور تھا۔ راجہ مان سنگھ کے چھکے چھوٹ گئے اور قریب تھا کہ بھگدڑ مچ جائے۔ لڑتے لڑتے شام پڑ گئی تھی۔ میدان میں

Marfat.com

کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ راجہ اداس بیٹھا ہوا تھا۔ یکایک اس کے دل میں نہ جانے کیا خیال آیا، فوراً کسی سے کہا کہ مادھوؒ کو بلاؤ۔ جب مادھو آئے تو راجہ نے کہا اگر تو فقیر ہے۔ تو اس وقت ہماری مدد کر۔ حالات نہایت نازک ہو چلے ہیں۔ حضرت مادھوؒ نے خلوت میں بہ در باطن اپنے پیر و مرشد کا تصور کیا۔ یہاں لاہور میں حضرت لال حسین اپنے یاران طریقت کی محفل میں رونق افروز تھے۔ مرید باصفا کے تصور کا عکس جو شیخ کے قلب پر پڑا فوراً اپنے رفقاء سے یہ کہہ کر کہ بیٹھے رہنا، میں ابھی آیا۔

حقیقت الفقراء میں مرقوم ہے کہ حضرت لال حسینؒ بذور کرامت دکن پہنچے اور فرمایا کہ کیوں مادھو! کس لئے یاد کیا ہے؟ حضرت مادھو نے تمام حال عرض کیا۔ حضرت لال حسین نے فرمایا۔ کہ راجہ سے کہہ دینا کہ کل صبح لڑائی شروع کر دے اور نظر آسمان کی طرف رکھے۔ حضرت مادھو نے راجہ سے اسی طرح کہا، غرض کل صبح جب لڑائی شروع ہوئی تو راجہ کی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھی رہیں۔ اس نے دیکھا کہ لاتعداد درویش دشمنوں کا صفایا کر رہے ہیں۔ اور اس بہادری سے داد شجاعت دے رہے ہیں کہ باید و شاید۔ چند گھنٹوں کی لڑائی کے بعد دشمن کی فوج پسپا ہوئی اور جو زندہ رہ گئے تھے۔ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے۔ راجہ مان سنگھ نے حضرت مادھو کے پاؤں پر اپنا سر رکھا اور کہا کہ مجھے یہ خبر نہ تھی۔ کہ آپ صاحب کشف و کرامت درویش ہیں میں آج سے آپ کا مرید ہوں۔ حضرت مادھو نے کہا جب تک تم ہمارے حال سے بے خبر تھے۔ اسی وقت تک ہمارا یہاں رہنا بھی مناسب تھا۔ اب ہمیں رخصت کیجئے۔ تاکہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری کا فخر حاصل کریں۔ پھر اگر انکی اجازت ہوگی۔ تو تمہارے پاس آ جائیں گے۔ چنانچہ راجہ نے بادل ناخواستہ یہ بات منظور کی

Marfat.com

خراب ہوئے بھی سوچا کیسے تیرے مجبور
یہی کہ تیری نظر ہے تری نظر بھی بھی

دکن سے واپسی پر حضرت مادھولاہور آتے اور پوری زندگی پیرومرشد کی صحبت میں گذار دی۔ آپ کا وصال تہتر سال کی عمر میں حضرت لال حسینؒ کی وفات کے اڑتالیس سال بعد ۲۷ر ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ میں ہوا۔

کہنے کو تو شیخ و مرید دو تھے۔ لیکن عوام میں صرف ایک ہی نام حضرت مادھو لال حسینؒ مشہور ہے۔ قبریں بھی پاس پاس ہی ہیں شاہان مغلیہ میں سے بادشاہ لاہور آتا تھا۔ وہ حضرت مادھو لال حسین کے روضہ پر حاضری ضرور دیتا تھا۔ نذریں چڑھاتا جاروبِ کشوں اور سجادہ نشینوں کے مصارف بھی خزانہ شاہی سے ادا ہوتے تھے۔ نادر شاہ ایرانی اور احمد شاہ ابدالی ایسے جنگجو بادشاہ اس مزار پر حاضر ہوئے ہیں ناظمان لاہور بھی دل و جان سے حضرت لال حسین کے معتقد تھے اور بڑی بڑی نذریں چڑھایا کرتے تھے۔ نواب ذکریا خاں المعروف نواب خان بہادر تو خصوصیت سے آپ کے خوارق عادات اور کرامات کا قائل تھا۔ اس نے خانقاہ کے مغرب میں ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جو آج بھی موجود ہے۔

معز الدین بن جہاندار شاہ جب اپنے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کے خوف سے جان بچا کر اور تاج و تخت سے ناامید ہو کر لاہور میں حضرت کے مزار پر آیا تو اس نے یہ عہد کیا کہ اگر خداوند کریم مجھے بادشاہی پھر نصیب کر دے۔ تو میں حضرت کے مزار پر ایک سائبان نجوب ہاتے طلائی آویزاں کروں گا۔ اور روپیہ اور اشرفی سے بھری ہوئی دیگیں نذر کروں گا۔ چنانچہ جب وہ دوبارہ تخت نشین ہوا۔ تو اس نے خلوص دل

اور عقیدت مندی سے ایفائے عہد کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جب یہ پتہ چلا۔ کہ شاہان مغلیہ یہاں لاکھوں روپیہ نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔ تو اس نے حکم دیا کہ اگرچہ میں شاہان چغتائی کے برابر کسی حیثیت میں بھی نہیں ہوں۔ تاہم حتی المقدور خانقاہ کی مرمت، فقرا کی خدمت اور عرس کے مصارف کے سلسلہ میں کافی مدد دوں گا چنانچہ مہاراجہ نے اپنے حکم سے مزار کے ساتھ کافی زمین واگذار کی۔

عرس کی تاریخ حضرت لال حسین کی تاریخ وفات سے ایک سال کے بعد شروع ہوتی ہے۔ حضرت لال حسین کا وصال بروز جمعہ ذی الحجہ ۱۰۰۸ھ شہنشاہ اکبر کی وفات سے ۷ برس پہلے ہوا تھا۔ پہلے حضرت کا عرس حساب قمری کے مطابق ہوتا تھا۔ مگر اس خیال سے کہ قمری مہینے کبھی کسی موسم میں آجاتے ہیں، کبھی کسی موسم میں اور اس طرح زائرین کو سفر میں زحمت ہوتی ہے۔ اس لئے ۱۸۶۳ء میں یہ قرار پایا کہ عرس ہر سال ۱۶، اور مارچ کی آخری تاریخ کو اتوار کے دن ہوا کرے۔ یہ دن موسم بہار کے ہوتے ہیں۔ ان ایام میں زائرین کو پریشانی اٹھانی نہیں پڑتی۔

یہ میلہ جو ہر سال مارچ کے آخری یکشنبہ کو لاہور میں باغبانپورہ کے متصل ہوا کرتا ہے۔ اصل عرس کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہر سال اس موقعہ پہ بے شمار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ جو اس میلہ کی تاریخی حیثیت سے بھی باخبر ہوں آج کل میلہ چراغاں یا چراغوں کا میلہ یا شالامار کا میلہ لوگوں کی زبانوں پہ ہے۔ یہ بہت کم جانتے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ حضرت مادھو لال حسین رح کے عرس سے متعلق ہے۔

کرامات

حضرت لال حسین رح کی کرامات بے شمار ہیں۔ ہم ان میں سے چند یہ

Marfat.com

اکتفا کرتے ہیں۔ تاکہ یہ پہلو بھی تشنہ نہ رہے۔

۱۔ ایک دن حضرت لال حسینؒ شاہدرہ کے متصل تشریف لے گئے اور وہاں ایک صاف ستھرا جگہ دیکھ کر فرمانے لگے۔ یہاں ایک کنواں کھدواؤ اور سبزی بھی بوئی جائے یہیں ہماری قبر ہوگی۔ جب ہم یہاں دفن ہو جائیں گے تو تیرہ ۱۳ سال کے بعد دریا میں سیلاب آجائے گا۔ اور ہمارے دوست ہماری لاش قبر سے نکالیں گے گھر بابو پورہ (باغبانپورہ) میں لے جا کر دفن کا اہتمام کریں گے۔ میری وفات سے ایک سال بعد مادھو کو سفر پیش آئے گا۔ اس کی واپسی بارہ ۱۲ سال بعد ہوگی۔ اس کے طور طریق بھی ایسے ہی ہوں گے۔ جیسے میرے ہیں۔ میرے بعد سجادہ نشینی کا حق بھی مادھو کو ہی پہنچتا ہے۔ جب مادھو کو سجادہ نشین بنے تقریباً ۳۵ سال گذر جائیں گے۔ تو اس کی ہم سے ملاقات ہوگی۔ اس کی قبر بھی ہماری قبر کے برابر ہی بنے گی غرض اپنی وفات کے بعد کے جو واقعات آپ نے اپنی زندگی میں بزور کشف و کرامت بیان کئے اسی طرح ظہور میں آئے۔

۲۔ ایک دن آپ نے اپنے یاران طریقت سے کہا، چلو، دریا کی سیر کر آئیں یاران وفا کیش نے کہا حضرت! اگر ہمیں روغنی روٹیاں کھانے کو ملیں تو چلے چلتے ہیں آپ نے فرمایا، چلو ایسا ہی ہوگا۔ غرض جب سب حضرات لاہور سے چل کر دریائے راوی کے پار موضع منڈیاں والہ میں تشریف لے گئے۔ اس موضع کا نمبردار بہادر خاں تو منڈہ سے تھا۔ چونکہ اس سال بارش نہیں ہوئی تھی۔ یہاں کے زمیندار اور کاشتکار بہت پریشان تھے۔ سب نے صلاح کی کہ یہاں لال حسین فقیر لاہور سے آیا ہے اس کا امتحان لینا چاہئے۔ اس خیال سے اس بستی کے لوگوں نے بہادر خاں نمبردار سے

Marfat.com

مشورہ سے حضرت کے دوستوں کو گرفتار کر لیا اور یہ تجویز کی کہ ان سے نزول باراں کی دعا کرانی چاہئے۔ اگر ان کی دعا قبول نہ ہوئی اور بارش نہ ہوئی تو ان کا منہ کالا کر کے موضع سے نکال دیں گے۔ حضرت لال حسینؒ کے بارے میں بھی ان کا یہی فاسد ارادہ تھا۔

جب حضرت لال حسینؒ جنگل کی سیر کر کے موضع میں آئے تو اپنے یاران طریقت کو گرفتار دیکھ کر ہنسے اور فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پیٹ بھر کر روغنی روٹیاں کھائی ہیں۔ انہوں نے عرض کی، حضرت روغنی روٹیاں کہاں! ہم تو الٹی مصیبت میں مبتلا ہو گئے آپ نے فرمایا، مطمئن رہو۔ کچھ اندیشے کی بات نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ مینہ برسا دے گا۔ یہ بہار خاں بھی تمہاری طرح ہمارے مریدوں کے حلقہ میں داخل ہوگا۔ بعد ازاں آپ نے بستی والوں سے کہا ارے بیرحمو! مردان خدا سے اس طرح نہیں پیش آنا چاہئے کہ تم فقرا پر اعتقاد لاؤ۔ اگر تم میرے دوستوں کو نہ چھوڑو گے۔ تو بجائے پانی کے تم پر آگ کی بارش ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے باعث دوسرے بے قصور بھی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ اگر تم اپنا بھلا چاہتے ہو تو فقرا کے واسطے روغنی روٹیاں لاؤ تاکہ یہ کھائیں اور سیر ہو کر نزول باراں کے لئے دعا کریں۔ قصہ کوتاہ زمیندار روغنی روٹیاں پکوا کر لائے اور شیر و شکر بھی۔ یاران طریقت نے تناول کے بعد مستانہ انداز میں رقص کرنا شروع کیا۔ اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے، یہ کہا، مولا! اب کیا دیر ہے حسینؒ اور اس کے دوست تو سب سیر ہو چکے ہیں۔ پانی برسا اور نہ ترسا۔ آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ آسمان پر بادل چھا گئے۔ اور مینہ برسنے لگا۔ اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ اس کرامت سے متاثر ہو کر بہار خاں نمبردار آپ کے غلاموں میں داخل ہوا۔ اور تادم حیات آپ سے جدا نہ ہوا۔

Marfat.com

۳۔ ایک بزرگ حاجی یعقوب مدنیؒ نے حضرت لال حسین کو مدینہ منورہ میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر روز و شب معتکف دیکھا تھا اکثر حج کے ایام میں ان کے ہمراہ طواف بیت اللہ شریف بھی کیا تھا۔ اس ہمہ وقتی یکسجائی کے سبب ان دونوں میں اچھی خاصی جان پہچان تھا۔ اتفاقاً حضرت حاجی یعقوب مدنی سیاست کی غرض سے لاہور پہنچے ایک دن آپ نے حضرت لال حسین کو بایں حال دیکھا کہ رقص کرتے ہوئے مستی و سرشاری کے عالم میں بکھر رہے ہیں۔ آپ یہ نقشہ دیکھ کر ششدر و حیران رہ گئے۔ حاجی موصوف نے لوگوں سے پوچھا کہ آخر یہ کیا بات ہے۔ یہ شخص مدینہ منورہ میں تو بڑا زاہد اور متشرع تھا۔ لاہور میں اسے کیا ہوگیا ہے انہوں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ جو اتنی بدمستی پہ اترا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا ایسی بات زبان پہ نہ لانا۔ یہ حضرت لال حسین ہیں اپنے زمانے کے بہت اونچے درویش حاجی صاحب نہ رہ سکے اور حضرت لال حسین کے پاس جا کر کہنے لگے، اے مرد خدا! لاہور کب سے آئے ہو؟ میں نے تو آپ کو مدینہ منورہ میں بایں صورت چھوڑا تھا۔ کہ شریعت کا اتباع بھی ہے اور اعتکاف بھی۔ آپ وہاں عرب لبصلاح مشہور تھے مکہ اور مدینہ میں دونوں جگہ میرا اور آپ کا ساتھ رہا ہے۔ مجھے حقیقت حال سے مطلع فرمائیں میں عجب الجھن میں ہوں حضرت لال حسین نے فرمایا، آنکھیں بند کیجئے اور دیکھئے جب حاجی صاحب نے آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ حضرت لال حسینؒ عارفانہ لباس پہنے ہوئے آنحضرت صلعم کے روضہ مطہرہ کے نزدیک معتکف ہیں۔ آپ نے یہ نقشہ دکھا کر حاجی صاحب سے کہا کہ اب آپ جائیے اور راز فاش نہ کیجئے میں ہمیشہ سے لاہور میں رہتا ہوں مکہ و مدینہ کبھی نہیں گیا۔ حاجی صاحب نے حضرت کی بات نہیں

Marfat.com

مانی اور باآواز بلند کہا کہ اے اہل لاہور! یہ ولی کامل ہے۔ میں اسے طواف کعبہ کے دوران چھوڑ کر لاہور آیا ہوں۔ مدینہ منورہ میں ان کے اور میرے دوستانہ مراسم تھے۔ جب حضرت نے دیکھا کہ حاجی صاحب نے راز فاش کر دیا ہے تو آپ نظر سے غائب ہو گئے جب ازاں حاجی صاحب نے انہیں ہر چند تلاش کیا لیکن پتہ نہ ملا۔ جب مکہ مکرمہ کو ان کی واپسی ہوئی تو طواف کعبہ میں سر بسجود پایا۔ وہاں جاتے ہی حاجی صاحب۔ ان کے قدموں میں گر پڑے اور ان کی خدمت میں رہنے لگے۔

۴۔ حقیقت الفقرا میں مرقوم ہے اکبر سے اس کے اراکین دربار نے کہا کہ لاہور میں ایک فقیر لال حسین نامی رہتا ہے اس کی داڑھی مونچھیں منڈی ہوئی ہیں، سرخ لباس پہنتا ہے۔ اور اسکی محفل میں دور شراب بھی چلتا ہے۔ لوگ اسکی ولایت کے قائل ہیں۔ اکبر نے یہ باتیں سنیں تو مالک علی کوتوال شہر لاہور کے نام شاہی فرمان بھیجا۔ کہ لال حسین فقیر کو ہتھکڑیاں بیڑیاں پہنا کر ہمارے حضور لایا جائے وہ کچھ عرصہ تک آپ کی تلاش میں رہا لیکن آپ اسے نہ ملے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ بادشاہ کے حسب الحکم دُلّا بھٹی جو بڑا معتبر، باغی اور راہ زن تھا۔ گرفتار ہو کر لاہور آیا۔ حکم شاہی یہ تھا کہ اسے بمقام نخاس پھانسی دی جائے۔ ملک کوتوال اسے پھانسی دینے کے واسطے نخاس (منڈی) میں گیا ہوا تھا۔ اس کے پاس اس وقت اس کا حسین بیٹا بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً حضرت لال حسین رح بھی وہاں آ پہنچے اور اس حسین لڑکے کو دیکھنے لگے لوگوں نے انہیں دیکھ کر کوتوال کو اطلاع دی کہ حضرت لال حسین رح وہ سامنے کھڑے ہیں اس نے اسی وقت آپ کو گرفتار کرا لیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کو تو مجھے کیوں گرفتار کرتا ہے۔ تو کوتوال نے کڑکتی ہوئی آواز میں جواب دیا، اچھا اپنی اندمشرقی اور شاہد بازی

کے باوجود ہم سے یہ پوچھتا ہے۔ کہ کس جرم میں گرفتار کیا ہے۔ ملک علی کے حکم سے حضرت لال حسینؒ کے پاؤں میں زنجیر ڈالی گئی۔ قدرت الٰہی سے وہ زنجیر اسی وقت ٹوٹ گئی دوبارہ پہنائی تو پھر چھن کے ٹوٹی۔ ملک علی کو حیرت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے گرفتار نہ کر۔ ملک علی نے کہا کہ تو جادوگر ہے میں اب اسی زور سے تیرے میخ ماروں گا۔ کہ تو جانبر نہ ہوگا۔ اسی اثنا میں شہنشاہ اکبر کا فرمان ملک علی کے نام پہنچا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ دُلا بھٹی کو جلد سے جلد پھانسی پر لٹکائے اور پھانسی پر لٹکتے وقت جو الفاظ اس کی زبان سے نکلے انکی رپورٹ ہمیں دے۔

اس فرمان کی تعمیل میں ملک علی کوتوال نے دُلا بھٹی کو فوراً پھانسی دی پھانسی پاتے وقت دُلا بھٹی نے اکبر کو ہزار ہزار گالیاں دیں۔ اپنے کام سے فراغت کے بعد ملک نے شہنشاہ اکبر کے نام جو عریضہ تحریر کیا۔ اس میں اول تو وہ تمام گالیاں لکھیں جو دُلا بھٹی نے اکبر کو دی تھیں اور پھر حضرت لال حسینؒ کی گرفتاری اور زنجیروں کے ٹوٹنے کی سرگذشت لکھی۔ جب یہ عریضہ شہنشاہ اکبر نے سنا تو اکبر نے کہا کہ اس پاجی ملک علی نے ہمارے ادب کا پاس نہ کیا اور تفصیل وار گالیاں لکھتے ہوئے۔ اس نے شرم محسوس نہ کی غرض اس وقت احکام صادر کر دیئے کہ ملک علی کے سقرہ میں میخ ٹھونکی جائے۔

۵ — ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ حضرت لال حسینؒ کسی دوست کے یہاں مہمان تھے۔ خوش گپیاں ہو رہی تھیں اور ساغرِ مینا کا دور چل رہا تھا۔ حضرت مادھو بھی شریک محفل تھے۔ جب آدھی رات ہوئی۔ تو آپ نے مادھو کے کپڑے میلے کچیلے دیکھ کر ایک دوست سے کہا، اس کے کپڑے دریائے راوی پر لیجا اور کسی دھوبی سے اسی وقت دھلوا لا اس نے عرض کی! حضرت! آدھی رات کا وقت ہے دھوبی کہاں ملے گا

شہر کے دروازے بھی بند ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ چون وچرا نہ کر اور جلد جا۔ جب وہ باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ دن نکلا ہوا ہے۔ دریا کے کنارے پہنچا تو وہاں ایک دھوبی موجود تھا اس نے کپڑے لے کر دھو دیئے اور مزدوری نہ لی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ حضرت لال حسین سے میرا سلام عرض کر دینا۔ یہ شخص کپڑے لے کر واپس آیا۔ تو آدھی رات کا وقت تھا۔ اس نے کپڑے دیئے اور دھوبی کا سلام پیش کیا۔ حضرت لال حسینؒ نے فرمایا اے شخص تو تعجب نہ کر۔ وہ دھوبی ایک فرشتہ تھا۔

۶ــ جب شہنشاہ اکبر کو ٹھٹھ کی مہم پیش آئی تو اس نے عبدالرحیم خان خاناں کی سرکردگی میں ٹھٹھ ایک فوج بھیجی اور حکم دیا کہ یہ مہم جلد سے جلد سر کی جائے۔ جب عبدالرحیم خان خانخاناں اثنائے سفر میں لاہور پہنچا اور یہاں اس کی ملاقات اپنے استاد ابوالفضل سے ہوئی تو مہم کے معاملہ میں بھی گفتگو ہوئی۔ خانخاناں نے ابوالفضل سے پوچھا کہ اگر لاہور میں کوئی شیخ کامل ہو تو مجھے پتہ بتائیں۔ تاکہ میں اس سے اس معاملہ میں رجوع کروں ابوالفضل نے حضرت لال حسین کا نام اور پتہ بتایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ اگر تجھے گالی بھی دیں تو اس کا احساس نہ کرنا۔ اس میں بھی تیرے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ خانخاناں نے ابوالفضل سے کہا کہ آپ بھی میرے ہمراہ چلیں تو کیا ہی اچھی بات ابوالفضل نے اس پر کہا کہ تنہا جانے میں ہی فائدہ ہے۔ حضرت لال حسینؒ سے ملاقات کا وقت آدھی رات کا ہے۔ اس وقت وہ لطف و سرور کے عالم میں ہوتے ہیں عرض عبدالرحیم خانخاناں آدھی رات کے وقت دربار قلندری میں پہنچا اس رات حضرت لال حسینؒ کسی مرید کے یہاں شب باش تھے۔ اور آپ نے اس مرید سے پہلے ہی فرما دیا تھا۔ کہ آج دو روغنی روٹیاں تیار رکھنا۔ میزبان نے حکم کی تکمیل میں روٹیاں تیار کرا

Marfat.com

رکھی تھیں۔ جب وقت طعام آیا تو آپ نے فرمایا کہ دو روغنی روٹیاں الگ رکھو ایک مہمان نمودار ہوگا۔ یہ اس کا حصہ ہیں۔ جب وقت نیم شب ہوا تو خانخاناں نے دروازہ پر دستک دی۔ آپ نے اسے طلب کیا جب وہ روبرو آیا تو اس نے پانچ سو روپے کی نذر پیش کی۔ حضرت لال حسینؒ نے اسے دو روغنی نان مرحمت فرمائے۔ روغنی نان مرحمت فرمانے کی وجہ یہ تھی۔ کہ عبدالرحیم خان خانخاناں نے اثنائے راہ میں یہ سوچا تھا۔ کہ اگر حضرت لال حسین کامل فقیر ہیں تو مجھے روغنی نان کھلائے گا۔ بعد ازاں حضرت لال حسین نے کچھ گالیاں دیں اور وہ روپیہ لے کر فرمایا کہ اس نے صرف پانچ سو روپے میں ٹھٹھہ ہم سے خرید لیا پھر اس ہدایت کے ساتھ کہ فتح کی دعا کے لئے کسی اور درویش سے رجوع نہ کرنا کیونکہ ہم نے یہ علاقہ تجھے بخش دیا ہے۔

جب عبدالرحیم خان خانخاناں لاہور سے ملتان پہنچا حضرت خواجہ بہاء الحق ذکریا ملتانیؒ کی خانقاہ پر بھی حاضر ہوا اس وقت وہاں شیخ کبیر بالا پیرؒ سجادہ نشین تھے۔ ان کی خدمت میں عبدالرحیم خان خانخاناں نے دو سو روپے نذر کیے۔ جو انہوں نے لے لیے لیکن دوسرے دن علی الصباح انہوں نے یہ رقم خانخاناں کو واپس کر دی۔ خانخاناں نے سبب پوچھا تو حضرت شیخ کبیر بالا پیرؒ نے فرمایا کہ آج شب کو خواب میں حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ نے فرمایا ہے کہ روپیہ واپس کر دو کیونکہ خانخاناں نے یہ روپیہ فتح ٹھٹھہ کے سلسلے میں دیا ہے۔ اور چونکہ یہ کام پہلے ہی حضرت لال حسینؒ کی دعا سے ہو چکا ہے اس لئے ہم کس صورت میں روپیہ لے سکتے ہیں۔ اگر روپیہ دینا ہے تو حسبتاً للہ دو ورنہ ہم تاقیامت بار احسان سے سبکدوش نہ ہو سکیں گے۔ یہ سن کر عبدالرحیم خان خانخاناں حضرت لال حسین کا اور بھی زیادہ معتقد ہو گیا۔ آخر کار اس نے ملک ٹھٹھہ پر فتح

اور جو کچھ حضرت لال حسینؒ نے فرمایا تھا۔ اس طرح وقوع میں آیا۔

۷۔۔ ایک شخص معید نامی تھا۔ اس کے کان میں کچھ ایسا درد اٹھا کہ رکنے میں نہیں آتا تھا۔ اس نے ہر چند علاج معالجہ کرایا، فائدہ نہ ہوا۔ لوگوں نے اسے مشورہ دیا اگر وہ شفا چاہتا ہے تو حضرت لال حسینؒ سے ملے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ درویش غیر متشرح ہے۔ اس سے اس سلسلہ میں رجوع کرنا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ جب کسی طرح درد رکنے ہی میں نہ آیا تو اس شرعی حیلے سے کہ جان بچانے کے لئے ایسے شخص سے ملنے میں بھی کوئی قباحت نہیں آپ سے ملنے کا قصد کیا۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو اپنا حال بیان کیا۔ حضرت لال حسینؒ نے فرمایا اے معید! وہ کاغذ کا ٹکڑا، جو سامنے پڑا ہوا ہے، اٹھا کر اپنے کان میں رکھ لے۔ معید نے کہا حضرت میں کئی بار کاغذ کے پرزے کان میں رکھے ہیں۔ ان سے مجھے تو کچھ فائدہ ہوا نہیں۔ آپ نے فرمایا، معید! ہم جو کہہ رہے ہیں، یہ کاغذ کا پرزہ کان میں رکھ لے اس سے تجھے شفا ہو گی۔ جب معید نے کاغذ کا وہ پرزہ کان میں رکھا تو فوراً درد کافور ہو گیا۔ ملا معید اس کرامت سے آپ کی عظمت اور ولایت کا قائل ہو گیا۔

۸۔ حضرت لال حسینؒ کی خدمت میں ایک کیمیاگر تولہ بھر اکسیر بنا کر لے گیا۔ آپ نے اس سے کہا، ارے بے وقوف تو نے ناحق اتنی محنت اٹھائی۔ پہلے تو سیماب لایا پھر جنگل میں بوٹیوں کی تلاش میں خاک چھانی اپلوں کا دھواں آنکھوں میں لیا۔ پھر غدا غدا کر کے تو نے اکسیر بنائی۔ یہ کیمیاگر بڑے فخر سے آپ کے پاس آیا تھا۔ جب اس نے یہ گفتگو سنی تو اسے سخت ندامت ہوئی۔ حضرت لال حسینؒ نے کیمیاگر کا ہاتھ پکڑا اور الگ لیجا کر اس کے روبرو پیشاب کیا۔ اس کیمیاگر نے دیکھا

Marfat.com

کہ جہاں جہاں آپ کا پیشاب گرا وہ جگہ طلا بن گئی۔ اس سے کیمیا گر کو سخت ندامت ہوئی۔

۹ — شیخ اوزاعیؒ حضرت لال حسینؒ کے پیر بھائی تھے۔ جب انہوں نے حضرت لال حسینؒ کا شہرہ سنا تو ان کی ولایت کا امتحان لینے کے لئے لاہور آئے۔ لیکن وقت امتحان آیا تو خود شکار ہو گئے۔ ع

شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے

ان سے حضرت لال حسینؒ نے فرمایا کہ تم پٹنہ جاؤ وہاں لوگ تمہاری راہ میں آنکھیں بچھائیں گے۔ لیکن یہ نہیں گئے ادھر ادھر گھوم کر پھر لاہور آئے اس وقت حضرت لال حسینؒ پردہ فرما چکے تھے ان سے باطن میں پھر حضرت نے تاکید کی لیکن انہیں حضرت لال حسینؒ سے کچھ اتنی وابستگی تھی۔ کہ پٹنہ جانے کا نام نہیں لیتے تھے۔ آخر حضرت لال حسینؒ نے شہنشاہ اکبر کو باطنی اشارہ کیا کہ ہمارے مزار پر ایک شخص اوزاعیؒ نام کا ہے۔ اسے فوراً پولیس اور فوج کی نگرانی میں پٹنہ پہنچا دیا جائے۔ وہاں اس کی ضرورت ہے۔ پٹنہ میں رشد و ہدایت کے چراغ اس کے وجود اور اس کی تعلیمات سے روشن ہوں گے۔ شہنشاہ اکبر نے اس اشارہ غیبی کی تعمیل کی اور انہیں پٹنہ بھجوا دیا۔ جب یہ پٹنہ جانے لگے تو انہوں نے حضرت لال حسینؒ سے درخواست کی کہ حضرت میرے حال پر نظر رکھنا۔ شیخ اوزاعیؒ کا مزار پٹنہ میں آج بھی زیارت گاہ خلق ہے۔ پٹنہ کے محلہ سلطان گنج میں ان کا مزار بڑا عالی شان بنا ہوا ہے۔

۱۰ — داراشکوہ نے کتاب شطحیات میں تحریر کیا ہے کہ لوگوں نے ایک دفعہ حضرت لال حسینؒ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا۔ کہ میں نہ مقیم ہوں نہ مسافر، مسلمان نہ کافر، آلان کمالان۔ لاہور میں مخدوم الملک عہدہ قضا پر فائز تھا اس

Marfat.com

نے حضرت لال حسین کو آئین شریعت کے شکنجے میں کسنے کی کوشش کی۔ ایک دن یہ صورت پیش آئی کہ مخدوم الملک کی سواری جا رہی تھی آپ کا بھی وہاں سے گذر ہوا آپ نے لگام پکڑ کر گھوڑے کو ٹھہرا لیا اور پوچھا کہ قاضی صاحب یہ تو فرمایئے کہ ارکان اسلام کتنے ہیں۔ مخدوم نے جواب دیا پانچ۔ توحید۔ حج۔ زکواۃ۔ نماز۔ روزہ

حضرت لال حسین نے فرمایا کہ توحید میں تو تم اور ہم دونوں برابر ہیں۔ باقی حج و زکواۃ کے تارک تم ہو اور نماز و روزہ کا تارک میں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میں تو دو رکن ترک کرنے کے باعث لائق تعذیر ٹھہرا اور آپ نے اپنے آپ کو قابل مواخذہ نہیں سمجھا۔ حالانکہ جرم کی نوعیت ایک ہی سی ہے۔ مخدوم الملک نے اس کے بعد پھر کبھی تعزیر کا خیال نہیں کیا۔

۱۱۔ ایک دفعہ شہنشاہ اکبر کے حکم سے ان کے وزیر باتدبیر حضرت لال حسین کا مادبھار لینے آئے لیکن یہاں آکر انہوں نے دیکھا کہ ان کے داڑھی بھی ہے۔ شرع کے مطابق اور ان کے پاس شراب کی قسم سے کوئی چیز نہیں ہے۔ البتہ دودھ کے برتن بھرے ہوئے ہیں۔ یہ وزیر جو تعزیری احکام لے کر آیا تھا۔ صدق دل سے حضرت لال حسینؒ کا مرید ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رح

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رح حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح کے اصحاب اور خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے ابتدائی ایام میں مجاہدہ و ریاضت کے ذریعہ وہ مقام حاصل کر لیا تھا۔ کہ ان کے معاصرین ان پر رشک کرتے تھے موصوف نے شروع شروع میں شاہ اسکندر بن شاہ کمال کیتھلی رح کے دست اقدس پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی تھی بعد ازاں آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رح کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد رح کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرت شیخ عبدالاحد کا وصال ہوا تو حضرت مجدد الف ثانی رح کی نظر عنایت ان پر پڑی۔ مقامات سلوک طے کرنے میں انہیں موصوف الذکر سے گوناگوں فوائد حاصل ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح سے ان کے قرب کا سبب ایک یہ بھی تھا۔ کہ آپ ان کے ہر دو صاحبزادگان خواجہ احمد سعید رح اور خواجہ محمد معصوم رح کے مربی اور معلم بھی تھے آپ نے چند سال تک درس و تدریس کی یہ خدمت جلیلہ سرانجام دی۔

جن ایام میں حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رح تعلیم و تعلّم اور درس و تدریس میں مصروف تھے ایک دن حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنے تمام مریدوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم پر غیب سے یہ حقیقت منکشف ہوئی ہے کہ ہمارے خلفاء میں سے ایک شخص کافر ہو جائے گا۔ مریدوں نے دریافت کیا کہ یا حضرت وہ کون بدنصیب ہے۔ ارشاد ہوا۔ شیخ طاہر بندگی رح ہوا یہ کہ کچھ عرصہ کے بعد شیخ طاہر بندگی رح ایک ہندو عو

Marfat.com

پر عاشق ہو گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ زنار ہی کمر اور قشقہ لگا کر آپ بت خانہ میں جا بیٹھے۔ آپ اس زمانے میں یہ شعر بار بار پڑھا کرتے تھے ؎

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست

ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

بت خانے میں جا بیٹھنے کا سبب یہ تھا کہ جس عورت پر آپ عاشق تھے وہ بت خانے میں مورتی پوجا کرتی تھی۔ جب یہ خبر حضرت مجددؒ کے صاحبزادوں کو ہوئی تو انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں سفارش کی کہ ہمارے استاد کو کفر کی دلدل سے نکالیے۔ حضرت مجددؒ نے ان کے حق میں دعا کی شیخ طاہرؒ کی آنکھیں کھل گئیں۔ بت خانے سے منہ موڑ کر دوڑتے ہوئے حضرت مجددؒ کے آستانے پر پہنچے اور دوبارہ تائب ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان کے حال پر خصوصی توجہ فرمائی اور تھوڑی سی مدت میں منصب رشد و ہدایت پر فائز کر دیا۔ نقشبندی، قادری اور چشتی سلسلہ میں انہیں تلقین و ارشاد کی اجازت بھی دے دی گئی۔ بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حسب الحکم آپ نے لاہور کا رخ کیا۔

لاہور میں آپ وارد ہوئے تو سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ امراء پر اپنے آستانے کے دروازے بند کر دیئے۔ اپنی معاش کے لئے آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ فقہ حدیث کی کتب اپنے ہاتھ سے لکھتے اور پھر ان پر فاضلانہ انداز میں حاشیے بھی تحریر کرتے اور ان کی تصحیح کا اہتمام بھی خود ہی فرماتے۔ یہ کتب آپ ضرورت مندوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے اور ان سے جو یافت ہوتی اس میں گزارہ کرتے۔ ارشاد و تلقین میں دن رات مصروف رہتے۔ انکی توجہ اور ان کی ہدایت سے ہزارہا اشخاص نے

Marfat.com

ولایت پر فائز ہو سکے۔

حضرت محمد طاہر بندگیؒ اپنے وقت کے قطب تھے۔ اس لئے ظاہراً و باطناً آپ شریعت کی اتباع پر زور دیتے تھے خود بھی شریعت کی کامل اتباع کرتے تھے۔

صاحب تذکرۂ آدمیہ نے حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے ان خطوط کی نقلیں درج کی ہیں، جو موصوف نے لاہور سے حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے نام ارسال کیے تھے۔ ان میں سے ایک عریضہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

"حضرت سلامت الفقیر الخدمت محمد طاہر بعرض می رساند کہ چوں از آستان علیہ متوجہ لاہور شدم در سرقدمے با خود می گفتم کہ اے نادان مقصود را در سرہند گذاشتہ کجا می روی ما آواز غیب نداشد کہ راہی شو و توقف مکن آخر کشاں کشاں در لاہور آوردند و بگوشۂ مسجدے حیران و پریشان نشستم ناگاہ روح پرفتوح حضرت خواجہ نقشبندی ظاہر شدہ باعث گشتت کہ بکار یکہ مامور شدہ مشغول شو انشاء اللہ مرہم کم چند کس را مشغول ساختم حالا مجلس گرم ست وارواح مشایخ عظام فوج در فوج تشریف می آرند والطاف کثیرہ می فرمایند خصوصاً حضرت غوث الاعظم و خواجہ بزرگ نقشبند و حضرت گنج شکر در حلقۂ ذکر و نماز تشریف فرما می شوند و جناب رسالت مآب ہم با چند ہزار اصحاب نامدار تشریف آوردہ رونق افروز محفل میشوند و نوازشہا می فرمایند و در عشرۂ اعتکاف بخلوت خاص و نسبت تازہ سرفراز گردند و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا الطاف بسیار فرمودہ بندہ تشریفات خاصہ بنواخت و قیل

ازیں ہر یک نسبت ثلاثہ یعنی نسبت نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ نوبت بنوبت رو میداد دگاہے مختلط ہم می شود و گاہے غالب و مغلوب ہم میگردد و یک نوبت نسبت چشتیہ غلبۂ عظیم پیکرد بیکہ از نسبت ہائے دیگر نا امید گشتم درین ضمن نسبت نقشبندیہ غلبہ کرد و دیگر نسبت ہا را زیر نمود حالا ہر سہ نسبت یکے شدہ اند و دریں ایام سیر در نسبت مبارک غلام کم است و در نسبت اصحاب نبوبہ زیادہ تر است و سوائے نسبت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اکثر او قات بندہ در نسبت حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ الملک الاکبر میباشد و بسیار خرم و خوش میماند و مطلب فقیر ہمیں است کہ ہمیں نسبت پیغمبرے ترقی و زیادتی پذیرد والسلام"۔

(ترجمہ) حضور والا آپ کا حقیر خادم محمد طاہر عرض پرداز ہے کہ جب آستانہ مجددیہ عالیہ سے عازم لاہور ہوا تو ہر قدم پہ میں اپنے آپ سے یہ کہتا تھا۔ کہ نادان تیری منزل مراد اور کعبہ مقصود تو سرہند میں ہے تو جاتا کہاں ہے۔ لیکن غیب سے میرے کانوں میں یہ آواز آتی تھی کہ سفر جاری رکھ کہیں پڑاؤ بھی نہ کرنا۔ آخر مقدر نے کشاں کشاں لاہور پہنچا دیا۔ یہاں میں ایک مسجد کے گوشے میں حیران و پریشان بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اچانک حضرت خواجہ نقشبندؒ سے روحانی ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس بات پہ زور دیا۔ کہ جس کام پہ تجھے مامور کیا گیا ہے۔ اس کی سر انجام دہی میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤ۔ ان کے اور آپ کے احکام کی تعمیل میں، میں نے تلقین و ہدایت کے سلسلہ کا آغاز کر دیا ہے۔ چند اشخاص جمع ہو جاتے ہیں۔ مجلس اب ابھی گرم ہے

Marfat.com

مشائخ عظام کی ارواح متوجہ ہوتی رہتی ہیں اور میرے حال پر ان کی خاص عنایت ہے خصوصیت کے ساتھ حضرت غوث الاعظمؒ، خواجہ بزرگ نقشبندؒ، اور حضرت گنج شکرؒ کی ارواح حلقہ ذکر میں اور نماز کے اوقات میں نزول اجلال فرماتی ہیں۔ جناب رسالت مآب علیہ السلام چند ہزار صحابہ کی معیت میں رونق افروز ہوتے ہیں اور انکی تشریف آوری سے محفل کی شان دوبالا ہو جاتی ہے۔ ان کی عنایتیں اور نوازشیں میرے شریک حال رہتی ہیں عشرۂ اعتکاف میں خاص خلوت اور تازہ نسبت سے مجھے نوازا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے بھی مجھے الطاف بے پایاں سے نوازا ہے۔ پہلے پہل نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ نسبتیں باری باری بروئے کار آتی تھیں کبھی یہ نسبتیں آپس میں مل جل جاتی اور کبھی غالب و مغلوب ہوتیں ایک دفعہ چشتی نسبت نے اتنا غلبہ کیا کہ میں دوسری تمام نسبتوں سے مایوس ہو گیا۔ اسی اثنا میں نسبت نقشبندیہ نے غلبہ کیا اور دوسری تمام نسبتیں مغلوب ہو گئیں۔ اب یہ عالم ہے کہ یہ تینوں نسبتیں متحد ہو گئی ہیں۔ ان ایام میں مشائخ عظام سے جو نسبتیں ہیں۔ ان کی جانب میری توجہ کم ہے اصحاب نبویہ کی طرف میلان خاطر بڑھ رہا ہے۔ خلفائے راشدین کی نسبتوں کے علاوہ آنحضرت صلعم کی نسبت بھی غالب رہتی ہے اور بندہ اس نسبت کے سبب بہت زیادہ مسرور اور مطمئن رہتا ہے۔ فقیر کی خواہش بھی یہ ہے کہ یہی نسبت نبوت ترقی کرے اور اسی میں اور اضافہ ہو۔ والسلام۔

اگرچہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ کی توجہ سے ہزارہا مخلوق فیض یاب ہوئی اور ان میں اکثر منصب ولایت پر بھی فائز ہوئے۔ لیکن ان میں سے نامور خلفاء چار ہوئے ہیں:-

Marfat.com

(۱) شیخ ابو محمد قادری نقشبندی لاہوریؒ

(۲) سید صوفیؒ جن کا مزار پرانوار دہلی میں ہے۔

(۳) شیخ مکھن مستؒ جو ہمیشہ سرشار مے عشق الٰہی رہتے تھے۔ اور ہر وقت ان پر بیخودی کا عالم طاری رہتا تھا۔ جس پر بھی ان کی نظر پڑ جاتی تھی اسے مرتبہ ولایت پر فائز کر دیتے تھے ان کا مزار لاہور میں ہے موری دروازہ کے باہر

(۴) شیخ ابوالقاسم نقشبندیؒ ان کا مزار گوہربار جدہ میں ہے وہ اپنے پیر روشن ضمیر کی اجازت سے عازم حجاز ہوئے تھے۔ جب حرمین شریفین کے طواف کے بعد جدہ پہنچے تو ان کا وصال ہو گیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

روضۃ السلام کا مصنف رقمطراز ہے کہ دوسری نسبتوں سے زیادہ آپ پر نسبت قادریہ کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ آپ کے ہم عصر مشائخ قادریہ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ جب حضرت سید آدم بنوری مجددیؒ نے آپ کی شخصیت کا شہرہ سنا تو بنور سے پاپیادہ لاہور کا رخ کیا اور حضرت شیخ طاہرؒ سے سلسلہ قادریہ کی نسبت کے فیوض و برکات حاصل کیے۔

حضرت شیخ طاہرؒ کا انتقال بروز پنجشنبہ ہشتم ماہ محرم سنہ ۱۰۴۰ھ کو ہوا آپ کا مزار پرانوار گورستان میانی میں ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ جمال سہروردیؒ

حضرت شاہ جمال سہروردیؒ۔ سہروردی سلسلۂ طریقت کے شیخ تھے۔ آپ کا شجرہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ سے ملتا ہے۔ آپ حسینی سید تھے۔ ان کی اولاد آج تک سیالکوٹ میں چلی آتی ہے۔ ان کے بھائی شاہ کمال بھی بڑے صاحب کمال درویش گذرے ہیں۔

حضرت شاہ جمالؒ نے اپنی سکونت کے لئے ایک ہفت منزلہ عمارت (دمدمہ) تیار کرائی تھی جس زمانہ میں یہ دمدمہ زیر تعمیر تھا۔ انہی ایام میں سرائے ٹولیاں والی (جس میں شاہان مغلیہ کے عہد میں گولہ بارود رہتا تھا۔ اور پندرہ بیس ہزار آدمی اس میں سما سکتے تھے) کی تعمیر ہو رہی تھی۔ راج مزدوروں کی کمی تھی۔ اس لئے حضرت شاہ جمال نے راج مزدوروں سے یہ طے کیا تھا۔ کہ وہ دن میں سرائے کی تعمیر کیا کریں۔ اور رات کو دوگنی اجرت پر دمدمہ کی تعمیر کا بیڑا اٹھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب ~~~ھ میں یہ دمدمہ تعمیر ہو چکا۔ تو اکبر بادشاہ کی ہمشیرہ سلطان جہاں بیگم نے ازراہ خفگی حضرت شاہ صاحب کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ کے دمدمہ سے ہمارے محل میں بے پردگی ہوتی ہے اس کا مناسب تدارک کیا جاتے۔

شاہ جمالؒ نے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ ہم اپنے دمدمہ کو نیچا کیے لیتے ہیں مگر یہ یاد رہے کہ تیری حویلی کا عنقریب نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ جب رات ہوئی تو آپ نے سب سے اوپر کی منزل پر چڑھ کر وجد کرنا شروع کیا یہاں تک

Marfat.com

گر دمدمہ کی پانچ منزلیں زمین میں دھنس گئیں اور صرف اوپر کی دو منزلیں رہ گئیں۔ جو اب بھی موجود ہیں۔ جب لوگوں نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو ان کی خدمت میں آمد و رفت کا تانتا بندھ گیا۔ جو آتا اپنے دل کی مراد پاتا۔

انہی ایام میں دو ہول کھتری جو لاولد تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خربوزے دیگیے۔ آپ نے دو خربوزے اسے واپس دیدیے۔ اور خود نماز میں مشغول ہو گئے پس کھتری نے سمجھا کہ شاید یہ خربوزے تراشنے کو دیئے ہیں۔ اس لیے اس نے ایک خربوزے کو تراشنا شروع کیا۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ تو فرمایا یہ کیا کیا۔ میں نے یہ خربوزے کو تراشنے کو نہیں دیئے تھے۔ بلکہ یہ دو فرزند تھے۔ خیر اب بھی جو ایک ثابت خربوزہ ہے۔ اپنی عورت کو کھلا دے۔ حکم الہی سے دو بیٹے ہوں گے۔ مگر اتنا فرق ضرور ہوگا۔ کہ ایک ہندو اور ایک مسلمان ہوگا۔ یہ مسلمان ہماری خدمت میں رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یکے بعد دیگرے اس کھتری کے دو لڑکے ہوئے ایک لڑکا جو مجنون سا تھا۔ اسے حضرت کی خدمت پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کا نام شیخ فخرالدین رکھا۔ شیخ فخرالدین سے اولاد بھی ہوئی اور آج کل جاود بھی اسکے خاندان سے ہیں

حضرت شاہ جمال کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملتا ہے۔ باین طور شاہ جمال مرید شیخ کگرا بیگ مرید شاہ شرف مرید شاہ معروف مرید شیخ جعفرالدین مرید فقیہہ دین مرید شیخ جمال مرید عارف صدرالدین مرید شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی مرید شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ۔

کرامات

۱۔ جن ایام میں دمدمہ زیر تعمیر تھا۔ معمار راتوں کو مشعلوں کی روشنی میں چنائی کا کام کرتے تھے۔ ایک رات معماروں نے حضرت شاہ جمالؒ

Marfat.com

سے کہا مشعلوں میں تیل نہیں رہا اتفاق سے خانقاہ میں بھی تیل نہ تھا۔ اور رات گئے ملنا بھی مشکل تھا۔ اس موقعہ پر حضرت شاہ جمال نے کہا بجائے تیل کے پانی سے کام لیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ غرض تمام رات پانی نے بزور کرامت تیل کا کام دیا۔

۲۔ ایک دن شیخ فخرالدین اپنے مکان میں تھے شاہ جمال دروازہ سے داخل ہوئے اور آواز دی فخرالدین! اپنے اہل وعیال کو گھر کے سازو سامان سمیت باہر نکال۔ شیخ فخرالدین نے اپنے پیرومرشد کے حکم کی فوری تعمیل کی جب گھر سے سب باہر آئے تو مکان گر پڑا۔ حضرت شیخ جمالؒ نے فرمایا کہ قریب تھا۔ کہ یہ مکان مسمار ہو جائے میں خانقاہ سے اتنا ں خیزاں تیری حفاظت کی خاطر آیا خدا کا احسان ہے کہ تجھے اس بلا سے نجات ملی۔

(۳) حضرت شاہ جمالؒ کو دُنیا سے پردہ پوشں ہوئے تیس سال ہوئے تھے کہ ایک دن عرس کے ایام میں فاتحہ کے وقت ایک دریدہ دہن بھکاری آیا سجادہ نشین نے اسے دو نان خشک دیئے اس بھکاری نے کہا کہ حضرت شاہ جمالؒ کے مزار کا عجب حال ہے۔ کہ یہاں سے دو نان کفن کے بغیر ملتے ہیں۔ یعنی ترکاری وغیرہ ساتھ نہیں ہو سجادہ نشین نے کہا کہ اگر تیری رضا اسی میں ہے۔ کہ تجھے یہیں کفن ملے تو یہ بھی ہو جائے گا۔ سجادہ نشین کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ اس کے اعضا پر لرزہ طاری ہوا اور وہ زمین پر گرتے ہی مر گیا۔ اس کی قبر اسی خانقاہ میں عبرت گاہ خلق ہے۔

وفات چلہ چرخی دار کے پاس ایک تابوتی حجرہ تھا۔ جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے ایک دفعہ آپ چلہ میں بیٹھے۔ تیس دن کے جب کہ ابھی چلہ ختم ہونے میں دس دن باقی تھے۔ حجرہ کے بیرونی حصہ کی چھت

Marfat.com

ور آپ بیچ میں آگئے خدام نے چاہا کہ حضرت کو باہر نکالیں۔ مگر اندر سے آواز
و ہونا تھا۔ ہوگیا۔ مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے۔ اب ہمارا پردہ فاش نہ کرو
سرہ کا دروازہ بند کرکے اوپر قبر کا نشان بنادو۔ چنانچہ شیخ فخرالدین اور دوسرے
نے دروازہ بند کرکے اوپر قبر کا نشان بنادیا۔ بعض کا بیان یہ ہے۔ کہ آپ اس
رہ میں ہر روز حسب معمول بوقت ظہر جایا کرتے تھے۔ اور بوقت عصر باہر آیا
تھے۔ ایک دن اندر جاکر آواز دی کہ دروازہ باہر سے بند کردو جسکی شیخ فخرالدین
یل کی یہ واقعہ ۸ ربیع الثانی ۱۰۶۱ھ کا ہے۔

چاہ چرخی دار کی مرمت مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانے میں راجہ دھیان سنگھ نے
صرف سے کرائی تھی۔ تاریخ وفات کو ہر سال آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔
یں لاہور کے علاوہ دیگر مقامات کے زائرین بھی آتے ہیں۔ تقریب قریب پون صدی
لاہور کے شیوخ رشتے ناطے بھی اسی مزار پہ کرایا کرتے تھے۔ لیکن زمانہ کی رفتار
ساتھ صورت بدل گئی۔ نصف صدی یا پون صدی پیشتر حضرت شاہ جمال کا
ں اتنا بارونق نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جوں جوں آمد و رفت کی سہولتیں ہوتی جاتی ہیں
ں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

خزینۃ الاصفیا کے مولف کا بیان ہے کہ حضرت شاہ جمال کا وصال ۱۰۷۹ھ میں
شاہ جہاں حضرت شاہ جمال نے طویل عمر پائی کہا یہ جاتا ہے۔ کہ آپ کی عمر نسو سے اوپر
ی تھی۔ آپ کی وفات کے سلسلہ میں صاحب خزینۃ الاصفیا نے قطعہ موزوں کیا ہے ؎

رفت از دنیا بہ خلد جاوداں	چوں جمال الدین کمال المعرفت
رحلتش فرمود محسن شد عیاں	ہم ولی الحق جمال المعرفت

Marfat.com

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ

آپ کا اسم شریف خیر الدین تھا اور سلسلہ قادریہ سے آپ تعلق رکھتے تھے شعر
شاعری کا مذاق بھی تھا۔ غربتی تخلص کرتے تھے۔ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا میں تحریر کیا
کہ حضرت شاہ خیر الدین ابوالمعالیؒ ۱۰ ذی الحجہ کو بروز عید الضحیٰ دوشنبہ کے دن ۹۶۰ھ
میں تولد پذیر ہوئے آپ کے خاندان کا تعلق کرمان کے سادات عظام سے تھا۔ آپ
والد ماجد سید رحمت اللہ بن میر سید فتح اللہ شاہ تھے

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کا مزار شریف قلعہ گوجر سنگھ کے قریب ہے۔ مزار
اور گرد ایک عالی شان مسجد ہے۔ جسکی تعمیر حضرت نے اپنی زندگی میں کرائی تھی م
کے قرب و جوار میں امرا اور عوام کی اس کثرت سے قبور ہیں۔ کہ اگر اس احاطے
القبور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ حضرت کی اہلیہ اور بعض رشتہ داروں کی قبریں بھی
احاطے میں ہیں۔ لاہور میں سب سے زیادہ کبوتر اسی مقبرہ پر رہتے ہیں۔ سب
پہلے آپ کے بڑے صاحبزادہ شاہ محمد درویش برقعہ پوش نے کبوتر پالے تھے۔ پھر آ
آہستہ رواج ہو گیا۔

آپ کے مزار عالیہ پر سال میں چار بار میلہ لگتا ہے اولاً عرس کے موقعہ پر
الاول کو ثانیاً عید الفطر کے موقعہ پر ثالثاً عید الاضحیٰ کی تقریب پر رابعاً شب برات
میلوں میں خلقت کا اژدحام ہوتا ہے۔

شاہ ابوالمعالی کا وصال ۶۵ سال کی عمر میں بعہد شہنشاہ جہانگیر ۱۰۲۵ھ

...رامات

۱۔ حضرت ملا شاہؒ کے دل میں جو دارا شکوہ کے پیر و مرشد تھے۔ ایک دن یہ خیال گزرا کہ میں دل و جان سے حضرت غوث الاعظم کا معتقد ہوں نہ معلوم حضرت والا درجت کو بھی میرے اس اعتقاد کی خبر ہے۔ یا نہیں۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک لق و دق بیابان میں، میں کھڑا ہوا ہوں۔ اتنے میں حضرت پیران پیر تشریف لائے۔ آپ کو دستار سفید عنایت فرما کر فرمایا کہ اے ملا شاہ! ہم تمہارے حال سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں تمہارا سر برہنہ دیکھ کر یہ دستار تمہیں دیتے ہیں۔ حضرت ملا شاہؒ فرماتے۔ کہ جب میں صبح کے وقت خواب سے بیدار ہو کر گھر سے باہر نکلا۔ تو حضرت شاہ ابوالمعالی کا ایک خادم مجھے بلانے کے لئے آ رہا تھا۔ جب میں حضرت کی خدمت حاضر ہوا تو انہوں نے ایک سفید دستار مجھے عنایت فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ دستار رات کو حضرت غوث الاعظم نے تمہیں بخشی تھی سفینۃ الاولیا میں یہ واقعۂ خواب اخوند ملا شاہ سے متعلق ہے۔ باقی تفصیلات وہی ہیں جو ہم نے اوپر درج کی ہیں۔ اس لئے واقعہ کی تکرار اور اس کا اعادہ مناسب نہیں۔ اس پورے واقعہ سے جو بات واضح ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کو حضرت غوث الثقلینؒ کی بارگاہ قربیت میں کافی قرب حاصل تھا

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے حضرت پیران پیر دستگیرؒ کے فضائل اور انکی کرامات کے سلسلہ میں تحفۃ القادریہ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی۔

۲۔ دارا شکوہ سفینۃ الاولیا میں رقمطراز ہے کہ عارف حق آگاہ حضرت ملا شاہؒ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے استاد ملا نعمت اللہ کی ہمراہی میں حضرت شاہ ابوالمعالی کی خدمت

Marfat.com

میں پہنچا ہم وہاں جاکر بیٹھے ہی تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے ایک
تسبیح حضرت کی خدمت میں نذر کی حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے یہ نذر قبول کر لی
دل میں یہ خیال آیا کہ اگر حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب کشف القلوب ہونگے تو
تسبیح مجھے عنایت فرما دیں گے۔ جب میں رخصت ہونے لگا۔ تو حضرت شاہ ابو
نے مجھے اپنے پاس بلا لیا۔ اور فرمایا کہ حسب دلخواہ یہ تسبیح لے لو۔ اگر ہو سکے
ہر روز اس تسبیح پر ۱۰۰ بار درود شریف پڑھ لیا کرنا۔ اس سے تمہیں، ہمیں
اس شخص کو جس نے یہ تسبیح نذر کی ہے۔ ثواب ملے گا

حضرت شاہ ابوالمعالی حضرت شیخ داؤد شیرگڑھیؒ کے برادر زادہ بھی تھے
مرید و خلیفہ بھی ان سے بیعت کے بعد آپ نے تیئسؒ سال سخت مجاہدہ کیا تھا۔ جب
ریاضت و مجاہدہ سے آپ نے طریقت کے تمام دشوار گذار مراحل طے کر لئے
اپنے پیر و مرشد کے حکم سے آپ نے لاہور کا قصد کیا شیرگڑھ سے لاہور تک
پر حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے کنوئیں اور تالاب تعمیر کرائے تھے۔ جو آج بھی ان
نام سے منسوب و مشہور ہیں۔ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ سے لاہور میں بہت سول
کسب فیض کیا اکثر مشائخ بھی آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ یاب ہوئے۔
کا کمال یہ تھا۔ کہ جو شخص بھی ان کے ہاتھ پر بیعت ہوتا تھا۔ اسے دربار غوثیت
پہنچا دیتے تھے۔ اور یہ کمال کوئی معمولی کمال نہیں۔

Marfat.com

حضرت شاہ چراغ رح

حضرت شاہ چراغ کا اصل نام حضرت عبدالرزاق بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث گیلانی رح شاہ چراغ رح کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب آپ تولد پذیر ہوئے تو آپ کے جد امجد سید عبدالقادر ثالث گیلانی رح نے فرمایا کہ اس نونہال سے ہمارے گھر اور ہمارے خاندان کا چراغ روشن ہوگا۔ دادا کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ رفتہ رفتہ نام ہی بن گئے آپ کے سنہ ولادت کا پتہ نہیں چلا اور نہ کچھ اور تفصیلات بہم پہنچ سکیں۔ مختلف تذکروں سے جو کچھ ہم اخذ کر سکے ہیں۔ اس کا نچوڑ یہ ہے۔ جو ہم ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ چراغ رح اپنے دور کے کامل و اکمل درویش تھے۔ شہنشاہ مغلیہ شاہ جہاں کو ان سے بے انتہا عقیدت تھی۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے۔ کہاس عقیدتمندانہ تعلق کی بنا پر شاہ جہاں اپنی کسی دختر کا عقد آپ کے صاحبزادہ سے کرنا چاہتا تھا۔ حضرت نے یہ رشتہ پسند نہیں کیا اور شاہ جہاں کو اس کے ارادہ سے باز رکھا۔

حضرت موج دریا بخاری رح رشتے میں آپ کے پھوپھا ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ چراغ نے کافی سیر و سیاحت کی ہے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے بھی آپ مشرف ہوئے اور وہاں کے شیوخ سے بھی کسب فیض کیا

خزینۃ الاصفیا میں آپ کی تاریخ وفات ۲۲ ذی قعد ۱۰۶۸ھ ہے تذکرۃ العارفین میں تحریر ہے کہ آپ کا وصال ۱۷ ربیع الاول ۱۰۹۲ھ میں ہوا ان دونوں

Marfat.com

تاریخوں میں کافی فرق ہے۔ قرینہ یہ کہتا ہے کہ پہلی تاریخ ہی درست ہوگی۔ اس لئے کہ اس کی تائید مصنف تحقیقات چشتی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ کا مزار شاہ اورنگ زیب کے عہد حکومت میں انہی کے احکام سے تعمیر ہوا تھا۔ اس مقبرہ کے اندر آٹھ قبریں ہیں۔ جن میں ایک تو حضرت شاہ چراغ رح کی ہے اور دوسری ان کے صاحبزادہ زین العابدین رح کی ہے۔ باقی قبور بھی رشتہ داروں کی ہیں۔ جہاں حضرت شاہ چراغ رح کا مزار واقع ہے کسی زمانے میں یہاں آبادی تھی اور یہ مزار ایک محلہ، محلہ لنگرخاں میں واقع تھا۔ آج یہاں ہسپتال اور اس سے متعلقہ عمارات ہیں۔

مقبرہ کے مغرب میں ایک مسجد بھی ہے۔ جسے نواب خان بہادر نے اپنے والد کی قبر کی وجہ سے بنوایا تھا۔ یہ مسجد برطانوی دور میں دفتر میں شامل ہوگئی تھی لیکن بعد میں اس کی واگذاری ہوئی اور اب قیام پاکستان کے بعد اسکی شان کچھ اور بھی دوبالا ہوگئی ہے۔ یہاں جمعہ کے دن نمازیوں کا اچھا خاصا اجتماع ہوتا ہے۔

Marfat.com

میاں محمد شاہ بخاریؒ

آپ کا اصلی نام میراں محمد شاہ تھا۔ اور عرفِ عام میں موج دریا بخاری کے نام سے مشہور تھے۔ آپ میر سید جلال الدین میر سرخ کی اولاد میں سے ہیں آپ کا وطن مالوف اور مولد اوچ شریف ہے۔ جو ریاست بھاولپور میں واقع ہے۔ لاہور میں آپ کے قدوم میمنت لزوم کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب شہنشاہ اکبر کو قلعہ چتوڑ کی مہم پیش آئی اور انتہائی کوششوں کے باوجود فتح کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو اس نے اپنے عہد کے نجومیوں سے یہ پوچھا کہ اس قلعہ کی فتح کا سہرا کس کے سر ہے۔ نجومیوں نے حساب دیکھ کر شہنشاہ اکبر کو اطلاع دی کہ جب تک میراں محمد شاہ موج دریا بخاریؒ جو اوچ میں مقیم ہیں۔ نہیں آئیں گے۔ قلعہ کی فتح کا کوئی امکان نہیں۔ شہنشاہ اکبر نے چند معتبر سواروں کو ایک تیز رفتار سانڈنی دے کر حضرت کے پاس بھیجا اور یہ درخواست کی کہ آپ فوراً تشریف لے آئیں۔ جب سوار حضرت موج دریاؒ کی خدمت میں پہنچے اور عرض حال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم سانڈنی واپس لے جاؤ ہم خود ہی چتوڑ پہنچ جائیں گے۔ سواروں نے دریافت کیا کہ حضرت یہ تو فرمایئے کہ ہمیں کیسے معلوم ہوگا۔ کہ آپ چتوڑ میں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم لشکر شاہی سے جا ملو گے۔ اس روز غضب کی آندھی آئے گی تمام خیمے اور شامیانے اکھڑ اکھڑ کر دور جا پڑیں گے۔ مشعلیں اور چراغ بھی گل ہو جائیں گے صرف ایک چراغ جو لشکر شاہی سے کسی قدر فاصلہ پر ہوگا۔ گل نہیں ہوگا۔ وہاں ہم ہوں گے۔

Marfat.com

جب یہ سوار چتوڑ پہنچے تو شہنشاہ اکبر کو حضرت کا پیغام سنایا۔ شام کے وقت جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔ زور کی آندھی آئی تمام خیمے اور شامیانے اکھڑ اکھڑ کر دور جا پڑے مشعلیں اور چراغ گل ہو گئے۔ شہنشاہ اکبر حضرت موج دریا بخاری کی تلاش میں نکلے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ کچھ فاصلے پر ایک چراغ ٹمٹما رہا ہے۔ شہنشاہ برہنہ پا حضرت کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ حضرت موج دریا بخاری نے ارشاد فرمایا۔ کہ جایئے کل قلعہ فتح ہو جائے گا۔ دوسرے دن حضرت خود ہی قلعہ کے پاس تشریف لے گئے۔

یہ مہم سر ہو گئی۔ تو حضرت موج دریا بخاری نے اوچ کی واپسی کا ارادہ کیا۔ اکبر نے عرض کی کہ میں آپ کا خادم ہوں اب آپ اس ملک میں جہاں مناسب سمجھیں قیام فرمائیں۔ حضرت نے لاہور کا انتخاب کیا۔ اس لئے کہ اس شہر کی مخزن اولیاء کی حیثیت سے شہرت تھی۔ شہنشاہ اکبر نے حضرت کے نام ۹ لاکھ روپے کی جاگیر علاقہ بٹالہ وغیرہ میں وقف کی۔ تحقیقات چشتی میں مرقوم ہے کہ شہنشاہ اکبر کا مہری و دستخط فرمان بابت عطائے جاگیر حضرت موج دریا بخاری کے سجادہ نشینوں کے پاس آج تک محفوظ چلا آتا ہے۔ جب عطائے جاگیر کی اطلاع دربار اکبر کے امرا کو ہوئی۔ تو انہوں نے شہنشاہ اکبر سے یہ شکایت کی کہ یہ درویش بے جا فیاضی کا خوگر ہے۔ اس نے کئی لنگر کھول رکھے ہیں۔ اگر یہ درویش فی الواقعہ منصب ولایت پر فائز ہے۔ تو ہم تو جب مانیں کہ جلتے تنور میں کچھ دیر ٹھہر کر باہر صحیح وسلامت نکل آئیں۔

شہنشاہ اکبر ایک کرامت تو دیکھ ہی چکا تھا۔ لیکن جب امرا نے اس کے کان بھرے تو یہ بھی امرا کا ہم خیال ہو گیا غرض قلعہ شاہی میں ایک بہت بڑا تنور گرم کیا گیا۔ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ وہاں لگ گئے۔ خود اکبر بھی اس

Marfat.com

جم غفیر میں موجود تھا حضرت موج دریا بخاریؒ کے اپنے ایک خادم فرید کے رونق افروز تھے جب حضرت موج دریا بخاریؒ کے صاحبزادہ سید شہاب الدینؒ کو آزمائش کا علم ہوا۔ تو انہوں نے بھی قلعہ کا رخ کیا۔ لیکن دربانوں نے انہیں قلعہ میں داخل ہونے سے روکا۔ سید شہاب الدینؒ گرم مزاج درویش تھے۔ انہیں دربانوں کی اس حرکت پر تاؤ آیا فوراً بزور کرامت شیر کی شکل میں نمودار ہوئے اور اندرون قلعہ جا پہنچے۔ شہنشاہ اکبر خوف زدہ ہو کر بھاگا۔ اور اس نے حضرت موج دریا بخاریؒ کے دامن میں پناہ لی۔ حضرت موج دریا بخاریؒ نے شیر سے مخاطب ہو کر فرمایا، شہاب الدین! فقیروں کو غضب آلود نہیں ہونا چاہیے تم اپنی اصل ہیئت میں آجاؤ آپ کے صاحبزادے نے اپنے والد ماجد کے حکم کی تعمیل کی اور پھر لباس بشری پہن لیا۔ اس وقت سے آپ کے صاحبزادہ کا نام شہاب الدین نہرہؒ پڑ گیا (نہرہ ہندی میں شیر کو کہتے ہیں) سید شہاب الدین نے عرض کی کہ آپ کو تنور میں جانے اور وہاں ٹھہر کر نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ خدمت مجھ سے لیجیئے۔ حضرت نے فرمایا نہ تمہاری ضرورت ہے۔ نہ میری خاندان سادات کا ایک ادنی غلام فرید اس خدمت سے عہدہ برآ ہوگا۔ میاں فرید یہ سنتے ہی اللہ اکبر کہہ کر تنور میں کود پڑے۔ امرائے دربار نے تنور سے باہر نکلنے کے لئے ہر چند کہا لیکن انہوں نے کسی کی نہیں سنی۔ جب تک حضرت موج دریا بخاریؒ نے آواز نہیں دی وہ باہر نہیں آئے۔ میاں فرید باہر نکلے تو ہشاش بشاش تھے۔ جلن کی کوئی علامت ان کے جسم پر تو کیا کپڑوں پر بھی نہ تھی۔

حضرتِ موج دریا بخاریؒ کی وفات ۱۷، ربیع الاول ۱۰۱۳ھ کو شہنشاہ اکبر کی وفات سے ایک سال قبل ہوئی آپ کا وصال خان فتا متصل بٹالہ ہوا تھا وہیں

Marfat.com

آپ کو غسل دیا گیا۔ جسکی یاد میں ایک قبر وہاں بھی ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ سید صفی الدینؒ آپ کی نعش مبارک لاہور لے آئے اور جہاں آپ کا مزار ہے یہاں دفن کیا۔ حضرت موج دریا بخاریؒ اکثر بٹالہ میں اس لئے رہا کرتے تھے۔ کہ وہاں بھی آپ کی ایک اہلیہ محترمہ تھیں اور یہ شاہی خاندان سے تھیں۔ اس بی بی کے بطن سے سید شہاب الدین نہرہ اور سید بہاؤ الدین متولہ ہوئے۔ سید صفی الدینؒ آپ کی پہلی بیوی کی اولاد میں سے ہیں۔ سید شہاب الدینؒ بھی اپنے زمانے میں درویش کامل ہوئے ہیں۔ ان کی قبر موضع بھوگی وال نواح لاہور میں ہے اور آپ کی وصیت کے مطابق خام ہی چلی آتی ہے۔

حضرت موج دریا بخاریؒ کی پیدائش ۹۶۴ھ میں ہوئی تھی اور وفات ۱۱ ذی الحجہ ۱۰۷۱ھ میں ہوئی آپ کی وصیت تھی کہ ہمیں لاہور ہی میں دفن کیا جائے اور جہاں ہماری میت ٹھہر جائے وہیں ہمارا مدفن بنے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عوام میں یہ مشہور ہے کہ جہاں آپ کا مزار ہے اس کے قریب ہی کسی زمانے میں دریائے راوی بہتا تھا۔ اس رعایت سے آپکو موج دریا بخاریؒ کہتے ہیں۔ اس بات کی ہمیں سند نہیں ملی۔ ہم تو موج دریا کی وجہ تسمیہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ دریائے معرفت الٰہی کی ایک موج رقصاں تھے۔ آج بھی جو زائرین آپ کے مزار عالیہ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ وہ اس موج سے سیراب ہو کر آتے ہیں۔ مزار شریف کے احاطے میں کچھ قبریں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سجادہ نشینوں اور عقیدت مندوں کی ہوں گی ایک چھوٹی سی مسجد بھی ایک گوشے میں ہے۔ اسکی تعمیر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بعد میں تعمیر ہوئی ہے

Marfat.com

حضرت شاہ محمد غوث رح

حضرت شاہ محمد غوثؒ کے والد ماجد کا نام سید حسن بن سید عبداللہ تھا ۔ ۱۴ واسطوں سے آپ کا نسبی سلسلہ حضرت غوث الاعظم پیران پیر دستگیر رح سے ملتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کے جد امجد سید عبداللہ رح گیلان سے عازم ہند ہوئے تھے اور بعد میں کافی سیر و سیاحت کے بعد پشاور میں مستقل سکونت اختیار کی تھی۔ حضرت شاہ محمد غوث نے بھی کافی سیر کی ہے۔ حضرت شاہ دولہؒ، شاہ بھیکہ رح، حضرت سید عبدالغفور نقشبندی رح اور صدہا بزرگان دین سے اس سیاحت کے دوران آپ نے کسب فیض کیا ہے۔

آپ اپنے رسالہ غوثیہ میں رقمطراز ہیں کہ "جب میں پہلے پہل لاہور آیا۔ تو میں نے حضرت میاں میر رح کے مزار عالیہ پر رات بسر کی۔ حضرت نے مجھے ایک وظیفہ تلقین کیا اور تاکید کی کہ میں اسے پابندی سے پڑھا کروں۔ دوسرے روز میں نے حضرت شیخ حامد لاہوری رح سے روحانی استفادہ کیا۔ انہوں نے ارشاد کیا۔ کہ حضرت میاں میر رح نے جو شغل تمہیں تلقین کیا ہے، بہت کافی ہے۔ اس پر اضافہ کی ضرورت نہیں۔

جب حضرت شاہ محمد غوثؒ نے بیرون دہلی دروازہ ایک گوشے میں جہاں آج آپ کا مزار عالیہ ہے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ تو ایک دن دو شخص ایک گونگا اور ایک اندھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے التجا کی کہ حضرت

Marfat.com

ہم پر کرم کیجئے۔ ہم آپ کی شہرت سن کر آئے ہیں۔ آپ سید اور آل رسول ہیں۔ آپ کی دعا سے ہمیں فائدہ پہنچنا چاہیئے۔ حضرت شاہ محمد غوث رحؒ نے اپنا دست مبارک اندھے کی آنکھوں پہ پھیرا جس سے اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی پھر آپ گونگے کی طرف مخاطب ہوئے اور یہ فرمایا کہ کلمہ پڑھ۔ اس نے کلمہ پڑھا۔

مصنف تحقیقات چشتی کا بیان ہے کہ جب مہاراجہ کھڑک سنگھ ولی عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا کنور نونہال سنگھ خود مختار ہوا۔ تو اس نے نواح شہر لاہور کی صفائی کے ارادہ سے یہ احکام جاری کیے کہ یہاں کے درخت اور مکانات منہدم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے بیرون دہلی دروازہ کی صفائی شروع ہوئی۔ جب مزدوروں نے خانقاہ کے درخت کاٹ ڈالے اور نوبت مزار پرانوار کے انہدام کی آئی۔ تو عوام و خواص نے کنور نونہال سنگھ سے التجا کی کہ اس خانقاہ کی بے حرمتی نہ کی جائے۔ لیکن کنور نونہال سنگھ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اس نے از راہ فخر و غرور کہا۔ کہ میرے احکام بحال رہیں گے۔ خدا کی قدرت کہ اسی رات کنور نونہال سنگھ کا باپ مہاراجہ کھڑک سنگھ آنجہانی ہوگیا۔ اس کی موت کے سوگ میں اگلے دن عام تعطیل رہی مزدور بھی کام پر نہیں آئے۔ لیکن لوگوں کو پھر بھی یہ خوف تھا کہ کل یہ مزدور کنور کے حکم کی تعمیل میں ضرور خانقاہ منہدم کریں گے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا۔ کہ جب کنور نونہال سنگھ اپنے باپ کو جلا پھونک کر دروازہ روشنائی متصلہ قلعہ سے داخل ہونے لگا۔ تو ایک بھاری پتھر کنور کے سر پہ آگرا جس کے صدمہ سے اس نے فوراً جان دیدی غرض اس طرح مزار عالیہ انہدام سے محفوظ رہا۔

مزار عالیہ مسجد حوض اور اس سے متعلقہ مکانات خوش وضع کے ہیں، احاطہ

Marfat.com

مزار میں داخلہ کے لئے دو تین راستے ہیں۔ مگر اصل راہ وہی ہے۔ جس پہ بارگاہ، حضرت شاہ محمد غوثؒ تحریر ہے۔ آپ کا مزار بیرون دہلی دروازہ اور اکبری دروازہ ہے

حضرت شاہ محمد غوثؒ کی وفات ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔ جہاں آج آپ کا مزار ہے۔ وہاں شاہان مغلیہ کے زمانے میں بعہد اورنگ زیب اس کے رضائی بھائی فدائی خاں کوکہ کی حویلی تھی۔ مزار پر انوار پہ ہر سال ۱۷ ربیع الاول کو عرس ہوتا ہے اور اس موقعہ پر بڑی رونق ہوتی ہے۔

حضرت شاہ محمد غوثؒ پشاور میں پیدا ہوئے تھے۔ اپنے زمانے میں جن بزرگان دین سے ان کی ملاقاتیں رہی ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

حضرت عبدالغفور نقشبندیؒ، شیخ یحییٰؒ، میاں نور محمدؒ، شاہ محمد فاضلؒ، پیر محمد سچیار نوشہرویؒ، حاجی لگ گورؒ، شیخ محمد جعفر کنجاہیؒ، میاں جان محمد غوثیؒ، میاں نور محمد مدققؒ، شیخ کلیم اللہ چشتیؒ، شاہ بھیک چشتیؒ، شیخ صقبۃ اللہؒ، شیخ عبدالاحدؒ، حضرت شاہ محمد غوثؒ کے پردادا سید محمود ٹھٹھہ میں آباد ہو گئے تھے اور اپنے زمانے میں اچھے کامل بزرگ تھے۔ آپ کے دادا سید عبداللہؒ بھی کامل درویش تھے آپ کے والد محترم سید حسنؒ سیاح درویش تھے۔ یہی طریقہ اپنے زمانے میں حضرت شاہ محمد غوثؒ نے اختیار کیا۔

آج بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے اور زائرین آپ سے فیض یاب ہوتے ہیں

Marfat.com

حضرت شاہ بلاول رح

حضرت شاہ بلاولؒ کے جد امجد کے بارے میں تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ ہرات سے ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔ جب ہمایوں نے شیر شاہ سوری کے خاندان سے تاج و تخت اپنے قبضہ میں لے لیے اور ہمایوں کی شاہیت کا طوطی بولنے لگا۔ تو حضرت شاہ بلاولؒ کے جد امجد شیخ علیہؒ اور آپ کے والد شیخ عثمانؒ نے ہمایوں سے وطن کو واپس جانے کی اجازت طلب کی لیکن ہمایوں نے یہ گوارا نہ کیا ہے ان سے گہری عقیدت تھی۔ معاشی ضروریات کی خاطر شیخوپورہ کا علاقہ (اس زمانے میں اس علاقہ کا نام کچھ اور تھا) ہمایوں نے ان باپ بیٹوں کی نذر کیا۔ اور یہ خاندان وہاں رہنے سہنے لگا۔

حضرت شاہ بلاول کی پیدائش اسی شیخوپورہ میں ہوئی سنہ ولادت معلوم نہیں ہو سکا۔ ایک دن آپ سات سال کی عمر میں کچھ لڑکوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک عورت بصد حسرت و سوز ان کے پاس سے روتی ہوئی گذری۔ آپ نے اس عورت سے سبب گریہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اے بلاولؒ! میرا لڑکا جو تمہارے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ آج اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ مرا نہیں ہو گا وہ سو رہا ہو گا۔ چل مجھے اس کے پاس لے چل عورت آپ کو اپنے ہمراہ لے گئی۔ جب حضرت شاہ بلاولؒ اپنے ساتھی کے سرہانے پہنچے تو فرمایا کہ اے دوست اُٹھ! یہ کھیلنے کا وقت ہے یا سونے کا۔ خدا کی قدرت کہ وہ لڑکا آنکھیں ملتا ہوا۔ اٹھ کھڑا

ہوا۔ جب یہ کرامت نزدیک و دور کے مقامات میں مشہور ہو گئی۔ تو آپ کے والد محترم شیخ عثمانؒ آپ کو درس و تدریس کے لئے لاہور لے گئے۔ مسجد شیخ فنا میں پڑھنے بیٹھے جب استاد نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھکر کہا کہ الف، ب، ت پڑھو۔ آپ نے سارا قاعدہ وہیں بیٹھے بیٹھے سنا دیا۔ اور دوسرے دن سارا قرآن شریف سنا دیا۔ استاد نے آپ کے والد محترم سے کہا یہ لڑکا تو خوب پڑھتا ہے۔ اور غالباً قرآن شریف تو پہلے ہی پڑھا ہوا ہے۔ شیخ عثمان نے استاد سے کہا کہ اس نے تو ابھی ایک حرف بھی کہیں نہیں پڑھا۔ یہ سنا تو استاد بھی حضرت بلاولؒ کا ادب کرنے لگا۔ چھ مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ حضرت شاہ بلاولؒ حافظ قرآن بھی ہو گئے۔

کچھ مدت کے بعد حضرت شاہ بلاولؒ کو کوئی عارضہ لاحق ہوا۔ ان کے والد محترم نے گلستان سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا ؎

شخصے ہمہ شب بر سر بیمار گریست

چوں روز آں مردہ و بیمار بزیست

(ترجمہ) ایک شخص تمام رات بیمار کے سرہانے رویا لیکن جب دن نکلا تو وہ شخص تو مر گیا لیکن بیمار کو شفا ہو گئی۔ اس فال سے شیخ عثمان کو اپنی وفات اور اپنے بیٹے کی صحت یابی کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ایسا ہی ہوا۔

کرامات

۱:- آپ کے محلہ میں ایک مفلس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ مخنث اور نقال مبارک بادی کے لئے آئے۔ آپ نے اس مفلس کی پردہ پوشی کے لئے ایک مٹی کا لوٹا دیوار پر اس زور سے دیکر مارا کہ اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس لوٹے کے جتنے بھی ٹکڑے ہوئے خدا کی قدرت سے طلا بن گئے۔ اور

نقال خوشی خوشی یہ ٹکڑے اُٹھا کر لے گئے۔

۱۲:- ایک دفعہ رات کو چور آیا حضرت کے باورچی خانہ میں ہمیشہ لنگر موجود رہتا تھا۔ اور دوسری چیزیں بھی بڑے ٹھاٹھ کی ہوتی تھیں۔ جب چور باورچی خانہ میں داخل ہوا تو اس کی آنکھیں بے نور ہوگئیں۔ اسی حالت میں یہ چور ایک کوٹھڑی میں جا چھپا۔ صبح کے وقت جب تمام مسافروں اور حاضرین نے کھانا کھا لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ فلاں حجرہ میں جاؤ وہاں ایک شخص بھوکا بیٹھا ہے۔ اسے بھی کھانا کھلاؤ کھانا کھلانے کے بعد آپ نے اسے کچھ نقدی بھی مرحمت کی۔ چور روتے شرمندہ ہو کر کہا۔ اے حضرت میں چوری سے تمام عمر کے لئے توبہ کرتا ہوں خدارا! دعا کیجئے کہ میری آنکھوں میں پھر روشنی آجائے۔ حضرت شاہ بلاول رحؒ نے اسکی آنکھوں پر دست شفقت پھیرا اس کی آنکھیں پہلے کی طرح روشن ہوگئیں۔

۱۳:- شاہ جہاں نے حضرت کے مطبخ کے مصارف دیکھ کر بہت سا روپیہ نذر کیا۔ آپ نے یہ نذر قبول کر لی اور شاہ جہاں کی موجودگی میں مطبخ کے منتظمین کے حوالے کر دی۔ شاہ جہاں نے از راہ تعجب دریافت کیا، یا حضرت یہ حضرت میاں میرؒ نے قبول نہیں فرمائی۔ لیکن آپ نے اسے قبول کرنے میں تامل بھی نہیں کیا۔ اس میں کیا بھید ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت میاں میرؒ کی توجہ دنیا کی طرف سے ہٹی ہوئی ہے۔ آپ کامل الصفات ہیں۔ ہم نے مساکین اور مسافروں اور درویشوں کی خدمت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اس لئے ہمیں نذر نیاز کی ضرورت رہتی ہے۔ یہ جواب سن کر شاہجہان حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے بھی یہی کہا کہ آپ نے میری نذر قبول نہیں فرمائی حالانکہ شاہ بلاول رحؒ نے

قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں کیا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ شاہ بلاول کی مثال ایک دریا کی سی ہے اور میں بیچارا ایک معمولی سا تالاب ہوں دریا میں اگر کوئی چیز پلید پڑ جائے تو دریا پلید نہیں ہوتا۔ البتہ تالاب پلید ہو جاتا ہے۔ شاہجہان نے یہ جواب سن کر شکر کے سجدے ادا کیے اور کہا الحمد للہ! میرے عہد سلطنت میں ایسے ایسے اولیائے کاملین اور ہادیان راہ طریقت موجود ہیں

معمولات آپ دائم الصوم اور قائم اللیل تھے۔ شریعت کی پابندی مبالغہ کی حد تک فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ تمباکو جیسے معمولی نشے سے بھی آپ کو سخت نفرت تھی۔ آپ کی محفل میں کوئی حقہ نوش داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ نماز پنجگانہ با جماعت ادا کیا کرتے تھے۔ آپ لباس فاخرہ زیب تن فرماتے۔ صبح سے گیارہ بجے تک مراقبہ میں رہتے۔ اس کے بعد دوپہر تک مریدوں، خادموں اور زائرین سے ہم کلام رہتے تھے۔ زوال کے وقت قدرے قیلولہ فرماتے نماز ظہر سے عصر تک پھر مراقب رہتے۔ اس عرصہ میں صدہا نہیں بلکہ ہزارہا لوگ آپ سے پانی دم کرانے آتے تھے۔ دو منشی آپ کے پاس ہر وقت موجود رہتے۔ جو مظلوموں اور حاجت مندوں کی سفارشیں حکام اعلیٰ کو تحریر کیا کرتے تھے۔ ہر رقعہ کی لوح پر اللہ بس ماسوائے اللہ ہوس، ضرور تحریر ہوتا۔ آپکی سفارش ایسی کارگر ہوتی تھی کہ خونی مجرم بھی رہا ہو جاتے تھے۔ شام کے وقت آپ پانی کی گھونٹ سے روزہ افطار کرتے پھر نماز مغرب پڑھنے کے بعد خلوت میں جاتے جہاں کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔

وفات حضرت شاہ بلاول رح کی وفات بعہد شاہجہان ۷۰ سال کی عمر میں شب دوشنبہ ۲۸ شعبان سنہ ۱۰۴۶ھ کو ہوئی۔

Marfat.com

آپ کا مزار پہلے دریائے راوی کے کنارے تھا۔ اسی وجہ سے وہ جگہ اب تک شاہ بلاول آ کے بن کے نام سے مشہور ہے کوئی ایک صدی قبل آپ کا صندوق اس مقام پر دفن کیا گیا۔ جو شالامار باغ کے قدیم رستہ کے شمال میں واقع ہے ہر سال ۸ ہر شعبان کو حضرت کا عرس ہوتا ہے۔ حضرت شاہ بلاولؒ۔ یہ دو شعر عموماً پڑھا کرتے تھے ؎

زندگی مقصود بہر بندگی ست
زندگی بے بندگی شرمندگی است
یا الٰہی بدہ توُ تو نعم مقیم
راہ بنما بسوئے مستقیم

Marfat.com

حضرت سیّد جان محمدؒ حضوریؒ

حضرت سید جان محمد حضوریؒ کے جد امجد سید شمس العارفین غوری ولایت غور سے عازم لاہور ہوئے تھے اور بعد میں آپ نے یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی آپ کے نام کے آخر میں حضوری کی نسبت بے سبب نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کے زمانے میں جس شخص کو آنحضرت صلعم کی زیارت کا اشتیاق ہوتا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ اس کا بازو پکڑ کر دربار نبوی کی سیر کرا دیتے آپ نے ایک دو کو نہیں بلکہ ہزار ہا طالبان دیدار کو آنحضرت صلعم کی زیارت سے شرف کرایا۔ آپ کے دادا سید حضرت محمودؒ اور والد ماجد سید شاہ انورؒ اور آپ کے بیٹے سید دینؒ بھی حضوری تھے۔ جو شخص ان بزرگان دین کے توسط سے آنحضرت صلعم کی زیارت کرتا وہ ہمیشہ کے لئے دنیاوی خواہشات سے منہ موڑ لیتا تھا۔

حضرت سید محمودؒ اور حضرت سید جان محمد حضوریؒ کے مزارات ایک ہی چبوترہ پر ہیں۔ حضرت سید محمودؒ اپنے پوتے سے کم مشہور نہ تھے پوتے کی شہرت کو چار چاند اس لئے لگ گئے کہ ایک شخص عبدالصمد نامی سوداگر نے جو حضرت سید جان حضوری کے مریدین میں سے تھا۔ دونوں مقبرے ایک مسجد کے متصل تعمیر کرائے تھے۔ چونکہ اس مرید کو اپنے شیخ سے گہری عقیدت تھی۔ اس لئے حضرت سید جان محمد حضوریؒ کا نام

Marfat.com

لوگوں کی زبانوں پر چڑھ گیا۔ آپ کی وفات دہم رمضان ۱۰۶۴ھ کو ہوئی۔
مزار کے گنبد پر دو شعر لکھے ہوئے ہیں ؎

محمد جان حضوری بہشتی چو در ذات خدا شد محو مطلق
بگفتم از سر اکرام تاریخ محمد جان بہشتی داصل حق

آپ کا مقبرہ شاہو گڑھی سے بجانب غرب اور اس سڑک سے جو میاں میر کو جاتی ہے۔ بجانب جنوب واقع ہے۔ حضرت کی اولاد کے پاس ایک فرمان عالمگیری موجود ہے۔ جس کے مطابق خانقاہ کے نام ۲۵ بیگہ زمین وقف کی گئی تھی۔ آپ کے مزار کی مجاورت آپ کی اولاد کے سپرد ہے۔ اور مجاورت کشی الٰہی بخش مجاور کشی کی اولاد کے حصہ میں آئی ہے۔

اس مزار پر بھی سال کے سال عرس ہوتا ہے۔ آج بھی زائرین یہاں پہنچتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ عزیز الدین مکیؒ

حضرت شیخ عزیز الدین مکیؒ کا تعلق سادات بغداد سے تھا۔ آپ تصوف میں سلسلہ جنیدیہ سے علاقہ رکھتے تھے۔ جب آپ عنفوان شباب میں دینی تعلیم سے فراغت پا چکے تو آپ نے مکہ مکرمہ کے لئے رخت سفر باندھا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام بارہ سال تک رہا۔ ریاضتیں بھی کیں اور مجاہدے بھی آپ کو اسی نسبت سے مکیؒ کہا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے لوٹتے ہوئے آپ نے کئی ملکوں کی سیاحت کی۔

خسرو ملک غزنوی کے عہد میں آپ لاہور تشریف لائے۔ ۶۱۲ھ میں قطب الدین ایبک کی وفات سے پانچ سال کے بعد شمس الدین التمش کے عہد میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ ٹکسالی دروازہ کے باہر نئی آبادی میں آپ کا مزار ہے۔

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ پیر مکیؒ حضرت داتا گنج بخشؒ کے استاد تھے۔ اور یہ کہ جو زائرین حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار کی زیارت کے لئے آئیں یہاں سلام کو حاضر ہوں تاریخ کی رو سے غلط ہے۔ دونوں حضرات کے سنہ وصال میں ۱۴۷ سال کا فرق ہے۔ البتہ یہ بات مانی جا سکتی ہے۔ کہ جنیدی سلسلۂ تصوف سے نسبت کے باعث پیر مکیؒ نے اپنے پیر اور جنیدی سلسلہ کے جامع العلوم شیخ حضرت مخدوم علی ہجویریؒ کے مزار عالیہ سے کسب فیض ضرور کیا ہوگا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار سے ان کے مزار کی نزدیکی یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ انہیں

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخشؒ سے گہری عقیدت رہی ہے۔

حضرت شیخ عزیز الدین مکیؒ لاہور میں جب تشریف فرما ہوئے تو یہاں کے حالات سخت نازک تھے۔ سلطان شہاب الدین غوری نے لاہور کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور خسرو ملک بن ظہیر الدولہ جو خاندان غزنویہ کا تاجدار تھا۔ اس محاصرہ سے سخت ضیق میں تھا۔ خسرو ملک حضرت شیخ عزیز الدین مکیؒ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا آپ نے اس کے حق میں دعا کی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ صرف چھ سال کے لئے تمہیں لاہور کی حکومت دی جاتی ہے اس کے بعد ہم یہ حکومت شاہان غوریہ کو سونپ دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سال تو شہاب الدین غوری نامراد لوٹا پھر ۵۸۲ھ میں سیالکوٹ سے ہوتا لاہور آیا اور محاصرہ کے بعد لاہور پر قبضہ کر لیا۔

حضرت عزیز الدین مکیؒ ۲۶ سال تک درس و تدریس اور تلقین و ارشاد میں مصروف رہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ یعقوب زنجانی رحمۃ اللہ علیہ صدر دیوان

حضرت شاہ یعقوب زنجانیؒ زنجان کے سادات کبار میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی پر ان کی گہری نظر تھی۔ ان کے والد ماجد حضرت سید علی موسویؒ بھی ایک خدا رسیدہ بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب سولہ واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے

حضرت شاہ یعقوب زنجانیؒ اپنے دور میں جنیدی سلسلہ کے شیخ تھے بہرام شاہ غزنوی کے عہد حکومت میں وارد لاہور ہوئے حاکم لاہور طغرل شاہ بھی آپ سے گہری عقیدت تھی۔ جب خواجۂ خواجگاں معین الدین چشتی اجمیریؒ نشہ کے قریب لاہور آئے تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی ان سے خوب ملاقاتیں اور صحبتیں رہیں۔ غالب قیاس ہے۔ کہ حضرت شاہ یعقوب زنجانیؒ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار عالیہ پر اکثر و بیشتر حاضری دیتے ہوں گے۔ اپنے معاصر بزرگ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے آپ نے حجرہ اعتکاف ہی میں ملاقاتیں کی ہوں گی۔ یہ شہرت کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے صدر دیوان شاہ یعقوب زنجانیؒ نے صدر دیوان شاہ یعقوب زنجانیؒ کی اقامت گاہ پر قدم رنجہ فرمایا ہے بے بنیاد ہے، اول تو حالت اعتکاف میں کہیں آنے جانے کی بات سمجھ میں نہیں آتی دوسرے یہ کہ حضرت خواجہ جس مقصد کے لئے لاہور آئے تھے۔ وہ ہرجائی ہونے سے حل نہیں ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

حضرت شاہ یعقوب زنجانی رح کا مزار لیڈی ایچی سن کے ہسپتال کے قریب واقع ہے۔ ہسپتال کے صدر دروازہ اور سرائے رتن چند (جہاں پہلے بسوں کا اسٹیشن تھا) کے درمیان ایک گلی ہے۔ جو مزار تک جاتی ہے۔ آپ کا وصال ۱۶ ار رجب ۵۷۱ھ میں ہوا۔

تحقیقات چشتی کا مصنف رقمطراز ہے کہ جب آپ لاہور آئے تھے۔ تو آپ کے ہمراہ حضرت شاہ حسن زنجانی رح ابو اسحاق زنجانی رح اور امام علی الحق سیالکوٹی بھی تھے۔ حضرت شاہ حسن زنجانی رح کے بارے میں تو ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ حضرت داتا گنج بخش کے پیر بھائی اور لاہور میں ان کے پیش رو تھے۔ رہا حضرت ابو اسحاق زنجانی رح کا معاملہ ان کا حال کسی تذکرہ میں ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ البتہ امام علی الحق رح سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سیالکوٹ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

معز الدولہ بہرام شاہ غزنوی کے دور حکومت میں طغرل شاہ پنجاب کا حاکم تھا۔ اسے شاہ یعقوب زنجانی رح سے بڑی عقیدت تھی۔ اس دور میں عوام و خواص بھی ہر معاملہ میں آپ سے رجوع کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ کا اصل نام حضرت خاوند محمودؒ تھا۔ آپ بخارا میں تولد پذیر ہوئے اور وہیں آپ نے تعلیم و تربیت پائی۔ آپ کے مریدین و معتقدین ادب و احترام کے باعث آپ کو حضرت ایشاںؒ کے نام سے یاد کیا کرتے تھے اس لئے یہی نام شہرت پا گیا۔

بخارا کے مدرسہ سلطانی سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ ابھی آپ کی عمر کل بارہ سال کی تھی کہ آپ نے حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کر لی۔ ابتدا ہی سے سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ ایام نوجوانی میں آپ نے سمرقند کا سفر کیا شاہ زماں مرزا حاکم سمرقند آپ کے ساتھ بڑی عقیدت سے پیش آیا۔ کچھ ہی دن گذرے تھے۔ سمرقند کے ہزاروں باشندوں کے علاوہ خود حاکم شہر بھی آپ کے زمرہ مریدین میں شامل ہوا

سمرقند کے بعد آپ عازم کابل ہوئے۔ شاہ کابل کو آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو وہ شہر سے دو فرسنگ تک آپ کے خیر مقدم کے لئے آیا۔ بادشاہ اور ہزارہا عقیدت مندوں کے اصرار پر ایک جمعہ کو آپ نے جامع مسجد میں وعظ فرمایا۔ زبان کی تاثیر نے حاضرین مجلس پر اس غضب کا اثر کیا کہ ہو، حق کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اس مجلس میں دو شخص جاں بحق ہو گئے۔ بادشاہ پر بھی کیفیت وجد طاری تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور جوش و خروش میں اس کی

Marfat.com

زبان سے "حق اللہ" کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ بادشاہ نے آپ کے دست حق پرست پر بعیت کی اور یہ عرض کیا، کہ حضرت! میں دنیا سے دست بردار ہونا چاہتا ہوں۔ بادشاہی کا بوجھ کاندھوں سے اتار پھینکنے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا فقیر وہ ہے۔ جو دل سے فقیر ہو نہ کہ گدڑی پہن کر ظاہر داری کے لئے فقیر بنے۔ تم پر رعایا کی خبر گیری اور دلجوئی فرض ہے۔ صرف فقیر بننے سے اس دنیا دار فقیر کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ جو دنیا کے معاملات میں مصروف رہے اور عبادت سے بھی غافل نہ ہو۔

حضرت ایشاںؒ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ لاہور میں گذارا یہاں بھی آپ کے عقیدت مندوں کی کثرت رہی آپ کا وصال ۱۲ شعبان المعظم ۱۰۵۲ھ میں ہوا

جہانگیر کے زمانہ میں جب کشمیر میں شیعہ سنی فساد ہوا تو جہانگیر نے حضرت ایشاں کو کشمیر سے اکبرآباد بلا لیا۔ جہاں ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں رکھا گیا۔ حضرت ایشاں کی جمعیت پر جہانگیر کو بڑا ناز تھا۔ کشمیر کے سفر میں بھی آپ جہانگیر کے ہمراہ رہے۔ ایک دفعہ ایک مقام پر شاہی لشکر گرمی کی شدت اور پانی کی نایابی کے باعث سخت پریشان ہوا تو جہانگیر نے حضرت ایشاںؒ سے کہا حضرت پیاس کے مارے لشکر کا برا حال ہے۔ گرمی بھی شدت کی پڑ رہی ہے دعا کیجیے تاکہ بارش ہو اور دم میں دم آئے۔ حضرت ایشاںؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہاتھ اُٹھانے کی دیر تھی کہ آسمان پر گھٹا چھا گئی اور تھوڑی دیر میں خوب بارش ہوئی۔

جب کچھ دنوں کے بعد جہانگیر کا انتقال ہوا تو حضرت ایشاںؒ بھی لاش کے ہمراہ لاہور آئے اور یہیں رہنے لگے۔ شہزادہ خرم شاہجہاں کے نام سے ملقب

Marfat.com

ہو کر تخت نشین ہوا۔ تو اس نے ۔ لاہور کے دوران نواب آصف خاں کی معرفت ایک لاکھ اشرفیاں نذر کے طور پر حضرت ایشانؒ کی خدمت میں بھیجیں جنہیں حضرت شاہ اور نواب کے اصرار پر قبول کیا ان سے کچھ تو آپ نے اپنی خانقاہ پر صرف کیں اور باقی ماندہ مستحقین میں بانٹ دیں۔ جب شاہجہان کی لاہور سے دہلی کو واپسی ہوئی تو وہ حضرت ایشانؒ کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ جہاں بادشاہ بیگم یعنی ملکہ زمانی آپ کی مرید ہوئیں اور اکثر علمائے دہلی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے توسط سے ان عقیدت کیشوں میں داخل ہوئے۔ نواب وزیر خاں کو (جن کی مسجد وزیر خاں آج بھی موجود ہے) حضرت ایشانؒ کی دعا ہی سے جلیل القدر مقام و منصب حاصل ہوا تھا۔

حضرت ایشانؒ احکام شریعت پر سختی کے ساتھ کاربند تھے۔ اکثر اوقات مسئلہ وحدت الوجود پر حضرت میاں میرؒ سے تحریری مباحثہ کیا کرتے تھے ہر جمعہ کو حضرت اپنی خانقاہ کی مسجد میں وعظ فرماتے جس سے ہزاروں لوگ مستفید ہوتے اور کافی تعداد میں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوتے۔

عوام میں یہ مشہور ہے کہ ایشاں مرد نہیں بلکہ عورت ہے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اصل میں اس عورت کا نام عائشہ تھا۔ بگڑتے بگڑتے ایشاں بن گیا ہے۔ یہ سارے کرشمے جہالت کے ہیں۔ دور مغلیہ کے اتنے بڑے شیخ کے بارے میں یہ ناواقفیت حد درجہ افسوسناک ہے۔

حضرت ایشانؒ کا مزار بیگم پورہ میں ہے۔ اس پر بہت بڑا گنبد بنا ہوا ہے مزار کے بالمقابل پرانی وضع کی نہایت عالی شان مسجد ہے۔

Marfat.com

حضرت میراں شاہ رح

حضرت میراں شاہ کا اصل نام سید ابو اسحاق ہے۔ آپ ایران سے تشریف
لائے تھے۔ جنیدی سلسلہ کے ایک بلند پایہ شیخ عبدالمغیث رح گازرونی جنید
کے مریدین اور خلفا ہی سے تھے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء کے بیان کی رو سے
ان کے پیر و مرشد حضرت شیخ اوحد الدین اصفہانی رح تھے۔ انہی کے حکم سے آپ
لاہور تشریف لائے تھے۔ لاہور کے اکثر علما اور سادات کرام نے آپ سے بیعت
کی تھی۔

صاحب تحفۃ الواصلین کا بیان ہے۔ کہ حضرت سید اسحاق گازرونی رح نے کا
طویل عمر پائی ہے۔ جو شخص آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا تھا۔ کبھی نا
نہیں لوٹتا تھا۔ ایک دفعہ لاہور کا ایک دولت مند شخص آپ کی خدمت
آیا۔ آپ نے اسکی جانب کوئی توجہ نہیں کی تو اس کے مزاج کا پارہ
ہو گیا اور لگا نہایت نازیبا کلمات زبان سے نکالنے شیخ پر اس کی گفتگ
مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ آخر حاضرین مجلس نے عرض کی کہ یا حضرت! اس شخ
نے آپ کی شان میں اتنی گستاخی کی ہے۔ لیکن آپ نے اسے کوئی س
دی بہتر ہے کہ اس کے حق میں آپ بد دعا فرمائیں۔ تاکہ اسے ا
کا پھل ملے۔ حضرت میراں شاہ رح نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور چند کلمے آ
آہستہ زبان سے ادا کیے ان کا اثر یہ ہوا کہ وہ بے ادب زمین پہ کھڑے سے

اور بے ہوش ہو گیا۔ دو گھنٹے تک اسے مطلق ہوش نہ آیا۔ جب ہوش میں آیا تو شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور صدق دل سے تائب کر مرید ہو گیا۔ شیخ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اس شخص کے حق میں دعا کی اور باری تعالے سے یہ درخواست بھی کہ تو اسے چشم باطن فرما دے چنانچہ عالم ملکوت اس پر منکشف ہو گیا۔ اور اس نے مجھے پہچان لیا۔ میں اس کی خیر خواہی میں جو کام کیا وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔ کہ میں اس کے حق میں بددعا کرتا۔

حضرت میراں شاہؒ کی وفات ۷۸۶ھ میں ہوئی آپ کی تاریخ وفات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نکلتی ہے۔ آپ کا مزار مسجد وزیر خاں کے صحن میں زمین دوز ہے۔ پہلے آپ کے مزار پر سبز بیلیں تھیں۔ جو اب خشک ہو گئی ہیں۔ ان کی رعایت سے آپ سبز پیر مشہور تھے۔ مزار کو زمین دوز نواب وزیر خاں نے کرایا تھا۔

Marfat.com

حضرت شیخ حسن گنجگر المشہور حسو تیلیؒ

حضرت شیخ حسن گنجگر المشہور حسو تیلیؒ حضرت شاہ جمال لاہوریؒ کے خلفا
میں سے ہیں۔ لاہور میں ان کی دوکان پر غلہ فروخت ہوتا تھا۔ ایک روز اپنے
طریقت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی۔ حضرت
شاہ جمالؒ نے ارشاد فرمایا۔ کہ غلہ کی خرید و فروخت کے وقت وزن باٹ کا
رکھو اس سے تمہارے حالات سدھر جائیں گے۔ پیرو مرشد کی نصیحت کا
باوفا پر کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ ان کا یہ معمول ہو گیا۔ کہ جب بھی دوکان پر کوئی گاہک
آتا حضرت حسنؒ ترازو اور باٹ اس کے حوالے کر دیتے اور یہ فرماتے کہ
تول لے۔ جو خریدار چالاکی سے زیادہ تول کر لے جاتے تو گھر پہنچنے پر ان
خریدے ہوئے غلّہ کا وزن گھٹ جاتا اور جو نیک نیتی کے ساتھ برابر کی
تولتے تو ان کا غلّہ وزن میں بڑھا ہوا ہوتا۔ غلّہ فروشی کا یہ انداز برکت و سعا
کا موجب ثابت ہوا، نوبت، خوشحالی کی یہاں تک پہنچی کہ ترازو کے باٹ
سونے کے بنوا لیے۔ ایک دن ان ایام میں سونے کے باٹ حضرت شاہ جما
کی خدمت میں لے گئے اور یہ عرض کیا کہ یا حضرت یہ آپ کی دعا کا صدقہ
کہ آج آپ کے اس خادم کی ترازو کے باٹ بھی سونے کے ہیں۔ حضرت شاہ
نے فرمایا، حسن! جاؤ، یہ سونے کے باٹ دریا میں پھینک آؤ۔ یہاں کیا
تامل تھا۔ فوراً اٹھے اور دریا پر پہنچے اور سونے کے باٹ دریا میں ڈال د

Marfat.com

دو دن کے بعد دیہات کے غلہ فروش دریائے راوی سے پایاب اترے تو یہ سونے کے باٹ ان کے پیروں میں آ گئے انہوں نے اٹھا کر دیکھا تو وہی سونے کے باٹ پائے جو انہوں نے اکثر حضرت کنجگر کی دوکان پر دیکھے تھے۔ غرض یہ غلہ فروش یہ سونے کے باٹ حضرت حسن کنجگر کی دوکان پر لے گئے۔ اور ان کی امانت ان کو سونپی شیخ حسنؒ یہ سونے کے باٹ لے کر پھر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچے اور صورت حال کی اطلاع دی حضرت شاہ جمالؒ نے فرمایا، حسن! یہ سب کچھ تیری نیکی اور راست بازی کے کرشمے ہیں۔ تو نے کسب حلال سے جو دولت پیدا کی تھی۔ بھلا وہ کیسے رائیگاں جا سکتی تھی شیخ حسن کنجگرؒ پر ان الفاظ نے کافی اثر کیا۔ آپ نے دوکان راہ خدا میں لٹا دی اور تارک الدنیا ہو گئے۔ حضرت شاہ جمالؒ کی صحبت اور ان کے فیضان سے چند سال میں۔ انہیں ولایت کا بلند مقام نصیب ہوا۔ آپ نے کچھ عرصہ تک اندرون موری دروازہ تیل بھی بیچا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کے عرس پر تیلی کافی تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۱۳۰ھ میں ہوا اور مزار کلب گھر کے شمال میں ہے یہ وہی بزرگ ہیں۔ جن کا تذکرہ حضرت لال حسینؒ کے حالات میں بھی آیا ہے یہ ان کے ہم عصر تھے۔

Marfat.com

حضرت شیخ موسیٰ آہنگر رح

حضرت شیخ موسیٰ آہنگر رح حضرت شیخ عبدالجلیل جوہر بندگی رح کے مریدین اور خلفاء میں سے تھے۔ مشروع شروع میں آپ نے حضرت شیخ شہر اللہ بن یوسف سجادہ نشین روضہ عالیہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رح کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ جب انہوں نے پردہ فرمایا۔ تو آپ نے حضرت شیخ عبدالجلیل رح جوہر بندگی رح سے رجوع کیا یہیں آپ نے منازل سلوک کی تکمیل کی اور مقام ولایت پر فائز ہوئے۔

صاحب تذکرہ عبدالجلیل رح کا بیان ہے۔ کہ جب حضرت شہر اللہ ملتانی رح کا وقت رحلت آیا تو حضرت شیخ موسیٰ آہنگر رح نے عرض کی یا حضرت! ابھی اس خادم کی تکمیل نہیں ہوئی ہے۔ بہت سے دقائق ایسے رہ گئے ہیں۔ کہ جن کی گرہیں ابھی تک نہیں کھلی ہیں۔ حضرت میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ کوئی ایسی صورت تلقین فرمایئے جس سے باقی ماندہ مقامات بھی طے ہو جائیں۔ حضرت شیخ شہر اللہ نے ارشاد فرمایا کہ لاہور میں قطب العالم حضرت شیخ عبدالجلیل لاہوری رونق افروز ہیں۔ ان کی صحبت سے فیض یاب ہونا۔ باطن میں تجھے انہی سے حصہ ملے گا۔

پیر و مرشد کے انتقال کے بعد حضرت شیخ موسیٰ رح حسب الارشاد لاہور پہنچے اور خانقاہ سے باہر فقرا کے زمرہ میں خاموش بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ عبدالجلیل رح نے ان کا باطن سے دریافت فرما لیا کہ ملتان سے کسی کا فرستادہ ہمارے پاس آیا ہے۔ آپ

Marfat.com

نے اندرون حجرہ سے آواز دی کہ ملتان سے موسیٰ نام کا جو شخص آیا ہے اسے ہمارے پاس بھیجو۔ خادموں نے نام اور پتہ پوچھ کر حضرت شیخ موسیٰ رح کو حضرت عبدالجلیل رح کی خدمت میں بھیج دیا۔ چند سال آپ نے شیخ کامل کی صحبت کا لطف اٹھایا۔ اس عرصہ میں آپ کو وہ مقام نصیب ہوا جس کے آپ آرزومند تھے آپ کے پیرومرشد کو آپ سے اتنا تعلق خاطر ہو گیا تھا کہ کسی وقت بھی نگاہوں سے دور نہیں کرتے تھے۔ قرب کی خاطر آپ کو دو بیگھہ زمین دی گئی۔ تاکہ آپ خانقاہ کے قریب ہی رہن سہن اختیار کریں اور اپنا کاروبار بھی کریں۔ حضرت موسیٰ رح کا پیشہ آہنگری تھا۔ آپ اس سے حلال روزی حاصل کرتے تھے۔

کرامات ۱۔ جہاں آپ کا مزار ہے۔ قلعہ گوجر سنگھ میں وہاں حضرت موسیٰ آہنگر رح کی آہنگری کی دوکان تھی ایک دن ایک نوجوان ہندو عورت آپ کی دوکان پر آئی اور یہ کہا کہ میرے چرخے کا تکلا سیدھا کر دیجیے۔ آپ نے تکلا تو اس عورت کے ہاتھ سے لے کر آگ میں دھر دیا۔ اور خود اس عورت کے حسن و جمال پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ عورت نے لجاتے اور شرماتے ہوئے انداز میں کہا، آپ تکلا سیدھا کیجیے۔ مجھے کیا گھورتے ہیں۔ غرضیکہ اس عورت کے منہ میں جو آیا۔ اس نے کہا۔ آپ نے فرمایا، میں تجھے نہیں دیکھ رہا ہوں میں تو اس صانع بیچوں کی صنعت کاملہ کا مشاہدہ کر رہا ہوں جس نے تجھے حسن و جمال کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اگر تجھے اعتبار نہیں تو دیکھ یہ کہہ کر آپ نے تکلا آگ سے نکال کر اپنی آنکھوں میں پھیرا اور کہا کہ اگر میں نے تجھے نظر بد سے دیکھا ہو تو میری آنکھیں اسی وقت بے نور ہو جائیں خدا کی قدرت ا کہ تکلا آنکھیں

تو کیا پھوڑتا آنکھوں میں پھرتے ہی سونے کا ہو گیا۔ آنکھوں کو مطلق کوئی ضرر نہیں پہنچا

اس ہندو عورت نے جب یہ کرامت دیکھی تو اس کا حال دنیا سے بیزار ہو گیا۔ مستانہ وار کوچہ و بازار میں پھرنے لگی۔ اس پر عشق حقیقی کا اتنا غلبہ ہوا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ بیٹھی۔ چند سال تک اس کا یہ حال رہا تو اس کے اعزہ و اقارب نے ایک دن اسے کسی جتن سے پکڑ کر زنجیروں سے جکڑ دیا اور اس سے ان کا منشا تھا۔ کہ کہیں باہر نہ پھرے۔ اس عورت نے زنجیریں توڑ ڈالیں اور پھر برہنہ سر اور برہنہ پا بازار کا رخ کیا آخر ایک دن آیا کہ اسی عالم جذب و بیخودی میں اس کا انتقال ہو گیا حضرت موسیٰ آہنگرؒ کو نور باطن سے اس عورت کے انتقال کی خبر ہوئی اس کے سرہانے پہنچے اور اہل خانہ سے کہا کہ ابھی اسے مردہ نہ سمجھو ہو سکتا ہے کہ ابھی کچھ زندگی ہو۔ آپ کی زبان یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ یہ ہندو عورت اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اس کے بعد جتنے سال بھی زندہ رہی حضرت موسیٰؒ کی خدمت میں دن بسر کیے۔ جب انتقال ہوا۔ تو حضرت موسیٰ کے روضہ کے متصل اسے دفن کیا گیا۔

۶۲- آپ نے اپنے گنبد کے معماروں کو جو مذہبا ہندو تھے چشم زدن میں اشنان کرا دیا تھا۔ صورت یہ پیش آئی تھی یہ معمار کام چھوڑ کر گنگا اشنان کے لئے ہردوار جانا چاہتے تھے آپ نے انہیں روکا اور یہ فرمایا کہ جب گنگا اشنان کا وقت آئیگا۔ تو ہمیں خبر کر دینا تمہیں وہیں پہنچا دیں گے۔ غرض جب گنگا اشنان کا وقت آیا۔ تو ان ہندو معماروں نے یاد دہانی کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری خانقاہ کے پاس جو کنواں ہے۔ اسکی حوض میں غوطہ لگاؤ جب آنکھیں کھولو گے تو اپنے آپ کو ہردوار میں پاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

وفات | حضرت موسیٰ کی وفات ۹۲۵ھ میں بعہد سلطان ابراہیم لودھی ہو

Marfat.com

قطب عالم حضرت شیخ عبدالجلیل جوہر بندگیؒ

قطب عالم حضرت شیخ عبدالجلیل جوہر بندگیؒ سہروردی سلسلہ کے بلند پایہ شیخ تھے آپ کا شجرۂ نسب چار واسطوں سے سلطان التارکین حمیدالدین ابوالمغیث حاکم بادشاہ کیچ مکران سے ملتا ہے۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے: شیخ عبدالجلیلؒ بن شیخ ابوالفتحؒ بن شیخ عبدالعزیزؒ بن شیخ شہاب الدینؒ بن شیخ نورالدینؒ بن سلطان التارکین حمیدالدین حاکمؒ حضرت شیخ عبدالجلیلؒ اپنے زمانہ میں مرجع خلائق بزرگ تھے۔ شروع شروع ہی آپ نے اپنے والد صاحب شیخ ابوالفتحؒ سے طریقت کی تعلیم لی بعد میں دیگر بزرگانِ دین سے بھی کسب فیض کیا۔

آپ نے مقامات سلوک طے کرنے کے بعد روئے زمین کی سیاحت بھی کی۔ سیاحت کے بعد کچھ عرصہ تک اس گاؤں میں جہاں ان کے خاندان کے مورث اعلیٰ شیخ حمیدالدین حاکمؒ کا مسکن و مدفن تھا قیام کیا۔ اشارہ غیبی پاکر عازم لاہور ہوئے اثنائے سفر میں رات کو خواب دیکھا کہ حضرت شیخ مسعود فرید گنج شکرؒ یاد فرماتے ہیں۔ اور آپ کا یہ ارشاد ہے کہ وجود میں میں آکر ہم سے اپنا حصہ تو لے جا پھر لاہور چلے جانا۔ غرض حضرت عبدالجلیلؒ وجود میں پہنچے اور چالیس دن حضرت باباؒ کے مزار پر اعتکاف کیا۔ یہاں سے خاندان چشتیہ کی خلافت انعام میں ملی۔ اسی انعام کو کرام سے

Marfat.com

سرفراز ہونے کے بعد آپ لاہور پہنچے اور وہیں قیام کیا جہاں آج آپ کا مزار شریف ہے۔

ایک دن حضرت شیخ عبدالجلیلؒ اپنے مریدین سمیت دریائے راوی کی سیر کو تشریف لے گئے تھے آپ نے دیکھا کہ دوغ (دہی) فروش عورت دریا پار کر کے لاہور جانا چاہتی ہے۔ حضرت شیخ نے اس عورت سے پوچھا کہ اس دہی کی کیا قیمت ہے اس نے جو قیمت تھی عرض کر دی آپ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ اسے قیمت دے دے جب اس عورت نے دہی کی قیمت لے لی تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ یہ دہی کا برتن زمین پر دے مار اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جب برتن گرتے ہی ٹوٹا تو دہی زمین پر گر پڑی اور اس میں ایک مرا ہوا سانپ نکلا۔ عورت کو اس واقعہ کی بڑی حیرت ہوئی اس نے گاؤں واپس جا کر یہ عجیب واقعہ گاؤں والوں کو سنایا۔ اس عورت کا شوہر صبح سویرے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مشرف بہ اسلام ہوا اور ساتھ ہی اس نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی۔ حضرت شیخ نے اس نو مسلم گوجر کا نام شیخ جلال رکھا جو اپنے زمانے میں بڑا باکمال شیخ ہوا۔

شیخ ابو بکرؒ جو حضرت شیخ کے برادر حقیقی بھی تھے اور خلیفہ بھی اور جنہوں نے حضرت شیخ کا تذکرہ عبدالجلیلی کے نام سے تالیف کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخؒ کے ہاتھ میرے بیعت ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا اور میرے ہاتھ میں ایک سوکھی لکڑی تھی

Marfat.com

میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ اگر یہ چوب خشک حضرت شیخ کی توجہ سے چند بالشت دراز ہو جائے تو میں مرید ہو جاؤں حضرت شیخؒ نے اپنے نورِ باطن سے میرے خطرہ قلبی پر اطلاع پائی مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو اس چیز کی قدرت ہے کہ وہ چوب خشک کو بھی دراز کر دے یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ حضرت شیخؒ کی کرامت سے چوب خشک چند بالشت دراز ہو گئی۔ میں اٹھا اور سر قدموں میں رکھا۔ اور مریدین کے حلقہ میں شامل ہو گیا۔

حضرت شیخ عبد الجلیلؒ دلائل الخیرات سے خاص شغف رکھتے تھے صبح و شام دو بار اس کا ورد فرماتے اور جس مرید پر آپ زیادہ مہربان ہوتے اُسے بھی یہی ورد تلقین فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دلائل الخیرات سے مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

وفات یکم رجب المرجب ۹۱۱ھ میں حضرت شیخ عبد الجلیل چوہر بندگیؒ کا وصال ہوا جس روز آپ کا وصال ہوا ہے آپ کی مجلس گرم تھی آپ کے مشہور خلفا شیخ یونسؒ، شیخ جلالؒ، شیخ مولا بنجارہؒ، شیخ سیاہ پوشؒ، شیخ موسیٰ آہنگرؒ، ملا قریشؒ، شیخ زین العابدینؒ اور دیگر خلفا و اولیا حاضر باش تھے اچانک حضرت سربسجود ہوئے اور حالت سجدہ ہی میں آپکے طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کی۔

حضرت شیخ کی میت کو جب غسل دیا جا رہا تھا تو سلطان سکندر لودی بھی موقعہ پر موجود تھا۔ خزینۃ الاصفیا کا مولف رقمطراز ہے۔ کہ غسل کے بعد تین بار آپ نے اپنی زبان سے اللہ اللہ اللہ کہا۔ اس سے بعض حاضرین کو یہ شبہ

Marfat.com

ہوا کہ حضرت ابھی زندہ ہیں (حالانکہ زندہ تو وہ آج بھی ہیں) تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ نہیں، وصال فرما چکے ہیں۔ نماز جنازہ کے بعد بیرون لاہور آپ کے جسم اطہر کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کا مزار عالیہ قلعہ گوجر سنگھ میں حضرت شیخ موسیٰ آہنگر کے قریب ہی ہے۔ صاحب تحقیقات چشتی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کی شادی سلطان سکندر لودھی کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی اس سے ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام شاہ ابوالفتحؒ تھا۔ اس شاہزادی کے انتقال کے بعد آپ کی دوسری شادی بجلی خاں افغان کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس سے بھی حضرت کی اولاد ہوئی۔

Marfat.com

عبداللہ شاہ بلوچ قادریؒ

شاہ عبداللہ شاہ قادریؒ سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ شرف الدین قادریؒ سے بیعت تھے چند واسطوں سے ان کا سلسلہ حضرت میاں میرؒ تک منتہی ہوتا ہے۔ شاہ عبداللہ شاہ قادریؒ عابد و زاہد اور صاحب کرامت درویش تھے آپ کی سکونت محلہ پیر عنزیہ مزنگ میں تھی۔ آپ پہلے ساربان تھے اس سلسلہ میں آپ نے زر کثیر جمع کر لیا تھا جب آپ نے خدا سے لو لگائی تو مال و زر سے آپ کو نفرت ہو گئی۔ وہ دولت جو آپ نے جمع کی تھی اس سے کوٹ عبداللہ شاہ کے نام سے ایک گاؤں آباد کیا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ شرف الدین قادری پانی پتیؒ کے فیض صحبت سے آپ نے تھوڑی سی مدت میں مقامات سلوک طے کر لیے اور پھر ایک وقت آیا کہ اپنے شیخ کی اجازت سے مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کی راہ دکھانے لگے۔ اکثر لوگ آپ سے فیض یاب ہو گئے۔

ان کی کرامت کے سلسلہ میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے جو بڑا زبردست عامل تھا اپنے عمل تسخیر سے ایک جن قابو میں کر رکھا تھا یہ جن اس عامل کے حکم سے زمین میں پیوست ہو جاتا اور گفتگو بھی کرتا۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ شخص مردوں کو قبور میں زندہ کر دیتا ہے جن لوگوں کو بھی اس عامل کا یہ کمال دیکھنے اور جن کی باتیں سننے کا اتفاق ہوا وہ اس کے

Marfat.com

مریدوں میں ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس طرح بہت سے لوگ اس کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گئے لوگ اس عامل کو اپنے اعزہ واقربا کی قبور لے جاتے اور وہ اپنے عمل سے ان کی گفتگو مردوں کی آڑ لے کر زمین میں چھپے ہوئے جن سے کراتا۔ ایک دن یہ عامل حضرت شاہ عبداللہ شاہ بلوچ قادریؒ کے پاس آیا اور یہ کہا کہ

اے فقیر تو نے کثیر تعداد مخلوق کو اپنے حلقہ مریدین میں شامل کیا ہے۔ یہ دوکانداری ہے۔ اگر تو مجھے معقول رقم دے تو تیرا پردہ رہ سکتا ہے ورنہ میں تیری فقیری کا بازار سرد کر دوں گا۔ پھر کوئی بھی تیرے پاس نہیں پھٹکے گا۔

حضرت عبداللہ شاہؒ اس کی باتیں سن کر مسکرائے اور اپنے خادم خاص شیخ فیض کو حکم دیا کہ اس شخص کو دس روپے دے کر چلتا کرو۔ شیخ فیض نے اپنے مخدوم کے حکم کی تعمیل میں اس عامل کو دس روپے لا کر دیے لیکن اس نے نہ لیے بلکہ الٹی زبان درازی شروع کر دی۔ اور یہ کہا کہ اگر تجھے فقیری کا دعویٰ ہے تو کوئی کرامت دکھا یا دیکھ یا میرا مرید ہو جا۔ میں سو سال کے مردہ میں جان ڈال سکتا ہوں۔ میری یہ کرامت بارہا ظہور میں آ چکی ہے۔ آخر شیخ عبداللہ شاہ قادریؒ نے اس سے کہا کہ چل میرے ساتھ قبرستان میں چل میں بھی دیکھوں تو کس طرح مردوں میں جان ڈالتا ہے۔ وہ عامل تیار ہو گیا اور آپ کے ہمراہ قبرستان پہنچا۔ آپ نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا کہ اس قبر کے مردہ میں جان پڑ جائے اور میں اس کی آواز سن لوں تو پھر میں بلا تامل تیرا مرید

Marfat.com

ہو جاؤں گا۔ اس شعبدہ باز عامل نے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا "یٰسین" تو قبر کے اندر سے آواز "والقرآن الحکیم" بعد ازاں وہ عامل حضرت عبداللہ شاہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ صاحب قبر زندہ ہو چکا ہے "اب آپ اس سے جو کچھ پوچھنا چاہیں پوچھیں یہ آپ کو جواب دے گا" حضرت شیخ عبداللہ شاہ نے یہ بات سنی تو فوراً زمین پر پیر مارا اور فرمایا کہ جو کوئی بھی اس شخص کے عمل سے داخل زمین ہوا ہے باہر نکل آئے۔ حضرت شیخ کی زبان سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ چودہ سال کی عمر کا لڑکا نمودار ہوا آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے عرض کی میں جن ہوں چند سال سے اس شخص کی قید میں ہوں اس کے حکم سے زیر زمین گھس کر جس طرح یہ کہتا ہے، باتیں کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں نے بحکم خداوندی تجھے اس عامل کی قید سے آزاد کر دیا اور ساتھ ہی اس کا عمل بھی میں نے باطل کر دیا ہے۔ وہ جن فوراً نظر سے غائب ہو گیا۔ حضرت شیخ عبداللہؒ نے اس کے بعد یٰسین فرمایا تو پورے قبرستان کی قبور سے آوازیں آئیں "والقرآن الحکیم" پھر آپ نے اس عامل سے کہا کہ اب تو جس صاحب قبر سے چاہے اس کا حال پوچھ لے۔ یہ کرامت دیکھ کر حاضرین میں شور برپا ہوا اور اس شعبدہ باز پہ شرمندگی اور شرمساری کی کیفیت غالب ہوئی کہ اس نے سب کے سامنے توبہ کی اور حضرت شیخ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔

آپ کے خادم خاص شیخ فیض کے فرزند ارجمند مراد بخش کا بیان ہے۔

Marfat.com

کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک ہندو نوجوان حاضر ہوا اور اس نے یہ عرض کی کہ میں علم کیمیا کا شایق ہوں ۔ چند سال سے اس دھیڑ بن میں ہوں کہ مجھے سونا بنانا آجائے لیکن ابھی تک مجھے اپنی کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی ہے آپ نے فرمایا، اچھا ایک پیسہ کا سنکھیا اور گندھک خرید لاؤ۔ اس ہندو نوجوان نے یہ دونوں اشیائے مطلوبہ حاضر کیں تو آپ نے آگ کا تاؤ دے کر کہ اس کے سامنے ایک مٹی کا برتن آگ پر رکھا اور اس میں کچھ تانبے کے پیسے ڈال دیے ایک دو لمحے میں تانبے کے پیسے نکال کر زمین پر ڈال دیے اور اس ہندو نوجوان سے کہا کہ انہیں کوٹ ۔ نوجوان ہندو نے انہیں کوٹا تو زر سرخ نمودار ہوا ۔ یہ ہندو نوجوان صدق دل سے مسلمان ہو گیا اور مرید بھی ہوا ۔ شیخ مراد بخش فرماتے ہیں کہ رات کو یہی عمل میں نے بھی اپنے گھر میں کیا لیکن کچھ بھی نہ بنا الٹے پیسے گنوائے ۔ میں نے یہ راز اپنے دل میں رکھا صبح کو جب میں حضرت شیخ عبداللہ شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے ، شیخ صاحب ابھی سے کیمیا گر بننا چاہتے ہو انشاءاللہ چند سالوں میں تمہیں ایسا کیمیا گر بنا دیں گے کہ اس کیمیا کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رہے گی ۔

حضرت شیخ عبداللہ شاہؒ کے خلفائے کبار میں سے ایک تو امام غلام محمد المشہد گاؤں امام تھے جو نواب وزیر خاں کی مسجد میں امامت کے فرائض سر انجام دیتے تھے دوسرے خلیفہ حافظ اللہ یار پشاوری تھے جنہیں حضرت عبداللہ شاہؒ خود پشاور جا کر مرید کیا کیونکہ اشارہ غیبی یہی تھا تیسرے خلیفہ شیخ فیض بخش قریشی جو صاحب خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور قریشی کے نانا کے والد ماجد ہوتے ہیں ۔

Marfat.com

حضرت شیخ عبداللہ شاہؒ کا وصال ۱۰ رجادی الاول ۱۳۱۲ھ میں ہوا حضرت فیض بخشؒ نے قطعہ تاریخ یہ کہا:۔

چونکہ عبداللہ شاہ مرد عجیب — شد زدنیا بوئے دوست قریب
جستم از دل چو ملل تار بخش — گفت ہاتف بگوش ہوش غریب ۱۳۱۲

صاحبِ خزینۃ الاصفیا نے دو قطعے لکھے ہیں:۔

رفت چوں از جہاں بخلد بریں — شیخ عالی مکرم عبداللہ
رحلتش صاحب ظہور بگو — نیز مہدیٔ اعظم عبداللہ

ایضاً

چوں عبداللہ پیر جہانگیر دیں — زدنیائے دوں شد برا رالقرار
چو بود اختیارش بہر دو جہاں — بوصلش بکن اختیار اختیار

Marfat.com

بی بی پاکدامناں

بی بی پاکدامناں کے نام سے لاہور میں ایک مشہور قبرستان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بی بی پاکدامناں چھ بیبیاں تھیں ان میں ایک تو مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی یعنی حضرت عباس علمدار (امام حسینؓ کے سوتیلے بھائی) کی ہمشیرہ رقیہ المشہور بی بی حاج تھیں اور پانچ صاحبزادیاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برادر حقیقی حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کی تھیں ان کے اسمائے گرامی یہ تھے (۱) بی بی حور (۲) بی بی نور (۳) بی بی گوہر (۴) بی بی تاج (۵) بی بی شہباز یہ نام ایرانی انداز کے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے عقیدتمندوں نے انہیں ان ناموں سے منسوب کر لیا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کے گھر میں ایرانی بیوی ہو اور اس کے بطن سے یہ بیبیاں پیدا ہوئی ہوں۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ان کے نام ان کی ایرانی والدہ نے اپنی مرضی سے فارسی میں رکھ لیے ہوں اس مفروضہ کی تقویت حضرت امام حسینؓ کی ایرانی زوجہ بی بی شہر بانو کے نام سے ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ جب امام عالی مقام حضرت حسینؓ کربلا روانہ ہوئے تو یہ بیبیاں بھی آپ کے ہمراہ تھیں ۹ محرم کو حضرت علیؓ کے باطنی ایما سے امام حسینؓ نے ان بیبیوں کو کسی طرف نکل جانے کا مشورہ دیا ان بیبیوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم قیامت

Marfat.com

کے دن بی بی فاطمہؓ کو کیا منہ دکھائیں گی آپ نے فرمایا کہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ حضرت بشیر خداؐ کا حکم ہے بیبیوں نے کہا کہ ہم کس طرف کو جائیں حضرت نے ہندوستان کی جانب اشارہ کیا آخر یہ بیبیاں وہاں سے روانہ ہوئیں دوسرے دن راستہ میں حادثہ کربلا کی خبر سنی غرض جی گرفتار کر گئے اور سینوں پہ پتھر رکھ کر یہ مظلوم اور غریب الوطن بیبیاں مع ایک چھوٹی سی جماعت کے ایک عرصہ کے بعد لاہور میں وارد ہوئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہ بیبیاں لاہور پہنچیں تو آتش کدے سرد ہو گئے اور بت اوندھے گر پڑے لاہور کے راجہ نے جوتشیوں سے اس غیر معمولی واقعہ کا سبب دریافت کیا انہوں نے بالاتفاق بیان کیا کہ یہاں عرب کی چند پاک دامن بیبیاں آئی ہیں یہ انہی کے قدموں کا نتیجہ ہے۔
راجہ نے ان کی طلبی کے لئے آدمی بھیجے ستم رسیدہ بیبیاں بہت حیران و پریشان ہوئیں کہ ہم نے وطن بھی چھوڑا اور یہاں نقشہ یہ ہے کہ غربت بھی ہمیں راس آتی نظر نہیں آتی۔ راجہ کے آدمی ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے راجہ کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ آخر راجہ نے اپنے بیٹے کو بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ یا تو انہیں حاضر کر دو یا اپنی قلمرو سے باہر نکال دو۔ جب راجہ کا بیٹا ان بیبیوں کے پاس آیا تو انہوں نے ازراہ منت و سماجت کہا کہ بابا ہم غریب مسافر ستم رسیدہ اور بے خانماں ہیں خدا کے لئے ہمیں تکلیف نہ دو۔ اگر ہمارے یہاں رہنے سے کوئی خلل واقع ہوتا ہے تو ہم چلے جانے کو تیار ہیں۔ راجہ کے بیٹے نے کہا میں مجبور ہوں میرے لئے والئی ملک کے احکام کی تعمیل ضروری ہے۔ آخر جب راجہ کے بیٹے نے ضد کی تو تاج بی بی نے راجہ کے بیٹے کو اس قہرمانی نظر سے

Marfat.com

دیکھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا جب اسے ہوش آیا تو بہت رویا اور بی بی تاج کے قدموں میں گر پڑا معافی بھی طلب کی اور مشرف بہ اسلام بھی ہوا۔ جب یہ خبر راجہ کو پہنچی تو وہ بھی غضبناک ہوا اور اس کے حکم سے ہندوؤں نے ان بیبیوں کے خلاف شورش برپا کر دی۔ ان بیبیوں نے تنگ آکر جناب باری میں دعا کی کہ خدایا! ہمارا پردہ رکھ لے اور زمین کو حکم دے کہ وہ ہمیں اپنی آغوش میں جگہ دیدے۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ زمین شق ہو گئی اور تمام بیبیاں اس میں سما گئیں۔ جب راجہ کے بیٹے نے جس کا اسلامی نام عبداللہ تھا یہ کرامت دیکھی تو اس نے فقیری اختیار کر لی اور ان بیبیوں کی قبریں بنا کر مجاورت کی خدمات سرانجام دینے لگا۔ عبداللہ کا نام بابا خاکی مشہور ہو گیا۔ بابا خاکی نے شادی بھی کی اور اس کی اولاد بھی ہوئی۔

کئی سو سال کے بعد جب سلطان محمود غزنویؒ نے راجہ جے پال کو شکست دے کر لاہور میں قدم رکھا اور ان پاکدامن بیبیوں کا تذکرہ سنا تو از راہ عقیدت پختہ چار دیواری اور خانقاہ میں چند دالان تعمیر کرائے پھر صدیوں کے بعد شہنشاہ اکبر کے عہد میں چند عمارتیں اور تعمیر ہوئیں اور اسی زمانے سے اس حصہ زمین کو قبرستان قرار دیا گیا خانقاہ کی ڈیوڑھی میں بابا خاکی کا مقبرہ بھی ہے۔ بابا خاکی انتقال ۷۰۰ھ میں ہوا تھا۔ سید جلال الدین حیدرؒ (حضرت نوح دریا بخاریؒ کے برادر حقیقی تھے) اور ان کے فرزند سید علم الدین اور نواسے زین العابدینؒ کی قبریں بھی اسی قبرستان میں ہیں۔ اس قبرستان میں بی بی حلیمہ المشہور تنوری بیوی کی قبر بھی ہے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور مسعود ترمذی کی صاحبزادی بتائی جاتی ہیں بی بی حلیمہ پاکدامن بیبیوں کی روٹی پکایا کرتی تھی یہ بی بی بھی مظلوم سیدانیوں کے ہمراہ عرب سے آئی تھیں ۶۱ھ میں اسی

Marfat.com

بی بی کا انتقال ہوا۔ بی بی پاک دامناں کا سالانہ عرس رح ہوتا ہے

حضرت خواجہ بہاری

حضرت خواجہ بہاری بہار (بنگال) کے باشندے تھے عنفوان شباب میں آپ لاہور آ گئے تھے۔ اور یہاں حضرت میاں میر کی نظر کے اثر نے آپ کا دل کچھ ایسا بہایا کہ کچھ سے کچھ ہو گئے۔ آپ کا حضرت میاں میر کے ممتاز مریدین میں شمار ہوتا ہے ۱۰۸۱ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اپنے مرشد کے قریب دجوار میں مدفون ہوئے۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے۔

حضرت شاہ رستم غازی رح

نواں کوٹ میں شہزادی زیب النساء کے مزار کے بالمقابل کچھ فاصلہ پر ایک بلند چبوترہ ہے اس چبوترہ پر شاہ رستم غازی کا مزار واقع ہے آپ شہزادی زیب النساء کے استاد اور اپنے زمانے کے بڑے کامل شیخ تھے آپ کا وصال شاہجہان کے عہد میں ۱۰۶۴ھ میں ہوا اسی سال وزیر اعظم بانی مسجد وزیر خاں کا انتقال ہوا۔ شاہ رستم غازی کا مزار شہزادی زیب النساء نے سنگ سرخ کی سلوں سے تعمیر کرایا تھا۔ رنجیت سنگھ نے یہ سرخ پتھر اپنے عہد میں اکھڑوالیے تھے شاہ رستم غازی کے برابر جو صاحب مزار خوابیدہ ہیں وہ ان کے فرزند ہیں۔ یہ دونوں مزار ایک مقبرہ میں تہ خانے کے اندر ہیں دوسرا مقبرہ جو بغل میں ہے اس میں پہلے دو قبریں تھیں۔ ایک حضرت شاہ رستم غازی کی خالہ ماجدہ کی اور دوسری ان کی اہلیہ محترمہ کی۔

Marfat.com

اب اس دوسرے مقبرہ میں ایک ہی قبر ہے۔ دوسری خدا معلوم کیسے غائب ہو گئی۔

حضرت شاہ فیروز گیلانیؒ

حضرت شاہ فیروز گیلانیؒ حضرت پیران پیر دستگیرؒ کی اولاد میں سے ہیں اپنے زمانے میں آپ علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز تھے آپ کا بیشتر وقت تلقین و ارشاد میں بسر ہوتا تھا۔ شروع شروع میں آپ کسی کو مرید نہیں کرتے تھے لیکن اواخر عمر میں آپ نے رشد و ہدایت کا دروازہ سب پر کھول دیا تھا یہی وجہ ہے کہ پیرانہ سالی میں بہت سے طالبان حق نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی آپ کا وصال عہد بابری میں ہوا یعنی ۹۳۶ھ میں آپ شاہ عالمؒ کے مریدین اور خلفا میں سے تھے آپ کے خلیفہ حضرت شیخ عبداللہ ہوئے جہاں آپ کا مزار ہے یہاں کسی زمانے میں خرادی محلہ تھا۔ آپ کا مزار اس سڑک کے بائیں جانب واقع ہے جو میو ہسپتال سے ہوتی ہوئی قلعہ گوجر سنگھ کو جاتی ہے۔

حضرت میاں نتھا قادریؒ

حضرت میاں نتھا قادریؒ حضرت میاں میرؒ کے خاص الخاص مرید تھے آپ نے تمام عمر اپنے شیخ کی خدمت میں گذاری حضرت میاں میرؒ رات کو سوائے میاں نتھاؒ کے اور کسی کو اپنے پاس نہیں ٹھہرنے دیتے تھے حضرت میاں نتھاؒ

Marfat.com

اپنے شیخ کے محرم اور دانائے راز تھے۔

ایک دفعہ جونپور سے ایک درویش حضرت میاں نتھا رحؒ کی خدمت میں آیا اور آپ نے اس درویش سے دریافت فرمایا، آپ کون ہیں اور کس لئے تشریف لائے ہیں۔ اس درویش نے جواب دیا۔ میرا مقصد صرف آپ کی زیارت ہے۔ آپ نے فرمایا، اچھا تو مجھے دیکھ لیجئے اور تشریف لے جائیے اس پر اس درویش نے کہا کہ میں آپ کے نام صرف اور احوال سے بھی باخبر ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرا نام تو ہے نتھا، قوم پراچہ ہے۔ اور حضرت میاں میر رحؒ کے ادنیٰ خدام میں سے ہوں۔ میرے احوال یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم جبروت، ملکوت اور لاہوت کی کنجیاں میرے حوالے کر دی ہیں۔ دل چاہتا ہے تو دروازہ ملکوت سے داخل ہوتا ہوں اور کبھی خیال آتا ہے تو جبروت کی سیر کرتا ہوں۔ لاہوت کی سیر بھی حسب دلخواہ ہو جاتی ہے۔

صاحب سکینۃ الاولیا محمد دارا شکوہ کا بیان ہے کہ درخت، پتھر اور جڑی بوٹیاں بھی حضرت نتھا رحؒ سے کلام کرتی تھیں۔ چنانچہ کبھی جنگل سے ان کا گزر ہوتا تو کسی درخت سے آواز آتی اگر تو میرے پتے لے لے تو ان سے خالص چاندی بن سکتی ہے۔ کسی درخت سے آواز آتی اگر تو چاہے تو میری لکڑی سے سونا بنا سکتا ہے لیکن حضرت نتھا ان آواز دل پر دھیان بھی نہیں دیتے تھے ایک دن آپ ایک گنبد کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے جب چلنے لگے تو اندرون گنبد سے آواز آئی کہ تھوڑی دیر اور بیٹھئے۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے کس لئے باہر جانے سے منع کرتا ہے۔ آواز آئی کہ میں گنبد ہوں جس کے نیچے

Marfat.com

آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ باہر جانے سے اس لئے منع کرتا ہوں کہ زور کی بارش ہونے والی ہے اس سے آپ کو تکلیف پہنچے گی۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ بارش شروع ہو گئی۔

ایک دن میاں ننھاؒ ایک راستہ سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک مرا ہوا چوہا پڑا ہے۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اٹھو کیوں اس حال میں پڑا ہوا ہے۔ یہ فرمان شیخ سنتے ہی چوہا زندہ ہو گیا اور چل دیا۔

ایک دفعہ میاں ننھاؒ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ان سے پوچھا میاں ننھا آج کل کہاں ذکر و فکر کا شغل ہوتا ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ پہلے اچھرہ کے باغ میں چلا جایا کرتا تھا وہاں جمعیت نصیب نہیں ہوتی اس لئے کہ درختوں سے سبحان اللہ، الحمد للہ کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اس شور سے میرے سکون میں خلل واقع ہوتا ہے آج کل خلیفہ جنید کے محلہ میں ذکر کرتا ہوں۔ حضرت میاں میرؒ نے یہ باتیں سنی تو مسکرائے اور فرمایا۔ دیکھو تو سہی یہ لڑکا کہاں تک پہنچا ہے۔ اور کیسی کیسی باتیں کرتا ہے۔ حضرت میاں ننھاؒ اگرچہ امی تھے لیکن ناخواندگی کے باوجود لوح محفوظ کی عبارت پڑھ لیتے تھے۔

آپ کا وصال ۱۰۳۰ھ میں ہوا حضرت میاں میرؒ کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا فرمانے لگے فقیر کے فقیرخانہ کی رونق میاں ننھاؒ کے دم سے تھی حضرت میاں میرؒ نے آخر میں یہ وصیت فرمائی تھی کہ جہاں میاں ننھا دفن ہیں ہمیں بھی وہیں دفن کرنا۔

Marfat.com

حضرت شاہ کاکو چشتیؒ

حضرت شاہ کاکو چشتیؒ چشتی نظامی سلسلہ کے درویش تھے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے مریدین میں ان کا مقام بھی کچھ کم بلند نہ تھا حضرت بابا فرید گنج شکرؒ سے بھی ان کی ملاقاتیں رہی ہیں۔ جہاں آپ کا آج مزار ہے یہ مقام پہلے محلہ جوہریاں یا محلہ نخاس مشہور تھا بعد میں آپ کے نام کی نسبت سے اسے محلہ شاہ کاکو چشتیؒ کہنے لگے حضرت شاہ کاکو چشتیؒ دنیا داروں سے قطع تعلق رکھتے تھے اور یہ اس لیے کہ آپ کی فقیری کا راز آشکارا نہ ہو۔

عہد عالمگیری میں حضرت شاہ کاکو چشتیؒ کی شہرت ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن حضرت میاں میرؒ کا آپ کے مزار کے پاس سے گذر ہوا تو آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ یہ مزار ایک درویش کامل کا ہے حضرت شاہ کاکو چشتیؒ کا مزار ایک چھوٹے سے چبوترہ پر تھا بعد میں سکھوں کے گوردوارہ شہید گنج نے اس کی جگہ لے لی قیام پاکستان سے قبل اس مزار کی واگذاری کے سلسلے میں سکھ مسلم تنازعہ بھی ہوا لیکن حکومت برطانیہ کی مداخلت کے سبب مزار کی واگذاری کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا سکھوں نے اپنے عمل دخل کے زمانہ میں مزار کا حلیہ ہی تبدیل کر دیا ۱۹۵۰ء تک شہر کے خوجے اس مزار پر چراغاں کرتے رہے ہیں۔ چشتی سلسلہ کی روایات کی بموجب یہاں سماع کی محفلیں گرم ہوتی تھیں آپ کا تاریخ وصال ۱۰۶۲ھ بتایا جاتا ہے مزار لنڈا بازار میں ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ سربانی المشہور شاہ سروانیؒ

حضرت شاہ سروانی حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتیؒ کے مرید تھے۔ احمد آباد دکن سے لاہور آئے ان کا وصال دکن میں ہوا تھا وصال سے پیشتر آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب ہمارا انتقال ہو جائے تو ہماری میت ایک صندوق میں رکھ کر پنجاب کی طرف لے جانا اور اس ملک میں جہاں تمہیں رات پڑ جائے اور صبح کو ہمارا صندوق اٹھانے کے باوجود نہ اُٹھے تو وہیں دفن کر دینا چنانچہ ان کے مریدین نے وصیت کی تعمیل میں پنجاب کا سفر کیا اور صندوق اپنے ہمراہ لے گئے لاہور میں انہیں رات پڑی تو ایک مقام پر شب باش ہو گئے صبح اٹھے تو صندوق ان سے نہ اُٹھ سکا لہٰذا حسب وصیت یہیں انہوں نے یہ صندوق دفن کر دیا اور خود دکن چلے گئے آپ کا سال وفات ۹۳۵ھ بتایا جاتا مشروع میں صندوق نہ اٹھ سکنے کی کرامت کے سبب آپ کی شہرت عام ہو گئی تھی لیکن بعد میں لوگ بھول بھال گئے آپ کے دو عرس ہوتے ہیں۔ ایک ۹ صفر کو اور دوسرا ۱۶ ربیع الاوّل کو آپ کا مزار سرنگ میں شمال کی جانب ہے۔

Marfat.com

حضرت سیلانی شاہؒ

حضرت سیلانی شاہؒ نے ۱۶۲ سال عمر پائی۔ آپ کا اصل نام احمد شاہؒ تھا اور وطن دہلی پہلے آپ نے دینا نگر میں قیام کیا جہاں مرزا فیض بخشؒ سے آپ نے اپنی دختر نیک اختر کا عقد کیا۔ بعد میں آپ پہ مجذوبیت کا عالم طاری ہوا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی محبوبہ موراں طوائف کے دروازہ پہ آ بیٹھے آپ کی زبان پہ یہ صدا تھی کہ اے موراں یا تو مجھ سے شادی کر یا کونجوں کے انڈے منگوا دے۔ جذب کے عالم میں آپ گندی نالیوں کا پانی پیتے اور گرے پڑے تربوزوں اور خربوزوں کے چھلکے کھایا کرتے تھے۔ موراں طوائف آپ سے اتنی تنگ آئی کہ اس نے لاہور میں منادی کرا دی کہ کوئی شخص اس فقیر کو روٹی پانی نہ دے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انہی دنوں موراں پہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے عتاب کیا اور اپنے حکم سے اسے قید میں ڈال دیا۔ موراں پہ یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ فقیر کی بددعا سے مجھے یہ سزا ملی ہے لہٰذا اس نے یہ عہد کیا کہ رہائی کے بعد اس فقیر کی بات ضرور مانوں گی غرض جب موراں رہا ہوئی تو ننگے پاؤں حضرت سیلانی شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہ کہا کہ حضرت کونجوں کے انڈے تو ملنے مشکل ہیں کچھ اور فرمایئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک پنگوڑا منگاؤ اور اس میں تم خود بیٹھو اور اپنی ہمشیرہ مولاں کو بھی بٹھاؤ میرا مرشد مستان شاہؒ

Marfat.com

اور میں خود بھی اس میں بیٹھوں گا جب سات دفعہ اس پنگوڑے کو جھولایا جائے گا۔ تو تم ہماری ہو جاؤ گی اور ہم تمہارے۔ عقد کی یہی صورت ہے۔ غرض مولانا اس حکم کی تعمیل کی اور بعد میں روپوں سے بھری ہوئی انگشتی، ایک ہزار کمبلی، اور ایک ہزار لنگوٹ فقراء میں تقسیم کئے۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔ جند سے شاہ، رحمان شاہ اور ستار شاہ۔ حضرت سیلانی شاہؒ کے حسب و نسب کے بارے میں مولف تحقیقات چشتی کا بیان مستند ہے اس لئے کہ ان کی حضرت سیلانی شاہؒ کے صاحبزادوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت سیلانی شاہؒ محمد شاہ بادشاہ کے بیٹے تھے جب نادر شاہ سے محمد شاہ نے شکست کھائی تو انہوں نے راہ فرار اختیار کی قصور سے ہوتے ہوئے جموں پہنچے۔ راجہ سنسار چند نے بارہ سال تک انہیں مہمان رکھا بعد میں ایک خواب کے نتیجہ میں یہ ملتان پہنچے اور حضرت مستان شاہ کے مرید ہو گئے۔ آپ کا مزار لاہور سے تین کوس کے فاصلے پر موضع بابو سابو میں ہے آپ کی وفات ۷ ربیع الاول ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔

حضرت جلے شاہؒ

حضرت جلے شاہؒ ایک مجذوب فقیر تھے۔ اکثر آپ لاہور میں مقیم رہتے تھے۔ آپ مستجاب الدعوات درویش تھے آپ کی دعا سے سیالکوٹ کا ایک غریب شخص جو بعد میں آغا شہباز خاں رئیس سیالکوٹ کے نام مشہور ہوا تھوڑی سی مدت میں رئیس ہو گیا تھا۔ کوٹلی و سیالکوٹ میں آپ کا مزار آج بھی،

Marfat.com

زیارت گاہ خلق ہے۔ آپ کا تکیہ لاہور میں بھاٹی دروازہ کے باہر اس سڑک کے مشرق میں واقع ہے جو انارکلی سے شاہدرہ کو جاتی ہے۔ کوٹلی جہاں آپ کا مزار ہے سیالکوٹ سے دو تین میل کے فاصلے پر جنوب کی سمت واقع ہے۔

حضرت تاجے شاہؒ

حضرت تاجے شاہؒ کا مزار حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کے مزار عالیہ کے قریب زین خاں کے میدان سے متصل ہے ان کا وصال ۱۲۶۰ھ میں ہوا حضرت تاجے شاہؒ مست و مجذوب فقیر تھے آپ نے ۱۰۲ سال کی عمر پائی ہے۔ مفتی غلام سرور مولف خزینۃ الاصفیا نے آپ کی تاریخ وفات ان اشعار میں کہی ہے۔

بود تاجے شاہ تاج عارفاں — مشتہر شد جا بجا سر مست عشق
سال ترحیلش چو جستم از خرد — ہادی ہدا سرمست عشق

حضرت سید عبدالرزاق مکیؒ

حضرت سید عبدالرزاق مکیؒ کا مزار عالیہ نیلہ گنبد میں ہے اسی گنبد کی نسبت سے پوری آبادی نیلہ گنبد کہلاتی ہے۔ آپ حضرت سید ہیں ہمایوں بادشاہ کے عہد میں غزنی سے آئے اور سپاہی بھرتی ہو گئے ۹۵۰ھ میں ان کی ملاقات حضرت موج دریا بخاریؒ سے ہوئی اور کچھ مدت ان کی صحبت کا ان پر یہ

Marfat.com

مٹہ ہوا کہ تارک الدنیا درویش ہو گئے۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد کی ہدایت کے بموجب کافی عبادت دریافت کی اور اس عبادت اور اس کے ساتھ حضرت شیخ کی عنایت کے طفیل مرتبۂ ولایت پہ فائز ہوئے ان کی وفات ۱۱۸۴ھ میں ہوئی۔ حضرت موج دریا بخاریؒ کے وصال کے بعد ان کا معمول یہ تھا کہ رات بھر تو اپنے پیرو مرشد کے مزار پہ عبادت میں مصروف رہتے اور دن کو اس مقام جہاں آج ان کا روضہ ہے آرام پذیر ہوتے۔ یہاں ان کے قیام کے لیے ایک حجرہ اور دلان بنا ہوا تھا۔ آپ کی وصیت یہ تھی کہ جب ہمارا انتقال ہو جائے ہمیں اسی حجرہ میں دفن کر دینا چنانچہ حسب وصیت آپ کی قبر حجرہ ہی میں بنی ایک مدت تک یہ قبر بغیر پختہ رہی۔ مشہور ہے کہ ان ایام میں جمعرات کے دن یہاں شیر نمودار ہوتا اور اپنی دم سے جاروب کشی کرتا۔ بعد ازاں حضرت موج دریا بخاریؒ اپنی خانقاہ کے متولی سے خواب میں یہ فرمایا کہ ہمیں حضرت غوث الاعظم پیران پیر دستگیرؒ کی بارگاہ سے حکم ہوا ہے کہ حضرت عبدالرزاق کا مقبرہ تعمیر کرائیں لہذا ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ ان کے مقبرہ کی تعمیر کا اہتمام کرو جو شخص بھی اس مقبرہ کی تعمیر میں دامے درمے حصہ لے گا اسے اجر جزیل عطا ہو گا۔ صبح کو اس متولی نے اس حکم کی تعمیل میں لوگوں کو جمع کیا اور بہت روپیہ چندہ کے طور پہ اکٹھا کیا۔ عبدالغفور نامی معمار کو یہ خدمت سپرد ہوئی کہ وہ گنبد دار مقبرہ کی تعمیر کا اہتمام کرے۔ جب مقبرہ پایۂ تکمیل کو پہنچا تو حضرت عبدالرزاق مہتمم کو خواب میں نظر آئے اور فرمایا کہ اکثر اوقات حضرت پیران پیر یہاں تشریف فرما ہوتے ہیں اس لئے میری خواہش ہے کہ اس مقبرہ کے قریب ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر کی جائے۔ سکھوں کے دور میں اس مسجد میں توپ خانہ کا سامان رہتا تھا۔

Marfat.com

برطانوی عمل داری میں اوّل اوّل یہ مسجد چھاؤنی بھی بنی رہی جب میاں میر میں چھاؤنی کا قیام عمل میں آیا تو منشی نجم الدین ٹھیکیدار ڈبل روٹی کی کوششوں سے یہ مسجد واگذار ہوئی اور اس وقت سے آج تک مسجد ہی ہے۔

حضرت محمد سعید لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد سعید لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اس سڑک کے ایک گوشے میں واقع ہے جو نیلا گنبد سے میو ہسپتال کے قریب ہو کر گذرتی اور اس سڑک میں جا ملتی ہے جس کے متصل قیام پاکستان سے قبل نمائش گاہ تھی جہاں آپ کا مزار ہے یہاں ایک محلہ لکھی محلہ کے نام سے مشہور تھا اور اس لکھی محلہ کے قریب ایک دوسرا محلہ تھا جسے عبداللہ وارثی کہتے تھے۔ حضرت محمد سعید لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اس محلہ میں رہتے تھے جب احمد شاہ درانی لاہور آیا تو لاہور کے اکثر لوگ اس کے خوف سے گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے لکھی محلہ کے لوگ بھاگنے لگے تو آپ نے انہیں بلایا اور یہ فرمایا کہ تم فکر نہ کرو بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس محلہ کے واسطے امان لے لی ہے۔ غرض یہ لوگ حسب الارشاد اپنے گھروں میں رہے۔ جب احمد شاہ لکھی محلہ سے گذرا تو حضرت کے تصرف سے کچھ اتنا متاثر ہوا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت محمد سعید لاہوری "پیر افغاناں" مشہور ہو گئے۔ لکھی محلہ میں ایک مسجد تھی اس میں حضرت محمد سعید درس دیا کرتے تھے عصر کے بعد اپنے مریدین کی باطنی اصلاح کے لئے ذکر و فکر کا شغل رہتا تھا۔ ایک دن ایک پریشان حال

Marfat.com

شخص حضرت کی خدمت حاضر ہوا اور یہ عرض کی کہ یا حضرت احمد شاہ ابدالی کی فوج کا ایک امیر میری لڑکی کو جبراً لونڈی بنا کر اپنے ہمراہ لے گیا ہے۔ آپ میرے حال پر کرم فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا آنکھیں بند کر۔ اس نے آنکھیں بند کی تو اپنی لڑکی کو اپنے قریب ایستادہ پایا اس شخص نے اپنی لڑکی سے پوچھا، بیٹی تم پر کیا گزری اس نے بیان کیا جو امیر مجھے یہاں سے لے گیا تھا میں اس کے یہاں لونڈی بنی ہوئی تھی اس نے ایک دن مجھے بازار میں تیل لینے بھیجا تھا یہ حضرت (اشارہ کرتے ہوئے حضرت محمد سعیدؒ کی جانب) نمودار ہوئے اور مجھ سے کہا کہ آنکھیں بند کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اب آنکھیں کھول کر دیکھتی ہوں تو اپنے آپ کو یہاں پا رہی ہوں۔ حضرت محمد سعیدؒ لاہوری کی دو بیٹیاں تھیں ایک کی شادی تو شیخ محمد مقیم سے ہوئی اور دوسری کی شیخ محمد مراد صوفیؒ سے۔

Marfat.com

حضرت شیخ اشرف

حضرت شیخ اشرف قوم کے مچھیارے راجپوت تھے اپنے زمانے میں بڑے بھاری عامل تھے۔ شدہ شدہ آپ عالمگیر اورنگ زیب کے مصاحب ہو گئے انہی ایام میں شیخ عبداللہ کھوکھر کی ایک خوب صورت لڑکی سے آپ کو عشق ہو گیا۔ آپ نے عقد کے لئے کوشش کی لیکن شیخ عبداللہ کھوکھر نے نہ تو انکار کیا نہ اقرار بات لٹکن میں رکھی۔ شیخ عبداللہ کو حضرت شیخ اشرف سے ان کی گوت اور ذات کی وجہ سے عقد کے سلسلہ میں اختلاف تھا صاف انکار وہ اس لئے نہیں کر سکتے تھے کہ حضرت شیخ اشرف عالمگیر اورنگ زیب کے مصاحبین میں سے تھے۔ شیخ عبداللہ کو یہ تدبیر سوجھی کہ اپنی لڑکی کو کسی اور سے منسوب کر کے حضرت شیخ اشرف کو یہ اطلاع دے دیں کہ آپ کی درخواست عقد سے پہلے ہی میری لڑکی کی نسبت ہو چکی ہے۔ غرض شیخ عبداللہ نے ادھر اُدھر بہتیری کوشش کی لیکن انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر حجرہ شاہ مقیم کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ امیر سے شیخ عبداللہ نے ملاقات کی اور تفصیلات سے باخبر کیا۔ حضرت موصوف نے یہ رشتہ منظور فرما لیا۔ غرض ابتدائی رسوم بھی ادا ہو گئیں۔ اس واقعہ کے بعد شیخ عبداللہ نے نہایت دل جمعی کے لئے حضرت شیخ اشرف کو یہ پیغام بھجوا دیا کہ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے پیغام سے قبل میری لڑکی کی نسبت حضرت شاہ محمد امیر سے

Marfat.com

ہو چکی ہے اس لئے اس پیغام کے قبول و عدم قبول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس بات سے حضرت شیخ اشرف سیخ پا ہوئے انھوں نے عالمگیر اورنگ زیب سے فریاد کی کہ دیکھئے شاہ عالی جاہ! جس لڑکی سے میں عقد کرنا چاہتا تھا اس سے شاہ محمد امیر نے نسبت قائم کر لی ہے۔ عالمگیر اورنگ زیب نے کہا کہ ہم اس بارے میں انصاف سے کام لینگے چنانچہ شاہ محمد امیرؒ کے نام عالمگیر کیجانب سے فرمان طلبی صادر ہوا۔ جب شاہ محمد امیرؒ دہلی کی حدود میں داخل ہونے کو تھے۔ تو عالمگیر نے استقبال کے لئے پہلے ہی موجود تھا۔ اور وہ اس لئے کہ شاہ صاحب سادات کبار میں سے تھے۔ حضرت شاہ محمد امیر نے ملاقات سے انکار کیا۔ اور یہ فرمایا کہ ہم ایک مدعا علیہ کی حیثیت سے آئے ہیں۔ تا انفصال مقدمہ ملاقات نہیں کر سکتے۔

دوسرے روز حضرت شاہ محمد امیر دربار شاہی میں تشریف فرما ہوئے اس روز ماہ رمضان کی ۲۸ ویں تاریخ تھی۔ ہر شخص رویت ہلال کا اشتیاق دل میں لئے ہوئے تھا۔ چونکہ آسمان ابر آلود تھا اور تاریخوں میں اختلاف پایا جاتا تھا مثلاً کوئی یہ کہتا کہ ۲۸ تاریخ ہے اور کوئی کہتا کہ ۲۹ ہے۔ اس وقت عالمگیر اورنگ زیب حضرت شیخ اشرفؒ سے رجوع کیا اور یہ پوچھا کہ ہلال عید کب رونما ہوگا۔ آپ نے بلا تامل جواب دیا کہ آج ہی شب کو حضرت شاہ محمد امیرؒ یہ جواب سن کر فرمانے لگے کہ آج چاند کی اٹھائیسویں تاریخ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آج چاند نظر آئے البتہ کل رویت ہلال یقینی عمل میں آئے گی۔ حضرت شیخ اشرف بولے میں جو یہ کہتا ہوں آج رویت ہلال ہوگی۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔ عالمگیر اورنگ زیب نے کہا، اچھا آپ

Marfat.com

مقدمہ کا فیصلہ صرف اسی بات پر ہوا کہ چاند آج نظر آتا ہے یا کل آج نظر آئے تو شیخ اشرفؒ کے حق میں اور کل دکھائی دے تو شاہ محمد امیرؒ کے حق میں فیصلہ صادر ہوگا۔ مدعی و مدعا علیہ کے صدق و کذب کا معیار یہی بات ٹھہری کہ اس معیار کی روشنی میں مسئلہ طے ہوگا۔

دن ڈھلا تو لوگوں کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھیں۔ ادھر شیخ اشرفؒ اپنے عمل کے زور سے ایک برنجی چاند زمین سے انتہائی بلندی پر پہنچا دیا تھا۔ اس مصنوعی چاند پر خوب صیقل کیا گیا تھا غرض یہ چاند سب نے دیکھا اور خود بادشاہ نے بھی اس کا مشاہدہ کیا شاہی توپ خانہ ہلال عید کی سلامی میں گولے چھوٹے۔ یہ اطلاع حضرت شاہ محمد امیرؒ کو پہنچی تو حضرت پالکی میں بیٹھ کر دربار شاہی میں پہنچے۔ عالمگیر نے انھیں دیکھتے ہی طنزاً کہا "با حضرت شیخ اشرفؒ نے بازی جیت لی۔ حضرت شاہ محمد امیرؒ کو جلال آگیا آپ نے اپنی پاپوش کی طرف نظر ڈالی۔ نظر ڈالنے کی دیر تھی پاپوش نے فضا میں پرواز کی اور جعلی چاند پر اس زور سے ضرب رسید کی کہ وہ چاند دربار شاہی میں سب کی آنکھوں دیکھتے آپڑا اس غیر معمولی کرامت سے شیخ اشرف کو سخت ندامت ہوئی۔ اور بادشاہ بھی اس سے بدظن ہوگیا۔ رشتہ کا فیصلہ حضرت شاہ محمد امیر کے حق میں ہوا۔ شیخ محمد اشرف محجوب ہو کر لاہور آبسے اور انھوں نے عملیات سے توبہ کی آخر میں عبادت الٰہی میں کچھ اس شان سے مصروف ہوئے کہ درویشی کا مقام حاصل کیا۔ ان کی وفات عہد عالمگیری میں ہوئی۔ سال وفات ۱۱۰۴ھ ہے۔

اوّل اوّل حضرت شیخ اشرفؒ کا مزار بھاٹی دروازہ کے باہر تھا اور اس کے ساتھ

Marfat.com

ایک عالی شان مسجد بھی تھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں یہ مقبرہ اور مسجد دونوں مسمار ہو گئے۔ فقیر نورالدین نے حضرت شیخ کی میت کا صندوق حضرت محمد سعید لاہوری کے قریب دفن کیا اور اس کے اردگرد ایک چہار دیواری بھی تعمیر کرائی۔ حضرت شیخ اشرف کا قطعہ تاریخ یہ ہے :۔

چو اشرف برفت از جہاں خنا | نہاں شد یکے آفتابِ شرف
چو مجسم ز دل سال ترحیل او | عیاں شد یکے آفتابِ شرف

Marfat.com

حضرت سید عبدالقادر المشہور شاہ گدا گیلانی رح

حضرت سید عبدالقادر المشہور شاہ گدا گیلانی رح حضرت سید عمر بن حاجی محمد ہاشم گیلانی رح کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ جامع شریعت طریقت درویش تھے آپ نے لڑکپن سے لے کر وصال تک ریاضت و مجاہدہ میں زندگی بسر کی باطنی کمالات کے باوجود آپ کو شکار کا شوق بھی تھا جسمانی طاقت اور شہزوری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ شیر کے دونوں پنجے اپنے دونوں ہاتھوں میں اس مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیئے تھے کہ شیر پوری قوت کے باوجود پنجے نہیں چھڑا سکا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے شیر کو اس قوت کے ساتھ دھکا دیا کہ اس کے دست و بازو کے جوڑ ڈھیلے ہو گئے آپ اکثر راتیں تنہائی میں دریائے راوی پر گذارتے تھے۔ دائم الصوم رہتے اور اکثر افطار صرف حو ایک دانے سے کرتے دستر خوان بچھتا تو دو لقموں سے زیادہ طعام تناول نہ فرماتے گویا آپ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ

نری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پہ ہے مدار قوت حیدری

آپ کا وصال ۹۵۴ھ میں بمقام لاہور ہوا۔ اپنے بزرگوں کے پہلو بہ پہلو ابدی نیند سو رہے ہیں۔

حضرت شیخ محترم رح

حضرت شیخ محترم رح نقشبندی سلسلہ کے درویش تھے۔ ان کی خانقاہ

Marfat.com

عہد عالمگیری میں چوہٹہ سوداں کے متصل یعنی اس مقام کے نزدیک تھی۔ جہاں آج حضرت جھولن شاہؒ کا مزار واقع ہے۔ حضرت جھولن شاہؒ کے تذکرہ میں ہم نے چوہٹہ سوداں کی جو وجہ تسمیہ بیان کی ہے وہ بھی اپنی جگہ پر مشہور ہے دوسری وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ سود ہوڈوں کی ایک گوت تھی سوداں اس کی جمع ہے۔ شیخ محترم کا وصال ۱۱۰۲ھ مطابق ۱۶۹۰ء میں ہوا۔ آپ کی پردہ پوشی کے بعد خانقاہ کا اہتمام ان کے خلفاء کے سپرد ہوا۔ اٹھارویں صدی کے نصف آخر تک اس خانقاہ پر خوب چہل پہل رہی لیکن شاہان اسلام کی شاہی کا چراغ گل ہوتے ہی قدیم بساط ہی الٹ گئی۔

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

سکھوں کا دور اقتدار آیا تو اس خانقاہ کی شان و شوکت مٹی میں مل گئی۔ خشت فروشوں نے خانقاہ سے ملحقہ عمارات کی شکست و ریخت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ۱۸۶۴ء میں تحقیقات چشتی کے مؤلف نے اس خانقاہ کی زیارت کی تو موصوف نے یہاں ایک مقبرہ دیکھا جو چوکور تھا۔ اس مقبرہ میں حضرت شیخ محترم کے علاوہ دو قبریں اور بھی تھیں جو بہت ممکن ہے۔ ان کے خلفاء کی ہوں۔ ۱۸۶۴ء کے بعد خانقاہ کا نقشہ بدلا۔ کسی انگریز نے اس پر قبضہ جما کر اسے کوٹھی میں تبدیل کر لیا۔ اور شمال کی جانب عمارت میں کچھ اضافے کے ساتھ ہر چہار طرف برآمدہ تعمیر کرایا۔ ۱۸۹۲ء میں حالات کچھ اور بدلے اور یہ خانقاہ ریلوے کو اپنے ٹو سٹورز کے سانچے میں ڈھل گئی۔ سٹورز کی منتقلی کے

Marfat.com

بعد اس خانقاہ کچھ عرصہ تک دادا بھائی شراب کے سوداگر کا گودام بھی رہا ہے آجکل یہاں شانزہ سوئیلیبارٹریز کا قیام عمل میں آچکا ہے جو دواسازی کا ایک کارخانہ ہے یہ مقام گرانڈ ٹرنک روڈ پر ریلوے مال گودام سے آگے بڑھکر بائیں ہاتھ اس جگہ واقع ہے جہاں گوجی شاہو کی سڑک ریلوے پل پر سے ہوتی ہوئی گرانڈ ٹرنک روڈ سے آکر ملتی ہے۔

آہ! حضرت شیخ محترم! ہم کتنے بدنصیب ہیں کہ ہم نے آپ جیسے محترم بزرگ کا احترام بھی نہیں کیا۔

حضرت حاجی جمعیتؒ قدم رسول

حضرت حاجی جمعیتؒ کا اصل نام حاجی جمیل ہے۔ آپ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے یہاں سے واپسی پر وہ اپنے ہمراہ قدم رسول لائے تھے۔ قدم رسول سرخ رنگ ہے۔ یہ قدم رسول ایک مکان میں ہے جو حضرت حاجی جمعیتؒ کے مزار سے متصل ہے اس مزار کے پاس ایک قبر غلام رسول سوداگر کی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہ سوداگر حضرت حاجی جمیلؒ کا دلی اور جگری دوست تھا ایک دن اس نے حضرت حاجی جمیلؒ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں مکہ معظمہ جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی میں نے سات حج کئے ہیں ایک حج کا ثواب تمہاری نذر کئے دیتا ہوں۔ اس سوداگر نے کہا کہ مجھے اماکن مقدسہ کی زیارت کا اشتیاق ہے دیکھ لوں تو بہتر ہے اس پر آپ نے فرمایا۔ اگر ایک دن ٹھہر کر وہ دیکھنا رات کو عمدہ پوشاک پہن کر جو عطر میں بسی ہوئی ہو۔ سونا۔ سونے

Marfat.com

ہے پہلے ہزار بار درود شریف بھی پڑھنا۔ غلام رسول اس اہتمام کے بعد سویا تو کیا دیکھتا ہے کہ بیت اللہ اس کے گھر میں موجود ہے۔ صبح سویرے آنکھ کھلی تو اس سوداگر نے تمام دولت فقراء میں تقسیم کر دی۔ اور حضرت حاجی جمیل رح کی خدمت میں شبانہ روز رہنے اور عشق الٰہی کے مزے لوٹنے لگے ایک سال کے بعد ایک سوداگر غلام رسول کی امی کی سات ہزار روپے کی امانت سپرد کرنے آیا تو اسے پتہ چلا کہ غلام رسول اب کسی دوسرے عالم میں ہے اور فقیرانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ سوداگر روپیہ لے کر وہاں پہنچا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا آخر اس سوداگر نے اسی روپے سے قدم رسول کا مکان، تالاب اور مقبرہ تعمیر کرایا۔

حضرت حاجی جمیل رح حضرت شاہ بلاول کے مرید تھے۔ جو حضرت مادھولال حسینؒ کے خلیفہ ہوئے ہیں۔ آپ کا مزار ریلوے سٹیشن کے شمال و مغرب میں ہے۔ مقبرہ کی تعمیر ۱۰۳۰ھ میں ہوئی۔ ۱۱ ربیع الاول کو حضرت حاجی جمیلؒ کا عرس ہوتا ہے۔

حضرت فضل شاہؒ

حضرت فضل شاہؒ کا مزار مستی دروازہ اور نواب علی رضا خاں کے کشمیری باغیچہ کے مابین ہے۔ آپ کی وفات ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔ آپ کا اصل وطن سید پور کہنہ علاقہ ظفروال ضلع سیالکوٹ ہے۔ شروع شروع میں آپ لاہور میں امام مسجد تھے علینکیں بنانے لگے بعد میں سائیں رحمان شاہ مجذوب کی توجہ سے ان پہ جذب کا عالم طاری ہو گیا۔ ایک عرصہ تک آپ چوک وزیر خاں میں رہے

Marfat.com

مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد میں آپ نے مستی دروازہ کی جانب قیام پسند کیا راجہ دینا ناتھ آپ کا عقیدت مند تھا آپ کی عادت یہ تھی کہ کپڑوں کا بغچہ بغل میں دبائے ہوئے اور حقہ بھی ہاتھ میں لئے رہا کرتے تھے اکثر بی بی پاکدامناں اور حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر آپ کا وقت گذرتا تھا۔ بڑے بڑے راجے مہاراجوں کی نذریں آپ ٹھکرادیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ کنتھ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ کنتھ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام نہیں معلوم ہوسکا آپ سنہ ۱۰۸۴ھ میں افغانستان سے لاہور آئے آپ قادریہ سلسلہ کے درویش تھے آپ کا مزار ایک مدت تک ویران رہا لیکن اس کے باوجود جلال کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی بے ادبی کرتا تھا اسے سزا ملتی تھی سنہ ۱۲۲۱ھ میں الٰہی بخش بابکے نے مزار کی تعمیر کرائی۔ یہ مزار اس سڑک کے ایک گوشے میں واقع ہے۔ جو بیرون موچی دروازہ سے قلعہ گوجر سنگھ کو جاتی ہے۔ مقبرہ شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ زیادہ فاصلہ پر نہیں۔ آپ کی وفات ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۱۱۹ھ میں ہوئی۔

حضرت سید بہاول شاہ گیلانی

آپ کا اصل نام حضرت بہاول شیر المشہور بہے دل شاہ گیلانی بن سید اسمٰعیل گیلانی ہے۔ آپ بڑے باکمال اور صاحب حال مجذوب ہوئے ہیں آپ کے والد ماجد حضرت سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بدایوں میں ہے آپ کی عمر ۲۵۰ سال ہوئی ہے

Marfat.com

اکثر شیر پر سواری کیا کرتے تھے آپ کی وفات شہنشاہ اکبر کے دور میں ہوئی ہے۔ آپ کا مزار غوب رد یہ مزنگ فیروز پور کی سڑک پر واقع ہے۔

حضرت شاہ مقیمؒ

حضرت شاہ مقیمؒ حضرت بہادل شیرؒ کی اولاد میں سے ہیں آپ کا اصل نام محکم الدین تھا ان کا مزار تکیہ بہادل شاہ کے جنوب میں ہیں۔ آپ کا وصال ۵۵ھ میں ہوا۔

Marfat.com

حضرت پیر زہدیؒ

حضرت پیر زہدیؒ جن کی ولادت و وفات کے سنین نامعلوم ہیں اپنے زمانے میں بڑے کامل درویش ہوئے ہیں۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ شہر میں پھرتے اور جو ردی کے ٹکڑے زمین پر گرے پڑے دستیاب ہوتے انہیں صاف کر کے کھا لیتے۔ ان کے مزار پر نمکین اور شیریں روٹیاں نذر کی جاتی ہیں۔ اس نذر نیاز سے لوگوں کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ حضرت پیر زہدیؒ کا مزار گورستان میانی میں ہے۔

حضرت عارف چشتیؒ

حضرت عارف چشتی مست مجذوب درویش تھے زندگی میں جو حال ان پر وارد رہا۔ آج کے مزار سے بھی ظاہر ہے جب کوئی شخص ان کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے تو اس پر سے پردے کی آواز سنائی دیتی ہے شروع شروع میں آپؒ کے جلال کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مزار کے اوپر سے کوئی جانور بھی نہیں گذر سکتا تھا۔ ان کے مزار کے پاس اگر کوئی گذر بھی جاتا تو بیمار ہو جاتا تھا۔ ان کا وصال ۱۰۶۴ھ میں ہوا۔ ان کا مزار بھی میانی میں ہے۔

حضرت سید چراغ شاہ چشتی سبزواریؒ

حضرت سید چراغ شاہ چشتی سبزواریؒ چشتی صابری سلسلے کے درویش تھے

Marfat.com

آپ کے آباؤ اجداد سبزوار سے ملتان آئے اور اوچ شریف کے قریب آباد ہوئے۔ اس سبزواری خاندان میں حضرت قاضی غلام محمد سبزواری فاضل اجل اور عالم متبحر تھے آپ کی شہرت شاہ عالمگیر کی دختر نیک اختر شہزادی زیب النساء نے سنی تو انھیں لاہور بلا لیا اور منصب قضا انھیں سپرد کیا گیا۔ یہ حضرت قاضی ہی نہ تھے بلکہ بلند پایہ طبیب بھی تھے جو بیماران کے پاس علاج معالجے کے لئے آتا اسے معجزانہ انداز میں شفا و صحت نصیب ہوتی۔ حضرت سید چراغ شاہ چشتیؒ بھی اپنے دور میں کامل درویش اور طبیب لبیب تھے۔ جسمانی امراض کا علاج بھی کرتے تھے اور روحانی کا بھی آپ کے اوراد و وظائف میں دلائل الخیرات داخل تھی۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں کچھ زمین خرید کر میانی میں ایک عمارت تعمیر کرائی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک باغیچہ بھی یہاں۔ آپ اکثر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ ۱۸۵۷ء تک بقید حیات تھے غالباً اسی سنہ میں ان کا وصال ہوا۔

حضرت شیخ سعدی بلخاریؒ

تذکرہ مناقب سید آدمؒ میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ سعدی بلخاریؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ اکبر حضرت سید آدمؒ کے خلفا میں سے تھے۔ آپ ابتدا میں بعہد شاہجہان فوج میں ملازم تھے۔ ایک دن آپ حضرت سید آدم بنوریؒ کے خلیفہ حضرت شیخ اسد اللہؒ کی خدمت میں پہنچے، حضرت شیخ اسد اللہؒ نے ایک نظر میں بھانپ لیا کہ ان کی قسمت میں درویشی ہے، وہ انھیں اپنے پیر و مرشد حضرت

Marfat.com

سید آدم بنوری کے پاس سے گئے اور بیعت کرائی چند سال پیر و مرشد کی توجہ سے آپ نے مقامات سلوک طے کر لئے۔ جب حضرت سید آدم بنوریؒ براہ لاہور بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کو لاہور میں متعین کیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ لاہور میں رہ کر خلق خدا کی ہدایت میں مصروف و مشغول رہنا۔ غرض حضرت شیخ سعدی بلخاریؒ ۴۰ سال تک لاہور میں رہے اور ان سے کافی تعداد میں لوگ فیض یاب ہوئے۔ آسیب زدگان آپ کی نظر فیض اثر سے فوراً رو بصحت ہو جاتے تھے بعض اوقات آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ آسیب زدہ کے کان میں یہ کہہ دو کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں اگر تجھے اپنی خیریت مطلوب ہے تو یہاں سے چلا جا چنانچہ اس عمل سے آسیب زدہ کو فوراً صحت ہو جاتی تھی۔ حضرت سعدی بلخاریؒ مستجاب الدعوات بھی تھے آپ کے پاس جو لوگ بھی آتے تھے ان کی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔ آپ کا وصال ۱۰۸۶ھ میں بعہد عالمگیری اورنگ زیب ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات یہ ہے:۔

جناب سعدی بلخار دل بیدار لاہوری۔ بود روح پاک او ہزاراں رحمت باری

چو از دنیائے دوں آخر بجنت رفت بے چشتی۔ ندا آمد ز ہاتف زندہ دل سعدی بلخاری

حضرت پیر برہانؒ

حضرت پیر برہانؒ کا مزار (یکی دروازہ کے باہر مشرق کی جانب اس سڑک پر واقع ہے جو نہر سے ملی ہوئی قلعہ کو جاتی ہے۔ سڑک کے کنارے ایک تکیہ ہے اس کے گرد و نواح پختہ چہار دیواری ہے۔ حضرت پیر برہانؒ کا مزار

Marfat.com

سے لاہور آئے تھے ان کا وصال شہنشاہ اکبر کے عہد میں ہوا پہلے حضرت پیر برہان کا مزار بارونق تھا اس کی عمارت شاندار تھی کنور نہال سنگھ نے اسے مسمار کرا دیا تھا۔ اس مقبرہ کے قریب ہی حضرت آدم شہابؒ کی نوگزی قبر ہے۔

حضرت ماہی شاہؒ

حضرت ماہی شاہؒ حضرت درگاہی شاہؒ کے پیر بھائی تھے۔ آپ عہد جہانگیر میں حضرت شاہ چراغؒ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے تھے یہ بھی قادریہ سلسلے کے درویش تھے۔ آپ کا مزار بھی حضرت درگاہی شاہؒ کے مزار کے متصل ہے۔ ولادت و وفات کے سنین نامعلوم ہیں۔ مزار ہال روڈ پر ہے۔

حضرت شاہ رحمت اللہ قریشیؒ

حضرت شاہ رحمت اللہ قریشی عہد عالمگیری میں کامل درویش ہوئے ہیں۔ آپ کا مزار مولوی رجب علی خاں کے باغیچے کے مشرق میں ہے جہاں حضرت سید محمود بھاکریؒ کا مقبرہ ہے۔ آپ کی خانقاہ فرشتوں کی خانقاہ مشہور ہے عہد عالمگیر میں جو معمار شاہی مسجد کی تعمیر میں مصروف تھے انہوں نے چوری چھپی راتوں رات اینٹیں جمع کر کے یہ مقبرہ تعمیر کیا تھا ابھی صبح ہونے میں کچھ دیر باقی تھی کہ محلہ کی عورتوں نے چکیاں پیسنی شروع کر دیں۔ معمار اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ کو علم نہ ہو جائے کام چھوڑ چھاڑ کر بھاگ نکلے۔ گنبد کا کچھ حصہ تشنۂ تکمیل رہ گیا تھا۔ دن میں لوگوں نے جب یہ عمارت نئی دیکھی تو یہ چرچے ہونے لگے کہ یہ

Marfat.com

عمارت فرشتوں نے تعمیر کی ہے۔ حضرت شاہ رحمت اللہؒ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کی اولاد میں تھے۔ عرس کی تاریخ ۷ ارصفر المظفر ہے۔ آپ کے مزار کی اینٹیں لوگ تبرکاً لیجاتے ہیں۔ اور جب ان کی مراد پوری ہوجاتی ہے اور اینٹوں کے وزن کے برابر قند سیاہ تول کر مزار پر چڑھاتے ہیں اور اینٹیں بھی وہیں رکھ آتے ہیں۔ حضرت شاہ رحمت اللہ کا انتقال عہد عالمگیری میں ہوا۔

حضرت الف شاہؒ

حضرت الف شاہؒ بی بی پاکدامناں کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ لاہور میں جب راجہ کے سپاہیوں نے بیبیوں کو تنگ کرنا چاہا اور وہ زمین میں قدرت الٰہی سے سماگئیں تو حضرت الف شاہؒ ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت الف شاہؒ کا سر لڑھکتا ہوا چلا تو کسی عورت نے حیرت سے دیکھا۔ اس کا دیکھنا تھا کہ سر کی جنبش رک گئی۔ حضرت الف شاہؒ کے مزار بھی گورستان بی بی پاکدامناں کے نواح میں ہے۔ حضرت الف شاہؒ کے مزار کی رونق زرگروں کی کوششوں سے دوبالا رہی۔ چنانچہ آج بھی زرگروں کی نسل سے کوئی صاحب اس کے مہتمم ہیں۔

حضرت فتح شاہ سرمستؒ

حضرت فتح شاہ سرمستؒ اکثر دریائے راوی کے کنارے مصروف عبادت رہتے تھے ایک دفعہ روشن شاہ کوتوال سیر کرتا ہوا دریا کے قریب

Marfat.com

اس مقام پر آنکلا۔ جہاں حضرت فتح شاہؒ مشغول ذکر تھے آپ کو دیکھتے ہی اس کے
دل میں ایک ولولہ پیدا ہوا اور وہ بے خودی کے عالم میں حضرت کے قدموں میں
گر پڑا۔ حضرت سرمستؒ نے اس کے حال پر خصوصی توجہ فرمائی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
اس نے ملازمت ترک کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر باشی اختیار کی تیئیس سال
تک ہر وقت حاضر خدمت رہا ایک دن حضرت فتح شاہؒ نے روشن شاہ سے فرمایا
کہ تم شاہجہان آباد جاؤ۔ روشن شاہؒ نے تعمیل حکم کی اور شاہ جہاں آباد میں سات
سال گذارے لیکن پھر آپ کی محبت انہیں کشاں کشاں لاہور لے آئی۔ وصال کے
وقت حضرت فتح شاہ سرمستؒ نے انہی روشن شاہؒ کو خلافت سونپی۔ حضرت
فتح شاہ سرمستؒ کے والد ماجد گھوڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے لیکن تھے لاولد
ایک دن وہ اولاد کی تمنا حضرت برہان شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض
کی کہ یا حضرت میرے حال پر کرم فرمائیں میرے گھر اولاد نہیں ہے کوئی بیٹا ہو جائے
حضرت برہان شاہؒ نے فرمایا، بیٹا تو ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ اسے فقیروں کی صحبت
میں رہنے دینا۔ انہوں نے منظور کر لیا چنانچہ اسی سال حضرت فتح شاہؒ متولد ہوئے
جب ان کی عمر سات سال کی ہوئی تو حضرت برہان شاہؒ کی خدمت میں انہیں لے
گیا۔ آپ نے انھیں اپنی فرزندی میں قبول فرمالیا۔ اور اپنے خلیفہ شاہ عبداللطیف
برہانپوری کو حکم دیا کہ وہ ان کی تربیت فرمائیں۔ اس تربیت اور شیخ کامل کی توجہ
سے سلسلہ شطاریہ کے درویش کامل ہو گئے۔ ان کی کرامات بہت سی مشہور ہیں ایک
کرامت یہ ہے کہ جب روشن شاہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت فتح شاہ
نے سجی اور صابون گھول کر ان کے سر پر ڈالا اس کے اثر سے ان کے جسم کی کھال کی

Marfat.com

گئی جس سے روشن شاہ بہت پریشان ہوئے اس پریشانی کو رفع کرنے کے لیے حضرت فتح شاہؒ نے ان کے جسم پر ایک نظر ڈالی تو جسم پہلے جیسا ہو گیا پھر آپ نے روشن شاہ کو ایک چوب خشک دی اور فرمایا کہ اسے گاڑ دو چوب خشک کا زمین میں گاڑنا تھا کہ وہ سرسبز ہو کر مائل بہ نشو و نما ہو گئی یہ ہرا درخت مدتوں خانقاہ پر رہا ہے۔

حضرت فتح شاہ سرمستؒ بے خودی کے عالم میں رہتے۔ گفتگو بہت کم کیا کرتے تھے بعالم مستی اکثر برہانپور، برہانپور فرمایا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا کہ حضرت برہانپوری تھے حضرت فتح شاہ سرمستؒ کی خانقاہ بدھو کے پراوہ کے جنوب میں ہے۔ آپ کا وصال ۱۱۵۰ھ میں ہوا۔

حضرت شاہ ابوتراب المشہور شاہ گداؒ

حضرت شاہ ابوتراب المشہور شاہ گداؒ سید حسینی قادری شیرازی ہیں۔ آپ بعہد شاہ ہمایوں شیراز سے لاہور تشریف لائے ان کا مشرب رندی تھا گجرات میں سلطان المشائخ حضرت خواجہ وجیہہ الدین گجراتیؒ کے دست اقدس پر آپ نے بیعت کی تھی ولایت کا منصب انہیں شیخ کامل کی صحبت میں ملا۔ اپنے شیخ کے وصال کے بعد لاہور تشریف لائے تو یہاں کے بہت سے رؤسا نے آپ کی خدمت گذاری کی اپنا فرض سمجھا حضرت شاہ گداؒ نے ۱۱۴ سال کی عمر میں ۴ شوال ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے مثلاً سید ابوتراب بن سید

نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید اسد الدین بن زین العابدین بن سید یونس بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالہادی بن سید عبدالباقی بن سید ابوالحسن علی بن سید عبدالعزیز شیرازی بن سید عبداللہ بن سید محمد امین بن سید قدرت اللہ بن سید موسیٰ بن سید مسعود بن سید صادق بن سید احمد بن سید حسن بن سید زید بن سید جعفر بن سید محمود بن سید ہارون بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن امام الشہداء امام حسین بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت سید محمود حضوری رح

حضرت سید محمود حضوری رح موسوی سلسلہ سادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم رح تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے والد ماجد شمس العارفین سید شمس الدین غوری رح مولوی تھے۔ جو ظاہری و باطنی علوم میں دستگاہ کامل رکھتے اپنے پدر بزرگوار کے وصال کے بعد حضرت سید محمود حضوری رح غور سے عازم ہند ہوئے اور لاہور پہنچ کر محلہ حاجی سوائی میں۔ جو سکھوں کے عہد میں ویران ہو گیا اقامت گزیں ہوئے۔ لاہور میں آپ کے کمالات کا شہرہ ہوا۔ تو لوگ آپ کی خدمت میں کشاں کشاں آنے اور بیعت سے مشرف ہونے لگے آپ کی توجہ سے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو جاتی تھی اسی لئے آپ کو حضوری بھی کہا جاتا تھا آپ کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیر رح

Marfat.com

تک پہنچتا ہے۔ آپ کا وصال ۹۴۲ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار حضرت جان محمدؒ حضوری کے مقبرہ میں ہے۔

حضرت سیّد عبدالقادر گیلانی لاہوریؒ

حضرت سید عبدالقادر گیلانی لاہوریؒ روشن ضمیر درویش تھے۔ اپنے والد ماجد حضرت سید جمال الدین گیلانیؒ کے دست حق پرست پر آپ نے بیعت کی تھی۔ شروع شروع میں آپ بغداد ہی میں رہے بعد میں سیر و سیاحت کے ارادے سے لاہور پہنچے تو یہاں مستقلاً مقیم ہو گئے آپ کے تین فرزند سید حاجی سید سلطان اکبرؒ اور سیّد غیاث الدین المشہور دولت شاہ تھے یہ بھی اپنے زمانے میں کامل و اکمل فقرا ہوئے ہیں ۱۸ ربیع الاول ۹۴۲ھ میں آپ رہگیرائے عالم بقا ہوئے۔

حضرت سیّد اسمٰعیل گیلانیؒ

حضرت سید اسمعیل گیلانیؒ شروع شروع میں اپنے والد ماجد حضرت سید عبداللہ گیلانیؒ سے فیض یاب ہوئے اپنے دور کے مشائخ کبار میں سے تھے جب ان کے کمالات کی شہرت دور دور پہنچی تو شہنشاہ اکبرؒ نے انھیں ہندوستان میں تشریف آوری کی دعوت دی اکبر آپ کا بے حد ارادت مند تھا اس نے فیروزپور میں ایک ہزار بیگہ زمین بھی آپ کے نام وقف کی تھی حضرت سیّد اسمٰعیلؒ لاہور میں نکھی محلہ میں رہتے تھے یہ محلہ بھی سکھوں

Marfat.com

کے عہد میں تباہ ہوا۔ لکھی محلہ کے پارچہ فروش سوداگر آپ کے عقیدت مند اور مرید تھے۔ حضرت زہد مرتاض شیخ تھے، باوجود اس کے کہ خود شہنشاہ اکبر اور امرائے دربار آپ کے عقیدت مند تھے۔ آپ کو طبعاً دنیا و دنیا سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ صاحب شجرۃ الانوار کی روایت کے بموجب آپ کا وصال ۹۷۸ھ میں ہوا اسی سال آپ کے والد ماجد حضرت سید عبداللہ ربانیؒ کی اوچ شریف میں وفات ہوئی۔ حضرت سید اسمٰعیل گیلانیؒ کا مزار لکھی محلہ میں حضرت موج دریا بخاریؒ کے مزار سے متصل پاس چاردیواری میں ہے جہاں حضرت موج دریا بخاریؒ کی زوجہ کلاں مدفون ہیں۔ حضرت سید اسمٰعیل گیلانیؒ کے تین فرزند تھے تینوں کامل و اکمل درویش ہوئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں (۱) حضرت سید بہاؤالدین شاہ المشہور بہاول شیرؒ حضرت سید بہاول الدین بن حضرت اسمٰعیل گیلانیؒ کی نسل سے ہیں با ایں طور سید بہاول الدین المشہور بہاول شیرؒ بن سید محی الدینؒ بن سید شمس الدین بن سید بہاؤالدین بن سید اسمٰعیل گیلانیؒ۔ حضرت بہاول شیرؒ کا مزار لعل ٹنگ، اور کورٹ عبداللہ شاہ کے مغرب میں گورستان میانی سے متصل ہے۔

حضرت میر میراں بن سید مبارک حقانی گیلانیؒ

حضرت میر میراں بن سید مبارک حقانی گیلانی صاحب کشف و شہود درویش تھے آپ کے والد محترم حضرت سید مبارک حقانی گیلانیؒ کے ہاتھوں آپ نے خرقہ فقر پہنا۔ اوچ شریف سے لاہور میں آئے اور یہاں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر دیا۔ یہیں لاہور میں ۹۸۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

Marfat.com

گورستان میانی میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت سیّد شاہ نور حضوریؒ

حضرت سید شاہ نور حضوریؒ حضرت سید محمود حضوریؒ کے فرزند ارجمند تھے آپ نے خرقہ مشیخت اپنے والد ماجد کے ہاتھوں پہنا یہ بھی رسول نما درویش تھے۔ حضرت سیّد محمود حضوریؒ کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ اور سجادہ نشین آپ ہی تھے۔

آپ کا وصال ۹۹۶ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بھی زیارت گاہ خلق ہے

حضرت سیّد صوفی بن سیّد بدرالدین بن سیّد اسمٰعیل گیلانیؒ

حضرت سید صوفی بن سید بدرالدین بن سید اسمٰعیل گیلانیؒ متوکل باللہ درویش تھے۔ شریعت و طریقت دونوں کی ہم آہنگی کے لئے آپ نے کافی جدوجہد کی۔ آپ کے فیض صحبت سے بہت سے طالبان مولا اپنی مراد کو پہنچے۔ لاہور میں آپ کے دم سے شریعت کی گرم بازاری تھی۔ آپ کا مزار بھی لاہور میں ہے۔

آپ کا وصال ۱۰۰۲ھ میں ہوا۔

حضرت سیّد جیون المشہور بسیّد عبدالقادر ثالث گیلانیؒ

حضرت سید جیون المشہور بسید عبدالقادر ثالث گیلانیؒ نے اپنے والد ماجد حضرت سیّد محمد غوث بالا پیر ستگرہیؒ کی صحبت میں علوم ظاہری

Marfat.com

و باطنی کی تکمیل کی۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ شہر کے باہر آپ نے گذر لنگر خاں میں سکونت اختیار کی ایک محلہ رسول پورہ کے نام سے بھی آباد کیا۔ یہاں ۱۰۲۲ھ میں آپ کا وصال ہوا اپنے بنیرہ حضرت شاہ چراغ بن عبدالوہاب کے روضہ میں مدفون ہوئے سید عبدالوہابؒ اور سید محمدؒ آپ کے دو فرزند تھے۔ بی بی فاطمہ ثانی المشہور بی بی گلاں اور بی بی دولت آپ کی دختران نیک اختر تھیں بی بی فاطمہ ثانی تو حضرت موج دریا بخاریؒ کے عقد میں آئیں اور بی بی دولت کی شادی سید نظام الدین بن سید میر میراں بن سید مبارک بن سید محمد غوث بالا پیر سے ہوئی۔

حضرت سید عبدالوہاب گیلانیؒ

حضرت سید عبدالوہاب گیلانیؒ حضرت عبدالقادر ثالث گیلانیؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ اپنے والد محترم کے بعد مسند مشیخت پر رونق افروز ہوئے۔ بہت سے لوگ آپ کے معتقد تھے آپ کا وصال ۱۰۷۳ھ میں ہوا۔

حضرت حاجی محمد ہاشم گیلانیؒ

حضرت حاجی محمد ہاشم گیلانیؒ قادریہ سلسلہ کے ایک عظیم المرتبت شیخ تھے آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت سید محمد غوث حلبیؒ تک پہنچتا ہے بایں طور سید محمد ہاشم بن سید صوفی علی بن سید بدرالدین بن سید

Marfat.com

اسمٰعیل گیلانیؒ بن سید عبداللہ ربانیؒ بن سید محمد غوث صلبیؒ۔ موصوف نے ۱۲۰ سال عمر پائی۔ بارہ[12] سال تک آپ نے عرب، ایران، شام اور عراق کی سیاحت کی حلب پہنچ کر اپنے خاندان کے مورث اعلیٰ سید شمس الدین حلبیؒ کے مزار کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے اثنائے سفر میں متعدد مشائخ سے کسب فیض کیا۔ آخر لاہور میں بروز جمعہ ۷ محرم ۱۰۸۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ لاہور میں مدفون ہوئے۔

حضرت سید سرور دین حضوری لاہوریؒ

حضرت سید سرور دین حضوری لاہوریؒ حضرت سید جان محمد حضوریؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ انہی سے آپ نے بیعت کی تھی۔ آپ بھی کامل درویش تھے اور اپنے آبا و اجداد کی طرح آپ بھی رسول نما تھے آپ کی توجہ سے بہت سے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ حضرت سید سرور دین کا وصال ۲۱ شوال بروز جمعہ ۱۱۰۱ھ میں ہوا۔ اور وہیں مدفون ہوئے جہاں ان کے والد ماجد سوئے ہوئے ہیں۔

حضرت سید جعفر بن حاجی محمد ہاشم بن صوفی علی گیلانیؒ

حضرت سید جعفرؒ کی ولادت بروز پنجشنبہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۱۰۸ھ میں ہوئی آپ نے اپنے آبا و اجداد کے ناموس پر حرف نہیں دیا۔ بڑے ٹھاٹھ کی درویشی کی۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اجازت آپ کو اپنے والد محترم سے ملی تھی۔

Marfat.com

آپ کا وصال بروز شنبہ ۹ رجب ۱۱۰۳ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بیرون شہر اٹلی والے تکیہ میں ہے۔

حضرت سید محمد فاضل متوکل بن سید محمد ہاشم گیلانیؒ

حضرت سید محمد فاضلؒ متوکل باللہ درویش تھے۔ عبادت و ریاضت میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ نہ دنیا سے مطلب تھا نہ اہل دنیا سے سروکار جب تک بقید حیات رہے اپنے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا مشہور ہے کہ جب ان کے والد ماجد حضرت سید محمد ہاشم گیلانیؒ عازم بیت اللہ ہوئے تو ان سے کہا کہ اے بیٹے! گلی کوچوں میں مت پھرنا گھر میں بیٹھ کر یاد الٰہی میں مصروف رہا کرنا۔ آپ نے یہ بات گرہ میں باندھ لی اور آخر دم تک اس پر قائم رہے۔
صاحب شجرۃ الانوار کا بیان ہے کہ حضرت سید محمد فاضلؒ دائم الصوم اور دائم القیام درویش تھے جواہر خمسہ کا فرصت میں مطالعہ کیا کرتے تھے۔ عالمگیر اورنگ زیب کو ان سے عقیدت تھی چند بار اس نے ان کی خدمت میں حاضری دی۔ نقد و جنس اور جاگیر تک پیش کی لیکن آپ نے کچھ قبول نہیں کیا آپ کی وفات ۲ ذی الحج ۱۱۱۲ھ میں ہوئی آپ کا مزار حضرت سید اسمٰعیل محدث بخاریؒ کی خانقاہ کے بالکل قریب ہے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عالمگیر کے حکم سے مزار کے متصل ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی تھی لیکن مزنگ کے زمینداروں نے جن کا پیشہ خشت فروشی تھا یہ مسجد مسمار کر دی مزار سکھوں کے زمانہ میں منہدم ہوا۔

Marfat.com

حضرت سید عمر گیلانیؒ

حضرت سید عمر گیلانی حضرت سید محمد ہاشم گیلانیؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کو اپنے پدر بزرگوار کی بارگاہ سے خرقۂ خلافت بھی عطا ہوا تھا آپ گوشہ نشین درویش تھے سلسلہ قادریہ کی نسبت اور سلوک سے متعلق آپ نے ایک رسالہ بھی تصنیف کیا تھا۔ عقاید اہل سنت پر بھی آپ نے ایک کتاب لکھی تھی۔ آپ کی ولادت صاحب شجرۃ الانوار کی روایت کے بموجب ۱۰۳۱ھ میں ہوئی اور وفات بروز یکشنبہ ۱۶ ؍ شعبان ۱۱۱۵ھ میں۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

Marfat.com

حضرت سید بدرالدین گیلانیؒ

حضرت سید بدرالدین گیلانیؒ کے والد بزرگوار سید علیؒ بن حاجی سید محمد ہاشمؒ تھے۔ آپ اپنے وقت کے فاضل متبحر اور متوکل باللہ درویش تھے۔ درس قرآن دیا کرتے تھے کبھی کبھی وعظ بھی فرماتے بارعب درویش تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے سامنے لب کشائی کر سکتا۔ سلطان محمد معز الدین بن بہادر شاہ بن عالمگیر نے ایک لاکھ روپیہ نقد اور کچھ جاگیر آپ کی خدمت میں نذر کرنی چاہی آپ نے قبول نہ کی آپ کا وصال ۱۱۳۶ھ میں ہوا۔ لاہور میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت سید عبدالوہاب بن سید سرورالدین بن جان محمد حضوریؒ

حضرت سید عبدالوہابؒ حضوری درویش کے سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ آپ بھی کامل و اکمل درویش تھے آپ نے بھی اپنے آبا واجداد کی سنت کے مطابق رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا لاہور کے اکثر لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کی وفات بروز جمعہ ۱۲ شوال ۱۱۳۱ھ میں ہوئی آپ کا مزار بھی لاہور میں ہے۔

حضرت سید عبدالحکیمؒ

حضرت سید عبدالحکیمؒ کے جد امجد حضرت سید یعقوبؒ ۸۴۰ھ میں

ایران سے آئے تھے۔ آپ جہانگیر کے عہد میں صاحب کمال درویش ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ ہاؤس (لاٹ صاحب کی کوٹھی) کے جنوب میں آپ کا مزار ہے۔ ۱۰۳۱ھ میں آپ ولادت ہوئی تھی۔ ۱۱۰۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت شاہ فریدؒ

حضرت شاہ فریدؒ شہنشاہ ہمایوں کے عہد میں بارہ ہزاری منصب رکھتے تھے حضرت محمد سچیار سے بیعت کے بعد آپ پر فقیری کا رنگ کچھ اتنا گہرا چڑھا کہ آپ نے اپنی تمام دولت راہ مولا میں قربان کر دی اور سلسلہ نوشاہیہ کی درویشی کا خرقہ زیب تن کر لیا آپ نے ۷۵ سال کی عمر پائی ہے اور جب ۱۱۰۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا دھولن وال کے شمال میں آپ کا مزار ہے۔

Marfat.com

حضرت سید سر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید سرؒ کا اصل نام حضرت سید عبدالخالق ہے آپ حضرت جان محمد حضوریؒ کے رشتہ دار تھے۔ آپ ولی کامل اور عالم متبحر تھے جب آپ نے دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اس کے پاس ہی ایک تالاب کھدوایا تو اس کے پاس کی آبادی کا نام محلہ سید سر پڑ گیا پنجابی زبان میں سر تالاب کو کہتے ہیں۔ آپ کا مزار ریلوے کے قریب ہے۔ حضرت پیر مہکاؒ اور حضرت جان محمدؒ کے مزارات سے شمال میں۔

حضرت سکندر شاہؒ

حضرت سکندر شاہؒ کا مزار تکیہ قطب شاہؒ کے شمال میں اس راستے پر جو موضع سانندہ کو جاتا ہے واقع ہے۔ آپ کی وفات ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ جس روز ہلال عید طلوع آتا ہے یہاں زائرین کا اچھا خاصا اہتمام ہوتا ہے

حضرت شیخ محمد حفیظ المشہور چھوٹن شاہؒ

حضرت شیخ محمد حفیظ المشہور چھوٹن شاہؒ جنہیں عوام گھوڑے شاہ بھی کہتے ہیں۔ بلند پایہ درویش تھے۔ گھوڑے ان کا نام اس لئے مشہور ہوا کہ انھیں گھوڑوں سے خاص شغف تھا جب کسی سے کوئی فرمائش کرتے تھے گھوڑا ہی طلب فرماتے تھے ایک دفعہ آپ کا ایک عقیدت کیش مرید لکڑی

Marfat.com

کا گھوڑا بنا کر آپ کی خدمت میں لایا آپ نے کیف و سرمستی کے عالم میں اس پر سواری کی اور اس سے باندازِ نازخطاب کیا، چل رے گھوڑے چل۔ قدرتِ خداوندی سے وہ گھوڑا دوڑتا ہوا دور نکل گیا۔ اس روز سے آپ کا نام گھوڑے شاہ مشہور ہو گیا آپ اکثر شہر میں پھرا کرتے تھے لاہور کی ایک طوائف سوداں آپ کی مرید تھی جس کے نام سے وہ علاقہ جہاں آپ کا مزار ہے کسی زمانے میں سوداں مشہور تھا۔ جب ۱۰۴ سال کی عمر میں ۱۶ رجب ۱۱۰۶ھ میں آپ کا وصال ہوا تو اس طوائف نے آپ کا مزار تعمیر کرایا اور ساتھ ہی ایک مسجد بھی۔ یہ مزار شالامار باغ کے قدیم رستے میں شہر سے جاتے ہوئے دائیں ہاتھ ہے راجہ دینا ناتھ کے باغ سے بجانب غرب مائل بجنوب۔

حضرت پیر غازی المشہور غیبؒ

حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار عالیہ سے مشرق کی جانب ایک سایہ دار پیپل کے درخت کے نیچے ایک مزار ہے۔ جسے حضرت غازی المشہور پیر غیبؒ کا مزار بتایا جاتا ہے پیر غیب یا پیر از غیب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب باغ زیب النساء بیگم جو کسی زمانے میں چوبرجی میں تھا کے ارد گرد دیواریں تعمیر ہو رہی تھیں تو شمالی دیوار کی تعمیر میں عجیب دشواریاں پیش آئیں۔ دن میں یہ دیوار جتنی بھی تعمیر ہوتی رات کو مسمار ہو جاتی۔ جب پانچ سات بار ایسا ہوا تو بادشاہ نے اطبا و فضلا کو دریافت حال کے لئے جمع کیا ان علماء نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی کہ غالب امکان یہ ہے کہ یہاں کسی ولی کامل کی قبر ہے۔ چنانچہ وہاں قبر کا نشان بنا دیا گیا ہے چونکہ

Marfat.com

یہ ایک غیبی مزار کی دریافت تھی اس لئے صاحب مزار کو پیر غیب یا پیر غائبی کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ شاہان ماضی کے دور میں یہاں ایک شیش محل تھا اس مزار کا تعلق بھی حضرت داتا گنج بخشؒ کے مجاورین سے ہے۔

حضرت نظام شاہ مجذوبؒ

حضرت نظام شاہؒ ایک مست مجذوب قسم کے درویش تھے مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو بھی آپ کے معتقد تھے آپ نے ایک دن عالم بے خودی میں بروز عید اضحیٰ تکیہ سادھواں میں یہ اعلان کیا تھا کہ پرانی بساط اُلٹ گئی ہے اب نئی بساط بچھے گی چنانچہ اسی دن اس اعلان کے دو گھنٹے بعد ہی راجہ ہیرا سنگھ کو مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ماموں سردار جواہر سنگھ کو قتل کر ڈالا۔ ان کی یہ کرامت اب تک مشہور چلی آتی ہے کہ جب کوئی ان کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے ان کی زیارت بھی کی ہے ان کا انتقال ۱۲۶۹ھ میں ہوا۔ ان کا مزار گورستان میانی میں ہے۔

حضرت پیر ہادی رہنماؒ

حضرت پیر ہادی رہنماؒ حضرت سید شمس تبریزؒ کے نواسے ہیں چوک جھنڈا کے گندم فروش خوجے آپ سے اعتقاد رکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۶۸۱ھ میں ہوئی۔ بوڑھی خانہ کے متصل آپ کا مزار ہے۔ یہ مزار عہد بابری کی تعمیر ہے۔ اس مزار کے پہلو میں حضرت پیر ہادی رہنما کے دو دادا بھائیوں کی قبریں

Marfat.com

بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں راجہ دھیان سنگھ نے اس مزار کے تمام پتھر اور ستون اکھڑوا کر جموں بھجوا دیے تھے۔ شاہدرہ میں مقبرہ جہانگیر اسی مقبرہ کی طرز پر بنا ہوا ہے۔

حضرت شاہ درگاہیؒ

حضرت شاہ درگاہیؒ جہانگیر کے عہد میں حضرت شاہ چراغؒ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے تھے۔ کسی زمانے میں آپ کی یہ کرامت مشہور تھی کہ آپ کے مزار کے جنوبی گوشے کے کنویں کا جو لوگ پانی پیتے تھے ان کے پھوڑے پھنسیاں نہیں نکلتے تھے۔ اور نکلی ہوتیں تو آرام ہو جاتا بلکہ کمال کی بات یہ تھی کہ جہاں اس کنویں کا پانی گرتا تھا وہاں کی مٹی میں بھی صحت بخشی کی تاثیر پیدا ہو جاتی تھی۔ آپ کا مزار حضرت شیخ اسمٰعیل بخاریؒ کے مزار کے قریب ہی ہے۔ یعنی اس سڑک پر جو آج کل ہال روڈ کہلاتی ہے۔ اس مزار کے پشت پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔

حضرت پیر سراج الدین المشہور پیر سراجؒ (شیرازی)

حضرت پیر سراجؒ سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں بخارا سے لاہور آئے۔ علوم ظاہری و باطنی میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ سلطان نے ان پر ہر چند زور دیا کہ یہ عہدہ قضا قبول کر لیں لیکن انہوں نے کسی قیمت پر یہ اعزاز گوارا نہیں کیا۔ سلطان نے غضب آلود ہو کر ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا

Marfat.com

لاہور کے امرا کبرا نے بیچ میں پڑ کر سلطان کو اس ارادہ سے باز رکھا۔

حضرت سراجؒ پر بادشاہ کے اس غلط اقدام کا یہ اثر ہوا کہ آپ نے درس و تدریس کا کام بند کر دیا اور اپنے مریدین کو بھی جا بجا رخصت کر دیا۔ خود آخر تک گوشہ نشینی کی زندگی بسر کی۔ اس عالم میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت پیر سراج الدینؒ لاہور میں ۷۲۳ھ میں یا اس کے لگ بھگ تشریف لائے تھے۔ شروع شروع میں ان کا قیام ملتان میں رہا لیکن بعد میں ملتان کے نائب حاکم نے انھیں محمد تغلق کے پاس کسی سرکاری کام سے بھیجا۔ تو سلطان نے ان کے علم و فضل سے متاثر ہو کر انھیں لاہور ہی میں روک لیا۔ بعد میں وہ واقعہ پیش آیا جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ان کا مزار تکیہ پیر شیرازی والا کے نام سے مشہور ہے جو میانی میں بجانب گوشہ غربی و جنوبی مزنگ واقع ہے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ کھوکھرؒ

حضرت موسیٰ کھوکھرؒ حضرت مادھو لال حسینؒ کے زمانے میں صاحب کمال فقیر ہو گذرے ہیں حضرت شاہ محمد مقیمؒ حجرہ والے آپ کے داماد تھے آپ کا وصال ۵ محرم ۱۰۳۵ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار میو ہسپتال کالج کے جنوب میں ہے۔

میر عبداللہ شاہ گیلانیؒ المشہور پیر روڑاں والا

میر عبداللہ شاہ گیلانیؒ کا مزار حضرت حامد قادریؒ کے مزار کے پاس ہے نواب علی مردان خان آپ کا عقیدت مند تھا۔ اس نے آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ پیر روڑاں والا آپ اس لیے مشہور ہوئے۔ کہ جب کسی کو بخار چڑھتا تو اس کے گلے میں روڑا تاگے میں باندھ کر ڈال دیتے اس سے بخار کا فور ہو جاتا آپ کا وصال ۲۵ محرم ۱۰۶۶ھ میں ہوا۔

حضرت شاہ مسکین امری المشہور پیر غیبی

آپ کا اصل نام میر عنایت اللہ تھا آپ کے پیر و مرشد آپ سے بہت خوش تھے کہا جاتا ہے کہ جہاں آپ کا مزار ہے وہاں کی زمین بنجر تھی حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ جس زمین میں تم رہتے ہو۔ وہاں بغیر چاہ کے خدا کے امر سے زراعت ہوا کرے گی اس لیئے تم امری زمین کے ساکن ہو۔ چونکہ آپ کے

Marfat.com

مزاج بھی مسکنت بھی بے انتہا تھی اس لئے آپ کا نام مسکین شاہ امری مشہور ہو گیا آپ کچھ عرصہ تک مجذوب بھی رہے دارا شکوہ نے آپ کا مزار تعمیر کرایا تھا۔ آپ کا مزار چھاؤنی میاں میر کے مغرب میں ہے۔ ۱۰۵۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

* * *

حضرت نظام الدین چشتی رح المشہور پیر ٹھکا

حضرت نظام الدین چشتی رح پیر ٹھکا اس لئے مشہور ہوئے کہ جس شخص کے ٹھیکے (مسّے) ہوتے آپ کی دعا سے صحت یاب ہو جاتا تھا کہا جاتا ہے۔ کہ آج بھی اگر کوئی ایسا مریض جھاڑو اور پھولوں کا سہرا اندر چڑھا لے تو شفا ہو جاتی ہے آپ کے پہلو میں آپ کے دو خرد سال نونہال بھی ابدی نیند سو رہے ہیں آپ کا مزار گوھی شاہو کے قریب میاں میر کی سڑک کے جنوب میں واقع ہے۔ آپ کی وفات ۱۱۱۷ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

حضرت سیّد سربلندؒ

حضرت سیّد سربلندؒ سادات کرام میں سے تھے ان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرت شیخ سید ابو اسحاق گازرونی المشہور حضرت میراں شاہؒ کے برادر حقیقی تھے ان کا مزار مسجد وزیر خاں کے شمال میں طویلہ کلاں کے اندر واقع ہے۔ ہر سال اس مزار پر عرس ہوتا ہے۔

حضرت سیّد سربلندؒ صاحب جذب وتاثیر بزرگ تھے۔

حضرت پیر ذکیؒ

دہلی دروازہ کے عقب میں جو سڑک شیرانوالہ دروازہ کو جاتی ہے اس کے پہلے موڑ کو جو کوچہ چرخ گراں سے متصل ہے۔ یکی دروازہ (ذکی دروازہ) کہتے ہیں اور اس کی نسبت حضرت پیر ذکیؒ کی ذات گرامی سے ہے آپ کا مزار ذکی دروازہ کے درمیان واقع ہے تحفۃ الواصلین میں مرقوم ہے کہ یہ بزرگ مغلوں کی کسی جنگ میں شہید ہوئے سر قبر علیٰ دروازہ میں ہے۔ اور جسم کی قبر شہر کے اندر ایک دروازہ کے متصل ایک طویلہ میں زیارت گاہ خلق ہے

حضرت پیر بلخیؒ

حضرت پیر بلخیؒ کا اصل نام نہیں معلوم ہوا۔ تحفۃ الواصلین میں صرف پیر بلخیؒ تحریر ہے۔ ان کا مزار کشمیری بازار میں سر راہ ایک مکان کے اندر پختہ چونا گچ کا

Marfat.com

بنا ہوا ہے یہ بزرگ بھی حضرت پیر ذکیؒ کی طرح ان شہدا میں ہیں جنہوں نے مغلوں کی جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت سید صوف لاہوریؒ

تحفتہ الواصلین میں تحریر ہے کہ حضرت سید صوف لاہوریؒ حضرت شیخ سید ابو اسحاق گازرونی المشہور میراں بادشاہ لاہوری کے ہم عصر تھے تذکرہ نویسوں نے جہاں بعض دوسرے مشائخ کے تذکرے ادھورے چھوڑ دیے ہیں۔ وہاں حضرت سید صوفؒ لاہوری کا حال بھی چند سطروں میں سمیٹ دیا ہے۔ اس شیخ کا مزار مسجد وزیر خاں کے چوک میں واقع ہے کہا جاتا ہے کہ پہلے اس پر گنبد نہ تھا محمد سلطان نامی ٹھیکیدار نے اپنے سرمائے سے یہ کمی پوری کی ہے۔ اور اس طرح صاحب مزار سے اپنی عقیدت مندی کا عملی ثبوت دیا ہے اس مزار پر دن رات رونق رہتی ہے۔

حضرت شیخ محمد سلطان لاہوریؒ

حضرت شیخ محمد سلطان لاہوریؒ سالک مجذوب یا مجذوب سالک درویش تھے۔ خاندان عالیہ نادریہ میں آپ کا سلسلہ حضرت شاہ نمیص گیلانیؒ سے ملتا ہے۔ آپ کی آنکھیں بہت حسین و جمیل تھیں اس لئے ان کے پیشوا حضرت شیخ سندی شاہؒ انھیں پیار سے مرگ نین یعنی آہو چشم فرمایا کرتے تھے آپ کا وصال ۹ شوال ۱۱۰۵ھ میں بمقام لاہور ہوا۔ شاہ نواز خاں صوبیدار لاہور نے

Marfat.com

آپ کا مزار تعمیر کیا گیا تھا۔

حضرت شیخ مصاحب خاں خورد لاہوریؒ

حضرت شیخ مصاحب خاں خوردؒ حضرت سردار شاہؒ کے مریدین اور خلفا میں سے تھے علم و حلم اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے اپنے پیر روشن ضمیر کے وصال کے بعد منصب ارشاد پر فائز ہوئے اور چھ سال تک کامل انہماک کے ساتھ درس و تدریس کا شغل جاری رہا آپ کے فیض سے پانسو اشخاص کو اللہ تعالےٰ نے حفظ قرآن کی دولت لازوال سے نوازا۔ آپ کا وصال ۱۱۰۹ھ میں ہوا۔ مزار بابک وال میں لاہور سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے۔

حضرت شیخ جان محمد قادریؒ

حضرت شیخ جان محمد قادری حضرت شیخ مصاحب خاں خوردؒ کے خلفاء میں سے تھے آپ بلند مقام درویش اور صاحب کرامات صوفی تھے اپنے پیر روشن ضمیر کے بعد آپ نے رشد و ہدایت کے چشمے جاری کیے۔ آپ کی ایک کرامت مشہور ہے اور وہ یہ کہ جب شاہان مغلیہ کا دبدبہ ختم ہوا تو ملک میں ہر چہار طرف چوریاں اور ڈکیتیاں ہونے لگیں بابک وال میں جہاں آپ رونق افروز تھے چوری کی عام شکایات تھیں ایک دن اس گاؤں کے لوگ مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت حال بیان کی۔ آپ نے

Marfat.com

فرمایا کہ ہمارا یہ عصا لے جاؤ اور موضع کے ہر چہار طرف اس سے ایک خط کھینچ دو۔ انشاء اللہ اس خط کے اندر کوئی چور یا ڈاکو داخل نہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ حضرت شیخ جان محمد قادری رحؒ کا وصال ۱۲۰۶ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار شریف بابک وال اپنے پیر و مرشد کے مزار کے قریب میں ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ سردار قادریؒ

حضرت شاہ سردار قادریؒ حضرت جان محمد قادریؒ کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ اپنے زمانے میں آپ کی درویشی کا آفتاب نصف النہار پر تھا آپ نسل کے کابلی تھے آپ کے والدین اس فکر میں تھے کہ آپ کا کسی سے عقد کر دیں شادی کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں صرف دو دن اس تقریب میں باقی تھے کہ ان کا دل دنیا اور اس کے خرافات سے اچاٹ ہو گیا گھوڑے پر سوار ہو کر گھر سے نکل گئے پہلے پشاور میں پہنچے بعد ازاں لاہور میں بمقام بابک وال حضرت جان محمد قادریؒ سے ملے اور ان کے دست اقدس پر بیعت سے مشرف ہوئے پیر و مرشد کی صحبت میں آپ نے کمال حاصل کیا کہ علوم ظاہری میں بھی دستگاہ حاصل کی اور علوم باطنی میں بھی ایک مدت تک آپ کا ذریعہ معاش یہ رہا کہ شاہدرہ سے گندم کا پشتارہ کمر پر باندھ کر لاہور لاتے اور یہاں کی منڈی میں فروخت کرتے آپ کے کھانے پینے سے جو رقم بچتی تھی وہ سب فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سید قطب الدین بن سید صدر الدین گیلانیؒ شاہدرہ میں حضرت شاہ سردار قادری سے ملنے آئے اور فرمایا کہ امسال ہم ایسے موسم میں شاہدرہ میں آئے ہیں کہ خربوزوں کی فصل نہیں ہے۔ اگر خربوزوں کی فصل ہوتی تو ہم اس سال بھی خربوزے کھاتے۔ حضرت شاہ سردار قادریؒ اٹھے اور اپنے حجرہ میں سے جو مسجد کے دروازہ کے متصل تھا دو عدد خربوزے

Marfat.com

ملے آئے اور عرض کی کہ اگر خربوزوں کی فصل نہیں ہے۔ پھر بھی خربوزے حاضر ہیں اور وہ کون سی چیز ہے جو اس فقیر کے گھر نہیں ہے حضرت سیّد قطب الدینؒ اس کرامت سے بہت مسرور ہوئے خربوزے اپنے ہاتھ سے تراشے، خود بھی کھائے اور حاضرین کو بھی یہ کہہ کر کھلائے کہ کھاؤ بہشتی میوے ہیں جو ہمیں حضرت شاہ سردار قادری کے طفیل میسّر آئے ہیں۔ حضرت سیّد قطب الدین کے والد محترم حضرت سیّد صدر الدین مقیم شاہیؒ سے بھی حضرت شاہ قادری نے نسبت فیض کیا تھا اور یہی نسبت تھی جس کے پیش نظر آپ شیخ زادہ کا بھی حد سے زیادہ احترام کرتے تھے۔

حضرت سردار قادریؒ کا وصال ۱۲۲۵ھ میں ہوا آپ کا مزار بابک وال میں ہے۔

حضرت سیّد علی شاہ قادریؒ

حضرت سیّد علی شاہ قادریؒ سادات گیلانی میں سے ہیں آپ احمد دکن سے ۱۲۱۷ھ میں لاہور تشریف لائے تھے دریائے راوی کے کنارے جنگل میں آپ نے سکونت اختیار کی تھی لاہور کے بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ ایک دفعہ دریائے راوی میں سیلاب آیا اور پانی لاہور کی شہر پناہ پر آپہنچا حاکم لاہور رنجیت سنگھ نے کشتیاں بھیجیں تاکہ ان کے ذریعے حضرت سیّد علی شاہؒ لاہور آجاویں لیکن حضرت نہ مانے اور وہیں رہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا ہمارا حافظ و ناصر ہے ہم نے خدا سے دعا کی ہے

Marfat.com

کہ آئندہ دریا کا پانی سوائے موسم برسات کے یہاں تک نہ پہنچے چنانچہ ایسا ہی ہوا البتہ موسم برسات میں خانقاہ کے اردگرد پانی رہتا۔

آپ کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیرؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا وصال ۱۲۲۷ھ میں لاہور میں ہوا آپ کا مزار گلی چراغ شاہ میں ہے

حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوریؒ

حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابریؒ حضرت شیخ محمد صدیق چشتی کے خلفائے کاملین میں سے ہیں۔ عشق و محبت، جذب و سکر اور وجد و سماع کی کیفیات ان پر طاری رہتی تھیں۔ فقر و سلوک میں ان کا مقام اچھا خاصہ بلند تھا۔ سماع میں کبھی کبھی ان پر ایسی حالت وارد ہوتی کہ دو دو تین تین دن تک مست و محو پڑے رہتے۔ دیکھنے والوں کو یہ خیال ہوتا تھا کہ ان کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر چکا ہے۔ آپ کا وصال ۱۲۳۰ھ میں ہوا مزار سید زین خاں کے میدان میں اپنے پیر و مرشد کے مزار سے متصل ہے۔

حضرت شیخ جان اللہ لاہوریؒ

حضرت شیخ جان اللہ لاہوریؒ حضرت خواجہ نظام الدین بلخیؒ کے خلفا میں سے تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں آپ کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ابتدا میں آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل لاہور میں کی۔ تعلیم میں فراغت کے بعد آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اُن علوم سے بھی باخبر ہونا چاہیئے جو ذریعۂ قرب الٰہی ہیں۔

Marfat.com

یہ تمنا انہیں کشاں کشاں تھانیسر لے گئی۔ تھانیسر میں حضرت خواجہ نظام الدین بلخیؒ کے کمالات باطنی کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ حضرت شیخ جان اللہ لاہوریؒ ان کی خدمت میں آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ شیخ کامل کی صحبت میں مدارج عالیہ طے کئے اور وہ کمالات حاصل کئے جن کا پہلے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا تھا اتفاق کی بات کہ حضرت خواجہ نظام الدین بلخیؒ نے کچھ عرصہ بعد بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا۔ حضرت شیخ جان اللہؒ بھی ہمراہ ہو لئے وہاں سے بلخ کا رخ کیا حضرت خواجہ تو وہیں مقیم ہو گئے اور اپنے مرید باصفا کو عطائے خلافت کے بعد لاہور واپس بھیج دیا۔ لاہور پہنچے تو لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں آنے اور حلقہ ارادت میں داخل ہونے شروع ہو گئے بڑھتے بڑھتے آپ کا سلسلۂ مریدین ہزاروں تک پہنچ گیا۔

آپ کی وفات ۹ جمادی الثانی ۱۰۳۰ھ میں ہوئی آپ کا مزار لاہور میں ہے۔ آپ کی تاریخ وفات "فیض الحسن بتائہ بخش" سے نکلتی ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری رح

حضرت شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری مخدوم الملک شیخ عبداللہ انصاری کے فرزند ارجمند ہیں۔ خاندان چشتیہ صابریہ سے ہیں آپ نے حضرت نظام الدین بلخی رح کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی جب شہنشاہ اکبر کے حکم سے آپ کے والد محترم مخدوم الملک کو ہندوستان سے جلاوطن کیا گیا تو موصوف حرمین شریفین چلے گئے۔ حضرت شیخ عبدالکریم چشتی بھی ان کے ہمراہ تھے جب ہندوستان کو واپسی ہوئی تو آپ کے والد صاحب کو زہر دے دیا گیا اور وہ اس جانب نہ آسکے۔ اس واقعہ ہائلہ کے بعد حضرت شیخ حاجی رح نے لاہور کا رخ کیا اور مستقل قیام اختیار کر لیا۔ لاہور میں بہت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

نقل ہے کہ حاجی رح کو دوبارہ سفر بیت اللہ شریف کا اتفاق ہوا ایک بار تو اپنے والد صاحب کے ہمراہ اور دوسری مرتبہ چند رفقا کی معیت میں گیا یہ دوسرا سفر خشکی کے راستے کیا تھا اثنائے راہ میں صورت پیش آئی کہ آپ کے رفقا غلط راستے پر پڑ گئے یہ راستہ انہیں ایسے بیابان میں لے گیا جہاں دور دور پانی کا نشان نہ تھا۔ راستہ طے کرتے ہوئے جب رفقا کو پیاس نے ستایا تو آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھا کر دعا کی۔ یہ دعا قبول ہوئی اور وہ اس صورت میں کہ آپ کے سر کے اوپر سے ایک تیتر اڑتا ہوا گذرا اس سے آپ کو یقین ہو گیا کہ یہاں آس پاس کہیں پانی ضرور ہے۔

Marfat.com

چند ہی قدم چلے تھے کہ پانی کا ایک چشمہ نظر آیا۔ آپ کے رفقا کو اس سے تسکین ہوئی سب نے پانی بھی پیا اور غسل و وضو کا اہتمام بھی کیا۔ آپ نے اپنے رفقا سے فرمایا چونکہ تیتر ہماری سلامتی کا موجب ثابت ہوا ہے اس لئے ہمیں آئندہ یہ عہد کر لینا چاہئے کہ ہم کبھی تیتر کا شکار نہیں کریں گے اور نہ کبھی اس کا گوشت کھائیں گے چنانچہ آپ کے مریدین میں اس ارشاد پر عمل ہوتا رہا۔

ایک دن حضرت شیخ حاجی عبدالکریمؒ اپنی خانقاہ سے جو باغ زیب النسا سے متصل ہے حضرت پیر زہدیؒ کے مزار پر حاضری کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں شبیرا نام ریشم تام باف ملا اس نے کہا کہ آج عید الضحیٰ ہے لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہونگے کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ۔ ایک ہم ہیں کہ یہاں لاہور میں اس سعادت سے محروم ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو بھی ان لوگوں میں شامل ہونا چاہتا ہے تو آنکھیں بند کر اور ہمارے پیچھے پیچھے آ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ ایک دو ساعت کے بعد آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو حضرت شیخ کی معیت میں عرفات میں پایا۔ اطمینان سے مناسک حج ادا کئے اور پھر اسی طریق سے آنکھیں بند کر کے حضرت شیخ کے ہمراہ لاہور میں آموجود ہوا۔

حضرت شیخ عبدالکریمؒ کے چار فرزند تھے شیخ یحییٰؒ، شیخ الہ نورؒ، شیخ عبدالحقؒ اور اعلے حضور ان میں شیخ یحییٰؒ اچھے بزرگ ہوئے ہیں۔ ان سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے ہیں ان کی ایک

Marfat.com

کرامت یہ مشہور ہے کہ خیرو نام ایک چور سیٹہ والہ سے لاہور چوری کے ارادہ سے آیا اس نے اِدھر اُدھر موقع تلاش کئے کام نہ بنا آخر ایک رات حضرت شیخ یحیٰ کی خانقاہ میں نقب لگا کر داخل ہو گیا۔ حضرت شیخ یحیٰ کے دو بیل کھونٹے سے کھولے اور نقب کی راہ سے باہر لے آیا۔ باہر تو آ گیا اور بیل بھی چرا لیا لیکن اس کی دونوں آنکھیں پٹ ہو گئیں حالانکہ اس سے پہلے اس کی آنکھیں تندرست تھیں اور کسی قسم کا کوئی عارضہ نہ تھا۔ نقب کی راہ سے ٹٹولتا ٹٹولتا پھر خانقاہ میں داخل ہوا تو آنکھیں پہلے کی طرح روشن ہو گئیں اس نے اپنے پھر قدم باہر نکالے تو پھر آنکھیں بند ہو گئیں۔ چور نے کئی بار آزمائش کے طور پر اندر باہر نقل و حرکت کی جب پورے طور پر اسے یقین ہو گیا کہ یہ کرامت ہے تو اس نے بیل تو جہاں پہلے بندھے ہوئے تھے لا کر باندھ دیئے اور خود ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔

جب دن نکل آیا تو شیخ کے مریدین نے رات کی چوری کا حال شیخ صاحب کو سنایا۔ چور بھی حاضر خدمت ہوا اور اس نے صورت حال بے کم و کاست سچ سچ بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ نہیں بولا اس لئے تو واجب الرحم ہے یہ فرمایا اور آپ نے اس کی اندھی آنکھوں پہ ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ پھیرنے کی دیر تھی کہ آنکھوں میں روشنی آ گئی۔ اس چور نے حضرت شیخ کے دست حق پرست پہ توبہ کی اور مریدوں کے حلقہ میں شامل ہوا۔

Marfat.com

حضرت شیخ حاجی عبدالکریمؒ عالم و فاضل شیخ تھے آپ نے فصوص الحکم کی فارسی زبان میں شرح تحریر کی تھی - ایک رسالہ اسرار عجیبہ کے نام سے تحریر کیا تھا - اس رسالہ میں آپ نے سلسلہ چشتیہ کے اذکار و اشغال پر روشنی ڈالی ہے - آپ کا وصال ۲۷ - ماہ رجب ۱۰۴۵ھ میں ہوا آپ کا مزار باغ زیب النسائ سے متصل نواں کوٹ میں ہے -

حضرت شیخ عبدالخالق لاہوری چشتی صابریؒ

حضرت شیخ عبدالخالق چشتی صابریؒ حضرت شیخ جان اللہ لاہوریؒ کے خلفا میں سے تھے - فقر و سلوک میں آپ کا مقام کافی بلند تھا - سماع میں آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اس عالم میں جس پر بھی آپ کی نظر پڑ جاتی تھی وہ بے ہوش ہو جاتا تھا - آپ کا لنگر بہت وسیع تھا - محتاج اور مساکین کو با فراغت کھانا ملتا تھا - آپ سے بہت سے لوگوں نے باطنی فیوض و برکات حاصل کیئے - آپ کا وصال ۱۲ رجب ۱۰۵۹ھ میں ہوا - آپ کا مزار میدان زیچھا خاں میں ہے -

حضرت شیخ محمد عارف چشتی صابری لاہوریؒ

حضرت شیخ محمد عارف چشتی صابری لاہوریؒ حضرت شیخ عبدالخالق لاہوریؒ کے خلفا میں سے تھے فقر و تجرید میں آپ کا مقام بلند تھا آپ کی زبان سے جو بات نکل جاتی تھی پوری ہو کر رہتی -

Marfat.com

ایک دفعہ آپ کی خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

آں مسیحائے کہ جہاں در دست اوست
میدہد جاں گر بمیرم چند بار

حضرت شیخ پر اس سے وجد طاری تھا ناگاہ ایک شخص اپنے بیٹے کو اس حالت میں لئے آیا اس کی جان لبوں پر تھی اس شخص نے حضرت شیخ سے دعائے شفا کے لئے التجا کی۔ شیخ نے جذبے کے عالم میں اپنا ہاتھ بیمار لڑکے کے منہ پر پھیر دیا چنانچہ فوراً اس کی صحت لوٹ آئی اور وہ تندرست ہو گیا۔ آپ کی وفات ۷ ذی الحجہ ۱۰۷۱ھ میں ہوئی آپ کا مزار گوہر بارہ لاہور میں ہے۔

حضرت شیخ محمد صدیق چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد صدیق چشتی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ چشت میں سے تھے علوم شریعت و طریقت میں نادرۂ روزگار سمجھے جاتے تھے دن بھر درس و تدریس میں مشغول رہتے شام کے بعد اپنے مریدین کو باطنی تعلیم دیتے وجد و سماع کے عالم میں جس شخص پر بھی آپ کی نظر پڑ جاتی تھی تارک الدنیا ہو جاتا تھا آپ نے خرقہ خلافت حضرت شیخ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے پہنا۔ ۸ ذی الحجہ ۱۰۸۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی آپ کا مزار پر انوار میدان زرین میں ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ خیر الدین المشہور خیر شاہ لاہوری ؒ

حضرت شیخ خیر الدین چشتی ؒ لاہور کے مشائخ کبار میں سے تھے آپ نے حضرت سلیم چشتی ؒ کے ہاتھوں خرقہ خلافت زیب تن کیا۔ آپ زاہد مرتاض اور صاحب ذکر و فکر شیخ تھے۔ اکثر اوقات مسجد میں رہتے اور یاد الٰہی میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ جس کسی کے لئے بھی دعا کرتے قبول ہوتی۔ سماع کا ذوق بے حد تھا۔ زیارت حرمین شریفین بھی کر آئے تھے آپ کو مخلوق خدا کی خدمت میں بڑا لطف آتا تھا۔ آپ کی ولادت رمضان المبارک ۱۲۰۲ھ میں اور وفات ۱۲۸۰ھ میں ہوئی آپ نے اسی سال کی عمر پائی۔ مزار حضرت شیخ محمد طاہر بندگی ؒ کے مزار کے قریب ہے۔

حضرت شیخ فیض بخش لاہوری ؒ

حضرت شیخ فیض بخش لاہوری ؒ حضرت سید حیدر علی شاہ مرید حضرت شیخ الدین ؒ کے مریدین میں سے تھے ریشم کا کام کرتے تھے اور یہی ان کی وجہ معاش تھی ہر سال اپنے یہاں سترہ عرس کی تقریبات منانے حضرت سرور کونین ؐ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت غوث الاعظم ؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ، حضرت خواجہ علی احمد صابر ؒ اور دیگر پیران عظام کے اعزاز میں یہ تقریبیں ہوتیں ان تقریبات پر پانی کی طرح روپیہ بہاتے تھے سماع کے عالم میں جس کسی کی نظر پڑ جاتی وہ بے ہوش ہوجاتا تھا ہر رات کو

تین بار غسل کا اہتمام کرتے اور اس کے بعد عبادت دریافت میں مشغول ہونے ترک لذات کی خاطر حلوے میں نمک اور مرچ ڈال کر کھاتے جب آخر وقت آیا تو تپ محرقہ میں مبتلا ہوئے بیماری نے کچھ طول کھینچا تو حافظ فاذ بخش نعت خواں کو بلوایا اور اس کو کہا کہ حضور کی شان میں کوئی نعت پڑھے۔ حافظ صاحب نے یہ شعر پڑھے۔

خاک در کوئے محمدؐ　　اسیر حلقہ گیسوئے محمدؐ
قتیل نوک نشتر نگاہش　　شہید تیغ ابروئے محمدؐ

ان اشعار سے حضرت شیخ پر وجد طاری ہو گیا۔ جسم پر لرزہ تھا اور پسینہ بھی نکلا تھا اسی حالت میں آپ نے رحلت فرمائی سنہ وفات ۱۱۸۶ھ ہے مزار پر انوار لاہور میں ہے

Marfat.com

حضرت سید زندہ علی بن سید عبدالرحیم بن صفا الدین بن میراں شاہ موج دریا

حضرت سید زندہ علیؒ صاحب صلاح و تقویٰ شیخ تھے آپ کی شخصیت میں آبائی مجد و شرف کے اوصاف بہ تمام و کمال موجود تھے اپنے والد ماجد کے بعد مشیخت کی مسند پر اس شان سے متمکن ہوئے کہ فیض و تصرف کی دھوم مچ گئی۔ آپ کے روحانی کمال کا اندازہ اس واقعہ سے ہو جاتا ہے کہ ایک دفعہ کچھ لوگ اور حضرت موج دریا بخاریؒ کی خانقاہ کے خدام بھی آپ کی خدمت میں آئے اور یہ عرض کی کہ یا حضرت یہاں کی زمین کے کنوؤں سے جو پانی نکلتا اور ہمارے استعمال میں آتا ہے اس میں شور ہے۔ دعا فرمایئے تاکہ ہمیں آب شیریں میسر آئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک کنواں اور کھود و انشا اللہ اس کا پانی شیریں اور گوارا ہو گا۔ اس ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ واقعی نئے کنویں کا پانی صاف اور شیریں نکلا۔ چند سال میں دوسرے کنوؤں کے پانی میں بھی شیرینی آ گئی۔ آپ کی ولادت ۱۰۲۵ھ میں ہوئی تھی اور وفات ۱۱۱۱ھ میں۔

آپ کا مزار عالیہ حضرت موج دریا بخاریؒ کے مزار پر انوار کے احاطے سے باہر واقع اور زندہ امام کی خانقاہ کے نام سے مشہور ہے

مفتی غلام سرور صاحب خزینۃ الاصفیا نے قطعہ تاریخ ولادت یہ کہا ہے:۔

پیر زندہ علی ولی خدا   مرشد و رہنمائے خاص و عام

قطعہ تاریخ وفات یہ ہے:۔

Marfat.com

باز لفظ متکلم آمد یاد | بہر تو لیداں ذوی الاکرام
خازن جنت است تربیش | نیز تو رہ بہشت زندہ امام

حضرت شیخ شاہ مراد قریشی لاہوری رح

حضرت شیخ شاہ مراد قریشی لاہوری رح کو درویشی اپنے خاندان سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ عابد و زاہد شیخ تھے۔ آپ تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ مراۃ العاشقین اور ترجیع بند مامریداں بروزن ماشقیماں بھی آپ کی یادگار ہے۔ اردو میں مراد المعین کے عنوان سے آپ کا دیوان بھی شائع ہوا تھا اس دیوان میں تصوّف کے اشارات و اصطلاحات کا استعمال بھی بڑی خوبی سے کیا ہے۔

آپ کا وصال ۱۲۱۵ھ میں ہوا۔ مزار ملک مردانہ لکھوکھر میں ہے۔

حضرت سید احمد توختہ ترمذی رح

حضرت سید احمد توختہ ترمذی رح سادات حسینی میں سے تھے آپ کا نسب نامہ چند واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچ جاتا ہے بایں طور سید احمد توختہ ترمذی ابن سید علی ترمذی بن حسین ثانی بن سید حسین محمد مدنی بن سید شاہ ناصر مدنی بن امام سید موسیٰ بن سید علی بن امام علی اصغر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین رض بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ آپ کے لقب توختہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کو آپ کے مرشد کامل

Marfat.com

نے حجرہ کے اندر سے آواز دی آپ اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے دروازہ تک پہنچے حجرہ کا دروازہ بند تھا آپ نے از راہ ادب اپنی حاضری کی اطلاع نہیں دی اور دہلیز پر کھڑے کھڑے صبح کر دی صبح کے وقت شیخ کامل نے حجرہ کا دروازہ کھولا تو حضرت سید احمد کو دہلیز پر کھڑا ہؤا دیکھ کر اظہار مسرت کیا لقب توختہ سے نوازا۔

حضرت سید احمد توختہ کا وصال ۶۰۲ھ میں ہؤا۔ آپ کا مزار چھل بی بیاں میں ہے۔ مورخین سلف نے آپ کو مرشد پنجاب کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حضرت سید احمد نے شروع میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اپنے آبائی وطن میں گزارا تھا بعد میں کچھ مکران ہوتے ہوئے عازم ہند ہوئے اور لاہور کے زنی محلہ میں سکونت پذیر ہوئے جسے محلہ چھل بی بی کہا جاتا ہے۔ ہزارہا لوگ ان سے فیض یاب ہوئے کچھ عرصہ بعد آپ کے برادرزادہ شاہ فرید بھی لاہور تشریف لے آئے حضرت سید احمد توختہ نے اپنی صاحبزادی کا عقد ان کے ساتھ کر دیا۔

حضرت سید مٹھہ لاہوری رح

حضرت سید مٹھہ لاہوری کا اصل نام سید عبدالغفار حسینی ہے۔ اپنے دور میں شیخ کامل شمار کئے جاتے تھے آپ کے آباؤاجداد کا وطن خوارزم تھا جب چنگیز خان تاتاری کے ہاتھوں خوارزم میں قتل و غارت کے ہنگامے تھر دو

Marfat.com

ہوئے تو آپ کے والد ماجد سید جمال الدینؒ نے ہندوستان کا رخ کیا اور سفر طویل کی منزلیں قطع کرتے ہوئے لاہور آ پہنچے۔ لاہور کے عوام و خواص کو سید جمال الدینؒ سے خاص عقیدت ہو گئی اور کشاں کشاں ان کی خدمت میں حاضر باش رہتے اور کسب فیض کرنے کے لئے آنے لگے سید جمال الدین کے وصال کے بعد حضرت عبدالغفار خوارزمیؒ مسند درویشی پر بیٹھے آپ خلیق بھی تھے اور شیریں کلام بھی لوگ اس رعایت سے آپ کو سید مٹھاؒ کہنے لگے جس محلہ میں آپ رہتے تھے وہ بھی محلہ سید مٹھا مشہور ہو گیا۔

حضرت سید مٹھاؒ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے آپ کا وصال ۶۶۱ھ میں ہوا آپ کا مزار شہر لاہور کے مشہور ترین مزارات میں سے ہے۔

حضرت خواجہ ایوب قریشی لاہوریؒ

حضرت خواجہ ایوب قریشیؒ صاحب کشف و شہود درویش تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اپنے دور میں افضل العلما اور اکمل الفقہا تھے آپ صاحب تصانیف بھی تھے۔ مخزن عشق اور شرح مثنوی مولانا روم آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ حضرت مولانا مفتی حافظ محمد تقی لاہوریؒ کے مرید بھی ہیں اور نسبتاً گرو بھی۔ آپ کے استاد زادہ مولانا محمد تقی کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد ہوا تھا۔ سلسلہ قادریہ کے عظیم ترین مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے دنیوی علائق سے منہ موڑ کر درس و تدریس مثنوی مولوی معنوی کو اپنا شعار بنالیا

Marfat.com

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ سے حضرت خواجہ کو جو باطنی تعلق تھا اس کا ثبوت اس چیز سے ملتا ہے کہ ایک شخص آپ کے حلقۂ درس سے بددل ہو کر گھر بیٹھ رہا بات یہ تھی کہ ان حقائق و معارف سے جن کا بیان حضرت خواجہ ایوبؒ نے درس میں کیا تھا اس کا دل مطمئن نہیں ہوا تھا یہ شخص خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ فرما رہے ہیں تمہارے استاد خواجہ ایوبؒ نے جو مطالب بیان کئے ہیں ان کی صحت میں شبہہ نہیں کرنا چاہئے۔ خواجہ کو مجھ سے روحانی رابطہ ہے۔ آپ کا وصال یکم جمادی الثانی ۱۱۵۵ھ میں ہوا۔ مزار بی بی پاکدامناں میں ہے۔

Marfat.com

حضرت سید شاہ حسین بن سید عبدالقادر بن سید حمید لاہوری

حضرت سید شاہ حسین رح

حضرت سید شاہ حسین رح سادات گیلانی میں سے تھے۔ زہد و تقویٰ اور علم و فاضل میں آپ کا مقام بلند تھا۔ آپ مستجاب الدعوات درویش تھے کبھی آپ کی دعا رد نہیں ہوتی تھی۔ جن ایام میں شاہ زمان کے لشکر نے لاہور میں قتل و غارت کا ہنگامہ برپا کیا آپ نے اپنے اہل محلہ کو تسلی دی کہ تم میں سے کوئی شخص ہراساں نہ ہو شاہ زمان کی فوج کا کوئی سپاہی تمہیں گزند نہیں پہنچائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اتفاق سے اگر کوئی سپاہی ادھر آ بھی نکلا تو وہ حضرت سید شاہ حسین رح کے تصرف سے اہل محلہ کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا

نقل ہے کہ حضرت سید شاہ حسین رح نے اپنے حجرہ کے دروازہ کے آگے ایک لکڑی کا تختہ نصب کروا دیا تھا تاکہ لوگ آئیں اور دم درود کے لئے آبخورے اس پر قطار اندر قطار رکھیں تاکہ نماز اور وظیفہ سے فارغ ہو کر باہر آئیں تو دم درود سے بہ اطمینان تمام فراغت پائیں۔ دم کئے ہوئے آبخوروں کے پانی سے مریضوں کو شفا ہو جاتی اور بہت سی اور دنیاوی حاجتیں پوری ہو جاتیں۔ آپ کے محلہ میں ایک رنگریز فاضل نام تھا اسے حضرت شیخ سے کوئی اعتقاد نہ تھا وہ اندھیرے روزانہ آتا اور لکڑی کے تختے کو غلاظت و نجاست سے آلودہ کر جاتا شروع میں تو لوگوں

Marfat.com

نے حضرت شیخ کو اس انگریز کی حرکت کی اطلاع حضرت شیخ کو نہیں
دی اور خود ہی نجاست صاف کرتے رہے لیکن جب ان کا ناک
میں دم آگیا تو انہوں نے ایک دن حضرت شیخ کو بھی اس حرکت
سے مطلع کر دیا حضرت شیخ نے فرمایا، صبر کرو کچھ دنوں بعد اسے
قدرت اس کے کیے کی سزا دے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ انگریز
پاگل ہو گیا کوچہ و بازار میں پھرتا اور نجاست کھاتا۔

نقل ہے کہ آپ کی ایک خادمہ مسماۃ بی بی نے آپ سے التجا
کی کہ میرے لیے اولاد کی دعا فرمائیں یہ مسماۃ لاولد تھی آپ نے
دعا کی اور فرمایا تیری قسمت میں چار لڑکے ہیں۔ ایک تو بچپن ہی میں
فوت ہو جائے گا۔ دوسرا دور دراز کے سفر پر جائے گا اور پھر وہاں
سے اس کی واپسی نہ ہو گی۔ تیسرا فقیری اختیار کرے گا۔ البتہ چوتھا لڑکا
تیرے پاس رہے گا اور دنیا سے بامراد رخصت ہو گا چنانچہ جیسا
آپ نے فرمایا تھا وقوع پذیر ہوا۔ حضرت شاہ حسین کا وصال ۱۱ ربیع الثانی
ھ میں ہوا۔

حضرت سید عبدالکریم المشہور پیر بہاون شاہ بن سید شاہ بلاق رح

حضرت سید عبدالکریم رح بارہ ہمانی سادات کرام میں سے تھے۔ آپ
صاحب کمال درویش اور زاہد و عابد فقیر تھے۔ حضرت میاں میر سے آپ
کو نسبت تھی انہی ہی کے باطنی تصرف سے آپ نے مدارج روحانیت
طے کئے آپ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد مسند مشیخیت پر رونق افروز ہوئے

Marfat.com

حضرت سید عبدالکریمؒ بچپن ہی سے صاحب کمال تھے آپ شروع شروع میں مزنگ میں رہے۔ اور یہیں لوگ آپ سے فیض یاب ہوتے رہے لیکن کچھ عرصہ بعد آپ کی سیلانی طبیعت آپ کو لاہور سے فیروزپورہ لے گئی۔

ایک دن آپ کے معتقدین نے کسی پیرزادہ کے جلو میں کثیر التعداد مریدین معتقدین دیکھ کر آپ سے درخواست کی یا حضرت! کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ بھی اس پیرزادہ کی طرح پالکی میں سوار ہوا کریں اور ہم آپ کے جلو میں چلا کریں۔ یہ بات سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ تو قیر باطنی کا مقام توقیر ظاہری سے بہتر ہے۔ آدم زادوں کا کسی آدم زاد کے گرد جمع ہو جانا کمال نہیں کمال تو جب ہے کہ بیابان کے چرند درند کسی کے گرد جمع ہوں۔ یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ پاس کے بیابان سے چرند و درند نمودار ہوئے اور آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ حضرت شیخ نے یہ کہہ کر ان سب کو رخصت کیا کہ میں نے تمثیل و مثال کے طور پر یہ بات کہی تھی۔ میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ تم میرے اردگرد جمع ہو جاؤ۔ جاؤ اپنی اپنی جگہ واپس جاؤ۔

آپ کا وصال ۱۲۱۳ھ میں ہوا اور آپ کا مزار مبر پور رچھ مکہ میں لاہور سے دور ہے۔

Marfat.com

حضرت مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ قریشیؒ

حضرت مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ قریشیؒ خدا پرست درویش تھے۔ آپ کے مزاج میں بلا کی عاجزی اور مسکنت تھی آپ کبھی دنیاوی اعزاز و اکرام کو خاطر میں نہیں لائے۔ معاش کا ذریعہ دستکاری تھا اسی سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالتے تھے اور جو کچھ پس انداز ہوتا اسے راہ مولا میں مستحقین پر صرف کر دیتے تھے۔ آپ کے برادر حقیقی حافظ محمدی اچھے خاصے دولتمند تھے انہوں نے ہر چند چاہا کہ آپ محنت مزدوری نہ کریں لیکن آپ نہ مانے اور کہا تو یہ کہا کہ بھائی تمہاری دولت تمہیں مبارک ہو ہم تو محنت و مشقت سے روزی پیدا کرتے رہیں گے پیغمبروں کا اسوہ اور معمول بھی یہی رہا ہے۔ ہمیں اس سے کیا عار ہو سکتی ہے۔

پیرانہ سالی میں جب آپ کے اعضا مضمحل ہو گئے اور آپ کے اندر محنت و مشقت کی سکت نہیں رہی تو آپ نے مسجد کوٹلی مفتیاں میں جسے مفتی کمال الدین مرحوم نے تعمیر کرا دیا تھا درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا اور پیر زادیہ سلسلے کے مطابق لوگوں کی روحانی تربیت پر توجہ صرف کرنے لگے۔

آپ کا وصال ۱۲۳۵ھ میں ہوا۔

⁂ ⁂

Marfat.com

حضرت مولانا غلام رسول فاضل لاہوریؒ

حضرت مولانا غلام رسول فاضل لاہوریؒ اپنے زمانے میں بلند پایا عالم و فاضل تھے۔ پنجاب میں آپ کی مثال نہ تھی ہزارہا تشنگان علم و معرفت نے آپ سے استفادہ کیا۔ یہ پتہ نہیں چل سکا کہ آپ کس سال پیدا ہوئے اور کس سال آپ نے وفات پائی۔ مزار آپ کا لاہور کے کسی گوشے میں ہے۔

حضرت لدھے شاہ سوینہ سازؒ

حضرت لدّھے شاہ سوینہ سازؒ زاہد عابد شیخ تھے آپ چھلنیاں بناتے اور انہیں فروخت کر کے حلال روزی کماتے۔ آپ کی چھلنیاں باہر دروازہ کے ساتھ ٹنگی رہتی جب کوئی گاہک آتا تو دروازہ پر دستک دیتا آپ دروازہ کے اوپر کے دریچے سے چھلنی خریدار کے حوالے کرتے اور واجبی قیمت وصول کر لیتے۔ اس قیمت فروخت کو آپ تین حصّوں میں تقسیم کرتے، ایک حصّہ خدا کے لئے ایک رسول خدا کے لئے اور ایک اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے۔ ایک ماہ کے بعد وہ رقم جو خدا اور رسول کے نام کی جمع ہو جاتی مستحق فقراء میں تقسیم کر دیتے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ چور دروازہ سے ٹنگی ہوئی چھلنیاں

Marfat.com

چپکے سے لے کر چلتے بنتے۔ حضرت شیخ لدّھے؁ دریچے سے دیکھ لینے کے باوجود کچھ نہ کہتے البتہ یہ ضرور فرماتے کہ انہوں نے اچھا نہیں کیا اگر یہ مجھ سے خدا کا واسطہ دیکر مغفرت مانگتے، میں بلا پس وپیش انہیں دے دیتا اس صورت میں مجھے بھی ثواب ہوتا اور لینے والا بھی گھاٹے میں نہ رہتا۔

حضرت شیخ لدّھے کے پاس حاجت مند آتے تو آپ انہیں مایوس نہ لوٹاتے کچھ نہ کچھ دیتے ضرور۔ اگر کوئی قرض مانگتا تو خندہ پیشانی کے ساتھ مرحمت فرما دیتے زبان سے آپ نے کبھی تقاضا نہیں کیا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ لوگ پہلا قرض ادا کیئے بغیر دوبارہ قرض لے لیتے اگر کوئی رقم قرض ادا کرنے آتا تو آپ یہ فرماتے کہ آپ نے قرض چکانے میں اتنی عجلت کس لئے کی۔ آپ کو ضرورت ہو گی یہ رقم لے جاؤ اور اپنا کام چلاؤ جب فراغت میسّر آئے تو ادا کر دینا۔

نقل ہے کہ جب حضرت شیخ لدّھے؁ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے ایک دوست سے فرمایا کہ ایک طرف تو حضرت مخدوم علی ہجویری؁ کا مزار ہے اور دوسری طرف سید محمد غوث گیلانی؁ آرام پذیر ہیں ان اصحاب مزارات کی خواہش ہے کہ ہمارا مزار ان کے قرب وجوار میں بنے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارا مزار حضرت محمد غوث گیلانی؁ کے پاس بنے اس لئے کہ یہ قادری سلسلہ کے درویش ہیں

Marfat.com

چنانچہ وصال کے بعد آپ کی میت حضرت سید محمد غوث گیلانیؒ کے احاطہ مزار میں سپرد خاک کی گئی۔

حضرت شیخ لدّھےؒ کا وصال ۱۲۵۳ھ میں ہوا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے قطعہ تاریخ یہ کہا ہے کہ

مرد مقبول شیخ لدّھے شاہ گشت روشن بخلد شمع خلق

خلقش رحمت خدا فرمایا! نیز چو وصل او ز مظہر حق!

Marfat.com

حضرت حامد قادریؒ

حضرت حامد قادری۔ قرآنی علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے اپنے دور میں کامل و اکمل درویش ہوئے ہیں آپ کا حلقۂ درس وتدریس قائم تھا۔

حضرت شاہ شمس الدین قادریؒ

شاہجہان شاہزادگی کے ایام میں حضرت شاہ شمس الدین قادریؒ کا حددرجہ معتقد تھا اس نے مقبرہ بھی بنوایا۔ جہانگیر نے اس مقبرہ کے گرد ایک عالیشان باغ تعمیر کرایا تھا جو محمد شاہ کے عہد تک آباد تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں رات کو شب باشی بڑے دل گردے کا کام ہے۔ آپ حضرت شاہ بلاول کے پیر بھائی تھے۔

⁂ ⁂ ⁂

حضرت شاہ ابو اسحاق قادریؒ

حضرت شاہ ابو اسحاق قادریؒ حضرت شاہ ابو المعالیؒ کے پیر بھائی تھے آپ کے مزار پر صرف قرآن خوانی اور فاتحہ ہوتی ہے قوالی کی محفلیں گرم نہیں ہوتیں ہر سال ۵ محرم کو ان کا عرس ہوتا ہے اسی تاریخ کو یعنی ۵ محرم ۹۸۵ھ میں ان کا وصال ہوا تھا۔

⁂ ⁂ ⁂

Marfat.com

حضرت سید کامل شاہؒ

حضرت سید کامل شاہؒ اکبر بادشاہ کے عہد میں لاہور تشریف لائے تھے اکبر بادشاہ کا خانساماں آپ کا مرید تھا اس خانساماں عبدالرحیم نے آپ کے روضہ کی عمارت پختہ کرانی چاہیئے تو آپ نے خواب میں اسے روک دیا۔ آخر ۱۲۶۰ھ میں کیھون شاہ سجادہ نشیں نے خانقاہ پختہ تعمیر کرائی۔ آپ کی وفات ۷ رصفر ۱۰۰۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ رضا قادریؒ

حضرت شاہ رضا قادریؒ اپنے دور میں بہت ہی بلند پایہ اور کامل و اکمل درویش تھے علوم ظاہری میں صاحب فتویٰ اور علوم باطن میں صاحب ارشاد۔ عملیات میں بھی کمال رکھتے تھے جو کچھ زبان سے ارشاد فرماتے تھے۔ اسی کے مطابق ظہور میں آتا تھا۔ آپ سے کرامات بھی بہت سی ظاہر ہوئیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے حضرت شاہ محمد غوث گوالیاریؒ تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ کا انتقال ۱۲ رجمادی الاول ۱۱۸ھ میں ہوا آپ کا مزار اندرون لاہور ہے۔

Marfat.com

حضرت ملا شاہؒ

حضرت ملا شاہؒ بدخشاں سے لاہور تشریف لائے تھے اور ایک عالم بے بدل اور فاضل اجل شیخ تھے۔ لاہور میں آپ کی آمد ۱۰۲۳ھ میں ہوئی حضرت میر میاںؒ کے دست حق پرست پر آپ نے بیعت کی تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی عالم تجرید و تجرد میں گزاری۔ اپنے پیشوا حضرت میاں میرؒ کی طرح آپ بھی ازدواجی زندگی کی الجھنوں میں نہیں پھنسے۔ شاہ جہاں کا خلف الصدق دارا شکوہ جسے فقرا سے بڑی عقیدت تھی حضرت ملا شاہؒ کا مرید تھا حضرت ملا شاہؒ شروع شروع میں گرمیوں کا موسم کشمیر میں اور سردیوں کا موسم لاہور میں بسر کرتے تھے۔ بعد اپنے پیر و مرشد کے حسب الارشاد ہر موسم میں خواہ سرما ہو خواہ گرما لاہور میں رہنے لگے

آپ کا وصال ۱۰۷۲ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بھی حضرت میاں میرؒ کے قریب ہے۔ حضرت ملا شاہؒ کے حالات کا کچھ حصہ ہم حضرت میاں میرؒ کے تذکرہ میں بھی درج کر چکے ہیں۔ حضرت ملا شاہؒ شاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری دنیا کی بے ثباتی اور حق طلبی کے موضوعات پر مبنی تھی۔ آپ کے دو شعر یہ ہیں ؎

اے ہند بپائے قفل ہر دل ہشتار　　　مرے دو خفتہ چشم ہائے دو گل ہشتار
عزم سفر و مغرب در رہ با مشرق　　　اے رو و پشت بہ منزل ہشتار

Marfat.com

حضرت عادل شاہ المشہور نتھو گیلانیؒ

حضرت عادل شاہ المشہور نتھو گیلانی صاحب نسبت نقوی درویش تھے آپ کے فیض صحبت سے طالبین کو دین و دنیا دونوں کی دولت ملتی تھی آپ نے اسمائے الٰہی کی دعوت دی تھی اس کے سبب خزانہ غیب سے ان کے روزمرہ کے مصارف پورے ہوتے تھے آپ سنہ ۱۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات سنہ ۱۲۲۰ھ میں ہوئی آپ نے ایک سو دس سال کی عمر پائی آپ کا مزار پر انوار لاہور ہی ہے۔

حضرت سید شادی شاہؒ قادری لاہوری

حضرت سید شادی شاہؒ تارک الدنیا اور متوکل باللہ درویش تھے پہلے آپ کی سکونت ملکھوال گجرات میں تھی۔ بعد میں آپ نے چلہ کشی کے ارادہ سے حضرت داتا گنج بخشؒ کے روضہ مطہرہ لاہور حاضر ہوئے یہاں سے آپ کو یہ حکم ہوا کہ لاہور ہی میں رہیں۔ لاہور کے اکثر لوگ کے عقیدت مندوں کے حلقہ میں شامل ہوئے۔ آخر سنہ ۱۲۲۱ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ کا مزار بھی لاہور ہی ہے

Marfat.com

حضرت سید محمد یعقوب گیلانی رح

حضرت سید محمد یعقوب گیلانی رح عالم و فاضل شیخ تھے۔ لاہور کے عوام وخواص کو آپ سے حد درجہ عقیدت تھی۔ حضرت سید زبردست عامل بھی تھے۔ کسی کو دیوانہ کتا کاٹ لیتا تو آپ اس کا علاج یہ کرتے کہ زخم پر اپنا لعاب دہن ٹپکا دیتے اس سے مریض کو فوری صحت ہو جاتی اور کسی قسم کا اثر نہ رہتا۔

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت پیران پیر تک پہنچتا ہے۔ حضرت سید محمد یعقوب رح کو کئی سلاسل طریقت میں بیعت کی اجازت تھی۔ آپ کا مزار شہر کے باہر مزنگ سے متصل ہے آپ نے ۱۴ محرم ۱۱۷۹ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

حضرت شاہ عنایت قادری

حضرت شاہ عنایت قادری شطاری رحؔ حضرت شاہ رضا قادری رحؔ کے خلفائے کبار میں سے تھے آپ نے ایک طویل مدت تک اپنے شیخ کی خدمت میں حقائق و معارف کی تعلیم حاصل کی۔ جب تکمیل مدارج تصوف کے بعد شیخ کامل نے آپ کو خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا تو حکماً قصور کو رشد ہدایت کا مرکز قرار دیا۔ قصور میں آپ سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے اواخر عمر میں حاکم قصور حسین خاں افغاں سے دل برداشتہ ہو کر آپ نے لاہور کا رخ کیا اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ باغباں قوم سے تھے۔ آپ کے مریدین میں ہیر رانجھا کے مصنف حضرت وارث شاہ اور حضرت بلھے شاہ رحؔ نے کافی شہرت پائی ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادری رحؔ کا وصال ۱۱۴۱ھ میں ہوا۔ مزار لاہور میں بمقام مزنگ ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

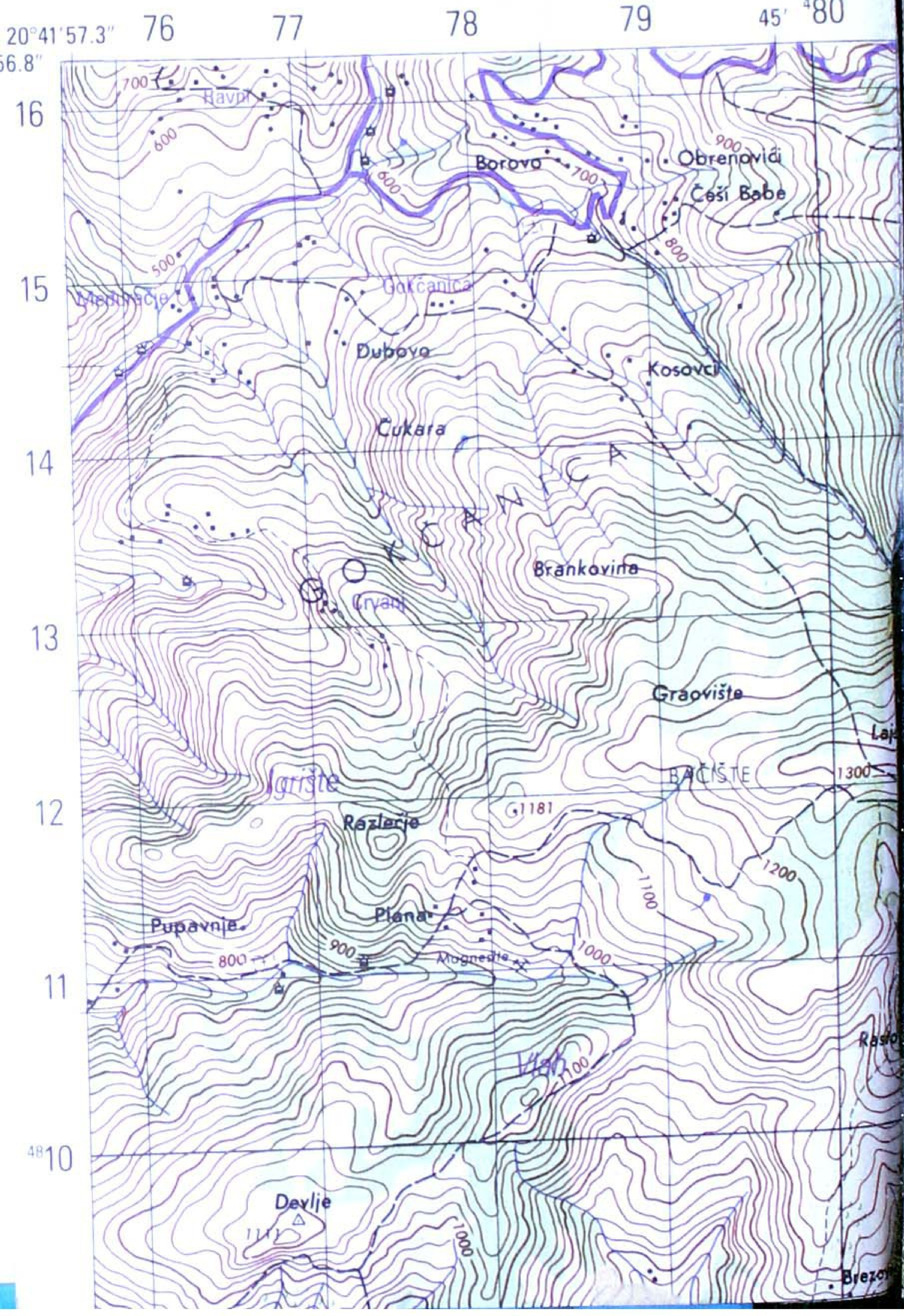
20°41'57.3"
56.8"
76
77
78
79
45'
480
16
15
14
13
12
11
4810
700
600
500
Borovo
700
600
900
Obrenovići
Češi Babe
800
Gokčanica
Dubovo
Kosovci
Čukara
G O K Č A N I C A
Brankovina
Crvanj
Graovište
BAČIŠTE
1300
Igrište
1181
Razlerje
1200
1100
Plana
Pupavnje
800
900
1000
Vlah
1100
Devlje
1000

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

624

تذکرہ اولیائے لاہور

محمدؐ وارث کامل (مرحوم)

مکتبہ ماحول ۹۔ بہادر شاہ مارکیٹ بندر روڈ کراچی

Marfat.com